(281)

فانظر کیف کان عاقبة المفسدین

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب مستطاب ہادی اہل صدق الیقین مسمی بہ

صیانة المعتقدین

عن تلبیسا

ت الملحدین

از تالیف لطیف مولوی محمد سعید صاحب کنجاہی حال وارد مظفر بنارس باہتمام شیخ محی الدین تاجر کتب لاہور

در مطبع مصطفائی لاہور مطبوع گردید

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی ارسل الینا رسولا یجدد به الادیان و تعبدنا بالملة الکاملة
المنزهة عن النقصان صلے الله علیه وعلی اله واصحابه الذین هم لاهل الارض
نجوم و امان **اما بعد** فقیر راجی الی رحمت الله المجید محمد سعید
الکیاهی من لکا البنارسی برلا بخدمت پیروان سنت سید المرسلین و متقفیان
طریقه ائمه محدثین کے عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ پر آشوب میں کہ ہر روش ساعت
گردش ہے عجب عجب طرح کی مذہب ایجاد ہوئی ہیں کہ بعض طریقہ میں من کا نکالا کسی نے ڈھنگ نیچریہ
بنانیکا ڈالا کوئی تعزیہ پرستی گور پرستی میں متوالا ہے کوئی قبر پر چادر چڑہانے میں نرالا
ہے اکثر نے طریقہ ما وجدنا علیه اباءنا کا سنبھالا ہے الحمد لله کہ اس دور پر فتن میں
بہی بعض بندگان خدا حسب فرمان عالیشان لا تزال طائفة من امتی منصورین الحدیث
کے ان مذاہب محدثہ کی بیخ کنی میں کمر ہمت باندھی ہوئی ہیں الله تعالی انکی
سعی کو مشکور کرے باوجود اس رد وقدح کے یہ مبتدعین اپنے خیالات ناقصہ سے
باز نہیں آتے انہیں پیاسے باتوں مردودہ کو ملمع کرکے پھر پیش کردیتے
ہیں چنانچہ بعد ملاحظہ سعی مشکور نصرت المجتہدین و امداد کے یہ عقدہ
ہر ذی شعور کو بخوبی حل ہو سکتا ہے یہ لوگ کیا کرین شراب

تقلید سے مخمور ہو رہے ہین اور نشہ بیجا و دیگرے نیت سے چور اللہ تعالے ان لوگون کو
ہدایت اتباع سنت کی کرے یہ تقلید بھی عجیب بلا ہے جس آدمی کی دامنگیر ہوتی ہے حق بینی
اور حق گوئی سے دور ڈالدیتی ہے اسکی وجہ سے عجب عجب خیال دل مین سماتے
ہین کہ ہمارے امام کے کل قول موافق کلام اللہ وحدیث رسول اللہ کے ہین کوئی
قول ان کا مخالف نہین بھلا کہان ممکن ہے کہ ایسا بزرگ خلاف کرے حالانکہ صحابہ
کرام ومجتہدین عظام پر بھی بہت سی احادیث مخفی رہین جیسا کہ جلب المنفعۃ کے
ملاحظہ سے یہ امر بخوبی معلوم ہوتا ہے چونکہ اس زمانہ کے مقلدین متعصبین کا یہی
قول تھا لہذا شیخ محی الدین صاحب لاہوری نے ایک کتاب مسمی الظفر المبین فی رد
مغالطات المقلدین لکھے اور اس مین مسائل فقہ حنفی کے معتبر کتابون سے نقل کر کے
ان کا مخالف ہونا کلام اللہ وسنت صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل آفتاب
نیمروز کے ثابت کر دیا نیز اسی کتاب مین بہت سے مسائل فقہ کے ایسے لکھے کہ ہر عاقل
ان کو پسند نہین کریگا اس کتاب کی وجہ سے اکثر عوام کو فقہ حنفی کا حال معلوم ہو گیا کہ
بیشک یہ فقہ بموجب قول امام شافعی کے مثل شتر مرغ کے ہے کہ ظاہر مین تو نام کتاب اللہ
وسنت رسول اللہ کا ہے اور اصل مین مخالف کلام اللہ وسنت رسول اللہ کے
جب حنفیون نے دیکھا کہ یہ کید ہمارا اب نہین چلتا تو ناچار اس کتاب کے رد کی فکر کی
چنانچہ بلدہ لکھنؤ مین جس مین اکثر مقلدین متعصبین رہتے ہین ایک کمیٹی جس کے ممبر
صرف شیخ عبد الحی صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب تھے قایم ہوئے آخر کمیٹی کی رائے
اسپر قایم ہوئی کہ اس کتاب کا جواب ہونا ضروریات سے ہے مولوی محمد یعقوب صاحب
نے فرمایا کہ طبع کرانے جواب کا مین ذمہ لیتا ہون اس شرط پر کہ مولوی عبد الحی صاحب
جواب کے متکفل ہون شیخ جی نے فرمایا کہ جواب اس کا درست مین کر دونگا مگر کسی
دوسرے کے نام سے شایع ہونا چاہئے سب کی صلاح سے وکیل احمد سکندر پوری تجویز

ہوئی کہ ان کے نام سے جواب شائع ہونا چاہئے چونکہ بانی مبانی اس جواب کے شیخ محی مینی مولوی صاحب
ہین لہذا اس کے جواب مین ہم بھی مخاطب انہین کو ٹھیراتے ہین اور اُن کو مخاطب ٹھرانے کی
چند وجہ ہین **وجہ اوّل** بعض ثقات کے زبانی معلوم ہوا کہ وکیل احمد صاحب کا نام تو
اس کتاب مین یون ہی مندرج کیا گیا ہے اصل مؤلف اسکے مولوی صاحب ہی ہین اور یہی
بات حق بھی معلوم ہوتی ہے کئی دلیلون سے **دلیل اوّل** یہ ہے کہ اس کتاب کی صفحہ ۱۰۱
مین حوالہ القول الجازم کا دیا گیا ہے حالانکہ جب یہ کتاب طبع ہوئی تھی تو القول الجازم کا
نام و نشان بھی موجود نہ تھا القول الجازم تو بعد طبع ہوجانے اس کتاب کے ایک عرصہ دراز
کے بعد طبع ہوئی ہے اور مولوی وکیل احمد صاحب حیدرآباد مین تھے اس کتاب کے حوالہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور مولوی عبدالحی صاحب نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔
دلیل دوم اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۸ مین ذکر رد ابر از الغی کا بھی موجود ہے حالانکہ اُس
وقت تک یہ رد کامل طبع نہین ہوا تھا شیوع ہونے کا تو کیا ہی ذکر ہاں مولوی صاحب نے
فخر الحسن کی معرفت کچھ اوراق بذریعہ دزدی کے منگائی تھی۔ بیچارے وکیل صاحب
کو تو اسکی خبر بھی نہ تھی اسکے حوالے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت لکھنوی کے
تالیف شدہ ہے گو بالفعل اسکا انکار کرتے ہین مگر ان کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے
ع نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا **دلیل سوم** اس کتاب مین جناب
رئیس المحققین خاتمہ المحدثین نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر پر بڑی سخت
تشنیع کی ہے یہ نہایت واضح دلیل ہے کہ یہ کام سوا ئے حاسد باغض کے اور کسیکا نہیں
دلائل تو اس کے بہت ہین گو اسیقدر پر اکتفا کیا گیا **وجہ دوم** اگر مانا بھی جاوے کہ
اس کتاب کو مولوی صاحب نے تالیف نہین کیا پر اس مین تو کچھ شک نہین کہ مولوی
صاحب نے اس کتاب مین کاٹ چھانٹ ضرور کی ہے اور اصلاح کو کام فرمایا ہے اسکا
تو مولوی صاحب نے خود مجھ سے اقرار کیا ہے عرصہ تین سال کا منقضی ہوا کہ لکھنؤ مین

براے طبع ایک رسالے کے گیا تہا اسی زمانہ مین اس کتاب کا دوورق طبع ہوکر نکلا جب
میری نظر سے گزرا تو مینے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کسکی کارستانی ہے حضرت
نے فرمایا کہ وکیل احمد لکھتے ہین مجہکو اونہون نے لکہہ بہیجا ہے کہ آپ بعد ملاحظہ کے
اس مین کمی بیشی کر دیا کرین اور روایات جو اس کے موید ہون بڑہا یا کرین ناچار مین اسکو
دیکہکر اسکی اصلاح کر دیتا ہون یہ قول مولوی صاحب کا نص صریح ہے کہ جب مولوی صاحب
اسکی اصلاح دینے والے روایات بڑہانے والے ٹہرے تو گویا در اصل اہنین کی تالیفات
سے ہوئی اب مولوی صاحب کا انکار لغو ہے **وجہ سوم** اگر مولوی صاحب انکار کرین اور
حلف کہاوین کہ مینے اس کو نہین لکہا اور نہ اصلاح دی ہے اول تو یہ ہے مولوی صاحب
کے قول مین تناقض ہوگا ثانی ہمنے بفرض محال مانا کہ مولوی صاحب نے نہ تو اسکو تالیف
کیا ہے اور نہ اس مین اصلاح دی ہے مگر اس مین تو کچہ شک نہین کہ اس پر رضامندی
مولوی صاحب کے ضرور ہے کیون نہو جا بجا اس کتاب مین امداد حضرت کی موجود ہے
اور یہ قاعدہ مسلمہ حضرت کا ہے کہ جس شخص کے تالیف پر کوئی خوشنودی اپنی ظاہر کرے
تو اسکو مخاطب بنانا درست ہے چنانچہ ابرار الغی مین اسی اصول سے حضرت نواب صاحب بہادر
کو مخاطب ٹہرایا ہے تو اب اگر ہم بہی بحکم (گلوخ انداز را پاداش سنگ است) کے انہین کو مخاطب
ٹہرادین تو اس مین کیا قباحت ہے **وجہ چہارم** اس کتاب مین اکثر مباحث مسائل
اختلافیہ کا ذکر ہے جن کا دارمدار مہارت قرآن و حدیث پر ہے اور جناب وکیل صاحب
اس کو چہ سے محض نابلد مین قابل خطاب کے نہین گو حضرت لکہنوی بہی ان فنون سے آگاہی
نہین رکہتے اکثر علوم کفار مین مہارت بہم پہنچائی ہے مگر خیر دو چار اجازت تو نام کے
لکہا لئے ہین (ع عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است) اسلئے حضرت لکہنوی کو مخاطب
بنانا ٹہیک معلوم ہوا انتہے ان وجوہ مذکورہ بالا سے وجہ تخاطب حضرت لکہنوی کے روشن
ہوئی اب آغاز جواب کتاب کا کیا جاتا ہے مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ هُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيل

قوله اس زمانہ مین لعن وطعن کی گرم بازاری ہے زبانون پر کلمہ تکفیر وتفسیق جاری ہے **اقول** ابی حضرت اپنی عیب آپ دوسرون کے سر لگاتے ہین یہ سب کام آپ کے بہائی بندون حنفیون کا ہے ہم اہل حدیث کا آج تک آپ نے کسی رسالے مین دیکہا ہے یا کسی سے سنا ہے کہ اہل حدیث نے کسی پر لعن وطعن کیا ہو یا کسی کو کافر فاسق بنایا ہو بخلاف آپ لوگون کے کہ جس رسالے کو دیکہو کسی کی تکفیر ہے کسی کی تفسیق لعن وطعن تو دنئے بات ہے اس بہرے دعوے پر تالیفات حافظ عبد الشکور ورسالہ جامع الشواہد وانتظام المساجد وغیرہم شاہد ہین اورون کو جانے دیجئے خود اہی نصرة المجتہدین ہی کو چشم انصاف سے ملاحظہ فرمائے کہ جناب امیر الملک نواب والاجاہ سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر پر آپنے کیا کچہ طعن نہین کئے مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب پر کیا کچہ وار نہین کئے اور نداسی مشکور کو ہی پہر دیکہ جائے کہ شیخ ابن تیمیہ کے بارے مین آپ نے ابن حجر مکی سے کیا کچہ اقوال نہاین نقل کئے اور مولوی محمد بشیر صاحب پر کیا زبان درازی کو کام نہین فرمایا اور ارشاد الغی مین کیا غی کی ہے **قوله** فروع فقہیہ ومسائل جزیہ خلافیہ مین ایسی نزاع بڑہی کہ از شرق تا غرب پہونچی الخ **اقول** یہ تو فرمائے فروع فقہیہ کہان کا محاورہ ہے یون لکہتے تو خلاف محاورہ نہوتا فروعات فقہیہ الخ اسی شیخی پر اہل حدیث کو جاہل بناتے ہین سبحان اللہ مبتنی فساد ونزاع کا آپ ہی لوگ ہین آپ تحقیق کرلیوین کہ یہ چہیڑ چہاڑ کس سے شروع ہوئی اہل حدیث کے جانب سے یا حنفیہ کے جانب سے اسکو جانے دیجئے اپنے پرہی اسکو قیاس فرمائے کہ نواب صاحب بہادر پر پہلے آپنے اعتراض کئے یا اہل حدیث کیطرف سے آپکے تالیفات پر اعتراضات شروع ہوئے اور اس نزاع کو شرق سے غرب تک کسنے پہونچایا پس آپ لوگون کے یہی مثل ہے اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ

قولہ ایک فرقہ کیطرف سے دوسرے فرقہ کے مقتداؤن پر تبرا ہونے لگا الخ **اقول**
اہل حدیث نے آجتک کسیکو تبرا نہین کہا مقتدائی تو یکطرف عامہ مومنین کو بھی کبھی سب
وشتم سے یاد نہین کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ اہل حدیث کے زیر نظر یہ حدیث بخاری شریف
کے ہے سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر اور نقل جرح وتعدیل کو تبرا سمجھنا کام جہالت کا ہے
اگر جرح وتعدیل کا نام تبرا ہے تو پہلے جمیع محدثین ومجتہدین پر بھی اطلاق تبرا گوئی کا
صحیح ہوگا اگر ان پر نہین تو اس زمانہ کے اہل حدیث پر بھی نہین ہان یہ تبرا گوئی آپکا
اور آپ کے اہل بلد کا کام ہے یا آپ کے بہایون کا رسالہ کشف الحجاب قاری عبدالرحمٰن
پانی پتی کا ملاحظہ فرمائیے کہ اہل حدیث وان کے مقتداؤن پر اس مین کیا کچھ تبرا لکھا ہے
اور آپ نے جناب نواب صاحب بہادر پر کیا کچھ تبرا نہین فرمایا صاحب تبصرہ نے آپکے
سب تبرون کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے دیکھکر ذرا شرمائیے اور پھر طعن اہل حدیث سے
باز آئیے اور مخالفین کا طریقہ چھوڑئیے اور آپس کے خلاف سے مونہہ موڑئیے اہل
خلاف کے مضحکہ کے باعث نہ بنئیے اہل خلاف کے تو آپ منتظر ہی رہین بہلا ان کا
رد آپ کیسے کرین رد کے بدلے ہر ہر تالیف مین ان کی تعریفین موجود ہین۔
مولوی صاحب دنیا ودین کا پیچہا چھوڑ گئے اہل خلاف کے ثنا مین آخرت کو نہ برباد
کیجئے خیر ہمارا کام سمجھا دینے کا ہے گو آپ مانین یا نہ مانین **قولہ** عجب تر یہ ہے کہ
جہلا جن کو استعداد علمی مطلق نہین اصول وکلیات شرعیہ سے واقفیت وخبر
نہین زبان درازی کرنے لگے الخ **اقول** یہ کام بہی حضرات حنفیہ کا ہے کہ اصول
دین قرآن وحدیث سے تو بالکل بے بہرہ ہین اور زبان درازی پر یہ دلیری کہئیے
وکیل صاحب آپ نے قرآن وحدیث کا علم کس سے پڑہا ہے گو ہمارے مخاطب جناب
مولوی عبدالحی صاحب نے مکہ معظمہ مین جاکر دو تین اجازہ لکہا لئے ہین پر آپکو
تو یہ بہی نصیب نہین جب بڑے شیخ کا یہ حال ہے تو چہوٹے چہوٹے سبحان اللہ

ایسے بے باک ہو کر کھل کھیلے کہ آئمہ محدثین خصوصاً امام الائمہ امام بخاری و شیخ ابن
تیمیہ و شیخنا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب و جناب نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن
خان صاحب بہادر پر طعن و تشنیع شروع کرنے لگے اور امام ابوحنیفہ کو فی سم پر
کوئی طعن نہین کرتا اگر کسی نے ان کے جرح کو نقل کیا یا ان کے مسئلہ کو خلاف
بتایا تو یہ جگہ اعتراض کی نہین یہ عین طریقہ سلف کا ہے اپنے گھر کو دیکھے حافظ ابن
حجر نے لسان مین امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے قَالَ اَبُو یُوسُفَ مُحَمَّد بن
الحَسَن یَکذِبُ عَلَیَّ ترجمہ فرمایا ابو یوسف نے کہ محمد بیٹے حسن کے جھوٹھہ باندھتے ہین مجھ پر
اور کسقدر مسائل مین صاحبین نے امام کا خلاف کیا ہے جو جواب ان صاحبون کا
آپ دیتے ہین وہی اہل حدیث کا در باب جرح و خلاف مسائل مین تصور فرما دین
اگر جواب نہ آوے تو دل کو روئین یا جگر کا ماتم کرین **قولہ** حنفیہ پر مولف ظفر نے
شمشیر برہنہ کھینچی مگر بعون اللہ وہی یہ وہ الٹی پڑی **اقول** مولف ظفر نے تو مسائل
حنفیہ انہین کی معتبر کتابون سے لکھدئے ہین اگر اسی کا نام شمشیر برہنہ کھینچنا ہے تو ان
مسائل کے مخرجین کو روئے کہ ایسے مسائل اپنی کتابون مین کیون لکھ گئے جو قابل
مضحکہ اہل دانش کے ہین ہمارے صاحب ظفر کا کیا قصور تھا ان کا قصور تو یہی
ہے کہ اُنہون نے صفحہ سطر کا پتہ و نشان بتا دیا کہ یہ مسئلہ فلان کتاب کے فلان صفحہ مین
ہے اور یہ بھی کہ اونھون نے اردو زبان مین ان مسائل کو لکھدیا جناب من پہلے مقلدین
کیا کچھ نہین کر گئے مصنف ابن ابی شیبہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اونہون نے اپنے مصنف
مین ایک کتاب ہی امام صاحب کی رد مین لکھی ہے عنوان اس کا یہ ہے کتاب الرد
علی ابی حنیفہ اس مین ایک مسئلہ حنفیہ کا ذکر کیا ہے اور اُس کے مخالف حدیث کو
یہ صاحب ابوبکر بن ابی شیبہ شیخ بخاری و مسلم کے ہین امام الائمہ امام بخاری نے
اپنے جامع مین کیا کچھ رد حنفیہ کا نہین کیا کتاب الحیل ہے کسی استاد سے پڑھ لین

اور بہت سے لوگ مثل ترمذی وغیرہ کے ہین کہ جنہون نے مسائل امام ابوحنیفہ کا رد
کیا ہے متاخرین کا تو حساب ہی نہین مؤلف الظفر المبین نے تو کچھ نئی بات نہین لکھی
جو آپ اُن پر یون موتہ آتے ہین اور طعن تشنیع کرتے ہین اورون کو جانے دیجئے
خود امام محمد رح فرماگئے ہین لَا یَنظُرُ فِی کَلَامِنَا مَن یُرِیدُ اللّٰهُ تَعَالیٰ کَذَا فِی الِلّسَانِ
ترجمہ نہ نظر کرے ہمارے کلام مین جو ارادہ کرتا ہے اللہ تعالے کا ایسا ہی نقل کیا
حافظ ابن حجر نے لسان مین اب خیال فرمائیے یہ شیشہ آپ پر الٹی یا صاحب ظفر پر **قولہ**
بہت امور اس مین غیر واقعیہ مسطور ہین الخ **اقول** یہ بالکل آپ کا زور ہے نہ کوئی امر
اس مین غیر واقعی مسطور ہے نہ مطاعن یہ سب آپ کے فہم کا قصور ہے اور جو آپ کے
بعض احباب اسکے رد کیطرف متوجہ ہین تو ہمارے بھی بہت سی عنایت فرما اسکے جواب
کے طرف متوجہ ہین بالفعل یہ خاکسار آپ کی خدشات کو مخدوش کرتا ہے اور آپ کے
ہفوات کا اظہار کرتا ہے انشا اللہ آپ کے پوری کتاب کا ترتیب سے جواب دیا جاویگا
فانتظرہ **قولہ** نام اس کا نصرۃ المجتہدین الخ **اقول** واہ جناب نام ہی آپ نے خلاف
مسمی کے رکہا ہے نام تو نصرۃ المجتہدین بصیغہ جمع اور سوا ئے ایک مجتہد کے دوسرے
کے نصرۃ کا نام تک نہین آپ کی کتاب پر یہ مثل خوب منطبق ہوتی ہے خوان بڑا
خوان پوش بڑا کہولکر دیکھو تو آدہا بڑا مہ آئندہ سے قول صاحب الظفر المبین کو قال
صاحب الظفر سے تعبیر کیا جاویگا اور شروع قول نصرۃ المجتہدین کو قال المعترض سے
اور اسکے ابعد کو قولہ قولہ سے اور رد کو اقول سے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ
مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ
وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ - قال صاحب الظفر عہ ابہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکہا ہے کہ امام اور مقتدی نماز مین آمین آہستہ کہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے سوا امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس

مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان اکیس حدیثون کا **قال المعترض** اقول ان مین سے بعض حدیثین مطلقاً مثبت جہر ہین **اقول** یہ آپ کی غلط فہمی ہے ان حدیثون مین سے کوئی ایسی حدیث نہین جو جہر پر دلالت نہ کرتی ہو جیسا کہ انشاء اللہ معلوم ہوگا اور یہ مطلقاً کی قید تو آپ کے علم کی قلعی کہول رہی ہے جس کے یہ معنے ہین کہ بعض حدیثین کسی وقت مین مثبت جہر ہین اور کسی وقت نہین هَلْ هٰذَا اِلَّا اِجْتِمَاعُ الْاَمْرَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِیْ مَحَلٍّ وَّاحِدٍ وَّهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِ **قولہ** اور بعض صحیح نہین **اقول** جو صحیح نہین تو وہ حسن سے کم بھی نہین اور احتجاج کے لئے حسن بھی کافی ہے اور آپ نے تو سعی مشکور مین موضوع حدیثون سے استدلال کیا ہے اور فضائل اعمال مین پہلے سرے کی ضعیف حدیث کو بھی عمل کے لئے کافی سمجہا ہے پہر اگر یہان بعض ضعیف ہین تو کیا ہرج **قولہ** اور جو حدیث صحیح مثبت جہر ہے اسکی مخالفت ثابت کرنا دشوار ہے آسان نہین الخ **اقول** آپ کے عقل پر مجہکو نہایت ہی تعجب ہے کہ بے سوچے سمجہے آپ جو چاہتے ہین لکہدیتے ہین جو حدیث صحیح مثبت جہر ہوگی پہر وہ کیون مخالف مذہب امام حنیفہ کے نہ ہوگی کیونکہ مذہب امام ابو حنیفہ کا یہ ہے کہ امام و مقتدی آمین آہستہ کہین کیا آپ کے نزدیک خفا اور جہر مین مخالفت نہین ان مین نسبت مساوات ہے جیسے انسان اور ناطق مین اسی شیخی اور سمجہ پر جواب الظفر المبین کا لکہا یہ بات تو ہر کس و ناکس بہی جانتا ہے کہ بیشک آمین آہستہ کہنا مخالف ہے آمین بالجہر کے اب آپ پر آپ کا کلام ہے عاید کیا جاتا ہے مؤلف نے بغیر غور کئے ہوئے عمدا القصد فریب دہی عوام کے یہ مغالطہ دیا اور آمین بالجہر اور خفا کو ایک ٹہیرایا **قال صاحب الظفر** پہلی حدیث ابو داؤد عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ صَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم فَجَهَرَ بِاٰمِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ روایت ہے وائل بن حجر سے یہ کہ انہنے نماز پڑہی پیچہے رسول خدا صلعم کے پس

پکار کر کہی آمین **قال المعترض** مخالفت اس حدیث کی ساتھ مذہب امام کے موقوف ہے ثبوت اس امر پر کہ جہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل دوامی تہا یا اکثری آور یہ مضمون اس حدیث سے ثابت نہین الخ **اقول** پہلے اس بات کو معلوم کر لینا چاہیے کہ مؤلف نصرۃ المجتہدین نے یہان پر نقل عبارت الظفر المبین مین کمی بیشی کو راہ دیا ہے اول تو کے کا لفظ زائد بڑہایا دوم رضی اللہ تعالی عنہ کو اڑا دیا سوم صلی اللہ علیہ وسلم کو اڑا کر بخیل بنے چہارم دیہ کہ کو اڑا دیا جب حضرت کی کمی بیشی نقل عبارت کا حال معلوم ہوا تو اب ان کے جواب کے طرف توجہ کی جاتی ہے صاحب ظفر نے یہ کسی جگہ دعوے نہین کیا کہ آمین بالجہر آپکا فعل دوامی تہا یا اکثری آور نہ انکے ذمہ ثبوت اس امر کا ہے انکا تو یہ دعوے ہے کہ یہ فعل رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ فعل بعض اوقات مین حضرت صلعم سے ثابت ہے یا اکثر مین یا دوام مین اس سے صاحب ظفر نے کچہ تعرض نہین کیا مین کہتا ہون کہ یہ فعل حضرت صلعم کا دائمی تہا جیسا کہ انشاء اللہ تعالے اس امر کی بحث آیندہ آتی ہے فَانْتَظِرْ جب اس حدیث ابو داود سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلعم نے آمین بالجہر کہا تو اسکی کیا معنے ہین کہ یہ حدیث مخالف مذہب امام کے نہ ہوگی ہان مخالف اس صورت مین نہ ہوتی کہ جب امام کے مذہب مین بعض اوقات مین آمین بالجہر درست ہوتا اور ممانعت صرف دوام یا اکثر کی ہوتی تو البتہ یہ قول آپکا صحیح ہوتا کہ مخالفت اس حدیث کے ساتھ مذہب امام کے موقوف ہے ثبوت اس امر پر کہ جہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل دوامی تہا یا اکثری) جبکہ امام کے مذہب مین کسی وقت مین بہی آمین بالجہر درست نہین تو یہ قول آپکا محض مہمل ٹہرا عقلاً تو اس آپکے قول سے سخت حیران ہین کہ کیسے بغیر سوچ سمجہ کے یہ آپ نے تحریر فرمایا ماحصل کلام کا یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث مخالف مذہب امام کے ہے اگرچہ اس حدیث سے دوام یا کثرت نہ ثابت ہو کیونکہ اس مین تو شک ہی نہین کہ بعض اوقات

مین آمین بالجہر کا کہنا اس سے ضرور ثابت ہوگا جب بعض اوقات مین ثابت ہوا تو بھی
یہ حدیث مخالف مذہب امام کے بوجہ نہ ہونے مذہب امام آمین بالجہر بعض اوقات کے
ٹہیری اور دعوے صاحب ظفر کا ثابت رہا اور کلام جناب کا لغو ہوا و باللہ التوفیق **قال**
صاحب الظفر حدیث دوسری عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ
اللہِ صلعم اِذَا تَلَا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ
آمِیْنَ حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَلِیْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ روایت ہے ابوہریرہ
سے کہا تھے رسول اللہ صلعم جب پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سنتا تھا وہ
شخص جو نزدیک اُن کے ہوتا صف پہلی مین **قال المعترض** اس حدیث سے
بھی فعل دائمی یا اکثری جہر آمین کا ہونا نہین ثابت ہے اور لفظ کان موضوع واسطے
مداومت کے نہین جیسا کہ محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم مین ابواب النوافل
مین ترقیم کیا ہے **اقول** اول تو قطع و برید معترض کا حال معلوم کرلینا چاہیئے اولاً تو
رضی اللہ عنہ کو اڑا دیا دوم ترجمہ غیر المغضوب علیہم کو حذف کیا باوجودیکہ یہ حضرت ایسے
فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہین اور دوسرون کو اس فعل پر طعن کرتے ہین صاحب
ظفر پر تو حضرت نے بے سمجھے قواعد صرف و نحو کے صفحہ ۹ مین یہ اعتراض کیا ہے کہ ترجمہ
ماضی کا غلط کیا اور خود جناب بالکل ترجمے کو ہی ہضم کر گئے معلوم کرلینا چاہیئے کہ حضرت
معترض اکثر نقل کلام صاحب ظفر مین قطع و برید کو راہ دیتے ہین اگر مین کل آپکے
قطع و برید کا حال لکھون تو ایک کتاب مستقل ہو جاوے اور حجم کتاب کا بہت بڑھجاوے
لہٰذا ناظرین منصفین کے خدمت مین گذارش ہے کہ باقی کو اسی پر قیاس کرلیوین
اگر نادیدہ شوق اس کا ہو تو الظفر المبین سے معترض کے نقل کو مطابقت کرکے امتحان
کرلیوین اب اصل جواب کیطرف توجہ کی جاتی ہے اس جگہ بھی معترض نے کلام
سابق کا اعادہ کیا ہے جواب اس کا وہی ہے جو سابقاً گذرا کہ صاحب ظفر نے کچھ

دوام واکثریت کا وجوب نہیں کیا ان کا مقصود تو فقط ثبوت مخالفت ہے کہ یہ حدیث
مخالف مذہب امام صاحب کے ہے سو مخالف ہونا اس حدیث کا مذہب امام سے ظاہر
ہے کما مر تفصیلہ سابقاً فتذکر چونکہ حضرت معترض اس کلام کو بار بار اعادہ کرتے
ہین اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اسکے مفصل بحث کی جاوے اور
مداومت آمین بالجہر کو ثابت کر دکھلایا جاوے یہان پر چند امور بحث طلب ہین اول یہ
کہ اقتدار افعال رسول اللہ صلعم ہین آجتک کسی نے دوام یا اکثریت کو شرط گردانا ہے
یا فقط حضرت معترض صاحب کی ہے یہ بات طبع زاد ہے سو مین کہتا ہون کہ آجتک
کسی نے اہل اصول سے اقتدار افعال آنحضرت صلعم کے لئے دوام یا اکثریت کو شرط
نہین گردانا مسلم الثبوت و اسکے شرح فواتح الرحموت ہین ہے کما سوی ذالک
من الافعال فان علم حکمہ من الوجوب والندب والاباحۃ فالجمھور ومنھم
الشیخ ابوبکر الخصاف التاسی واجب ترجمہ ماسوا اسکے (یعنی مخصوصات آنحضرت
صلعم کے) افعال سے پس اگر جانا جاوے حکم اسکا وجوب استحباب و اباحتہ سے پس جمہور
اور ان ہین سے ہین شیخ ابوبکر خصاف فرماتے ہین کہ اقتدار کرنا واجب ہے عبارت
مسلم سے معلوم ہوا کہ حضرت کے افعال کی اقتدار واجب ہے جس طرح سے وہ فعل
معلوم ہو اگر بطور وجوب کے معلوم ہو تو اقتدا کرنا واجب ہے اگر استحباب سے معلوم
ہو تو استحباب سے باقی رہی دوسری شق کہ اگر حکم ان افعال کا وجوب و ندب سے نہ
جانا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے اسکے بارے ہین صاحب مسلم فرماتے ہین وان
جھل حکم الفعل من الوجوب والندب والاباحۃ فباعتبار الامۃ
مذاھب الوجوب وعلیہ مالک والندب وعلیہ الشافعی والاباحۃ
وھو الصحیح عند اکثر الحنفیۃ والمختار عند الشیخ ابی بکر الخصاف قدس سرہ
ترجمہ اور اگر مجہول ہو حکم فعل کا وجوب و ندب و اباحتہ سے پس باعتبار امت کے

(اس مین) مذاہب ہین (اول مذھب) وجوب اور اسپر ہین امام مالک (دوم مذھب) ندب کا اور اسپر ہین امام شافعی (سوم مذھب) اباحة کا اور اسپر ہین اکثر حنفیہ اور وہی صحیح ہے اور مختار نزدیک شیخ ابوبکر خصاف قدس سرہ کے انتھے لیکن جاننا چاہیئے کہ یہ اباحت جو مختار حنفیہ کا ہے اُس مین ہے جس مین قربت مقصود نہ ہو اگر قربت مقصود ہوگی تو اباحت سے تجاوز کرکے ندب وغیرہ مطلوب ہوگا عبارت مسلم کی میری مدعا کے شاہد ہے کہ اقتدا افعال آنحضرت صلعم مین دوام و اکثریت کی قید نہین کاش حضرت معترض اپنے اصول ہی کیطرف مراجعت فرماتے تو یہ سخن دوام کا زبان پر نہ لاتے اہل اصول نے استحباب و اباحة مین خود دوام کی نفی کردی ہے صاحب مسلم فرماتے ہین یَنۡبَغِیۡ اَنۡ یَکُوۡنَ ذٰلِکَ عِنۡدَ عَدَمِ الدَّوَامِ عَلٰی مُوَاظَبَۃِ الۡفِعۡلِ فَاِنَّہٗ لِلۡوُجُوۡبِ عِنۡدَہُمۡ ترجمہ لائق ہے یہ کہ ہوے وقت عدم دوام کی مواظبت فعل پر پس تحقیق وہی فعل مواظبت والا واجب ہے نزدیک ان کے صدر الشریعۃ تنقیح و اسکے شرح توضیح مین بعد نقل مذاہب اقتدا افعال کے فرماتے ہین وَالۡمُخۡتَارُ عِنۡدَنَا اَلۡاِبَاحَۃُ لٰکِنۡ یَکُوۡنُ لَنَا اِتِّبَاعُہٗ لِاَنَّہٗ بُعِثَ یُقۡتَدٰی بِاَقۡوَالِہٖ وَاَفۡعَالِہٖ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِاِبۡرٰہِیۡمَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا وَذٰلِکَ بِسَبَبِ النُّبُوَّۃِ وَالۡمَخۡصُوۡصُ نَادِرٌ ترجمہ اور مختار ہمارے نزدیک اباحت ہے لیکن ہوگی ہمارے لئے اتباع اسے فعل حضرت صلعم کے اسواسطے کہ بہ تحقیق آنحضرت صلعم مبعوث کیے گئے ہین تو کہ آپکا اقتدا کیا جاوے اقوال اور افعال مین فرمایا اللہ تعالےٰ نے واسطے ابراہیم کے تحقیق مین بنانے والا ہون تمکو لوگون کا امام اور یہی امامت باعث نبوت کے تھی (جو حضرت صلعم مین پائی جاتی ہے) اور مخصوص ہونا در ہے فقط ملا جیون صاحب نے نور الانوار مین بہی ایساہی فرمایا ہے ان نقول بالا سے معلوم ہوا کہ اقتدا ہی افعال و اقوال آنحضرت صلعم مین کسی نے دوام یا اکثریت کی قید نہین

لگائی یہ قید حضرت معترض کے ہی طبع زاد ہے نیز علمار حنفیہ کا عمل بھی اسی پر ہے کہ جو فعل
آنحضرت سے ایک یا دو دفعہ صادر ہوا ہے اوس سے بھی دلیل پکڑتے ہین اب مین اسکی
کچھ مثالین عرض کرتا ہون **مثال اول** رسول اللہ صلعم نے ترتیب قضا کے
ایک دفعہ فرمائی یعنی جب غزوہ خندق مین آپکی تین نماز ظہر عصر مغرب باعث حرب
کفار کے فوت ہوگئین تو آپ لے ان کو ترتیب سے پھر قضا کیا یہ معاملہ ایک دفعہ کا ہے
صاحب ہدایہ نے اسی ایک دفعہ کے فعل سے دلیل پکڑی ہے کہ ترتیب قضا مین واجب
ہے مین آتنا یہی پیار کر دیا ہے کہ اس فعل کو داخل صیغہ امر مین یون کیا ہے کہ آپنے
اسطور سے نماز پڑہی اور فرمایا صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي تو یہ نماز بھی اس امر کے
حینر مین داخل ہوکر موجب ترتیب کی ہوئی اسی طرح سے ہم بھی کہتے ہین کہ رسول اللہ
صلعم نے آمین بالجہر سے نماز پڑہا اور فرمایا کہ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي اسی قاعدہ سے
آمین بالجہر کا وجوب ثابت ہوگا جو احتمال آپ اس مین لگالین گے وہی احتمال ہم ترتیب
مین پیش کرینگے **مثال دوم** آمین کا خفیہ کہنا دوام یا اکثریت تو ایک طرف آپ
ایک دو دفعہ کا ہی آہستہ کہنا صحیح روایت سے ثابت کرین **مثال سوم** عدم
رفع الیدین کا دوام یا اکثریت ثابت کرین **مثال چہارم** ہاتھ زیر ناف باندہنے کا
دوام یا اکثریت ثابت کرین **مثال پنجم** عدم جہر بسم اللہ کے دوام یا اکثریت ثابت
کرین **مثال ششم** نہ کرنے جلسہ استراحت کا دوام یا اکثریت ثابت کرین
مثال ہفتم عمداً گوز مارکر نماز سے خارج ہوجانے کا دوام یا اکثریت تو یکطرف
ایک دو دفعہ کا فعل ہی ثابت کرین **مثال ہشتم** اذکار رکوع وسجود کا دوام یا
اکثریت ثابت کرین اگر کل مثالین لکہون تو ایک کتاب مستقل ہوجائے آپ کو عام
اجازت دیتا ہون کہ موطا امام محمد کے حاشیہ مین جن جن مسائل کو آپ نے
ثابت کیا ہے ان کا ہی دوام ثابت کرین **بحث دوم** اگر بالفرض اس بات کو

تسلیم بھی کریں کہ ثبوت کسی امر مسنون کے لئے دوام یا اکثریت کا ہونا ضروری ہے اور
یہی دوام یا اکثریت دارمدار خلاف اس مسئلہ مسنونہ کے اپنے ضد کے لئے ہے تو بھی میں
کہتا ہوں کہ آمین بالجہر ایسا فعل آنحضرت صلعم کا ہے کہ ترک اسکا کسی سند صحیح یا
حسن سے حضرت سے ثابت نہیں ہوا و من یدعی خلاف ذلک فعلیہ البیان
باقی رہا یہ امر کہ مداومت یا اکثریت اس فعل کی آنحضرت صلعم سے کسی حدیث سے بھی
معلوم ہوتی ہے یا نہیں میں کہتا ہوں کہ چند وجہ سے مداومت آنحضرت صلعم کے اس
فعل پر معلوم ہوتی ہے **وجہ اول** حدیث ابوداؤد کی کان رسول اللہ صلعم
اذا تلا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین ترجمہ تھے رسول اللہ
صلعم جس وقت پڑھتے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہ فرماتے آمین وجہ دلیل کی
اس حدیث سے یہ ہے کہ لفظ اذا اوصاف دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت غیر
المغضوب علیھم ولا الضالین کو پڑھتے تو آمین کہتے اور تلاوت غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین کی ہمیشہ کا رہی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین کی مداومت
بھی ہمیشہ رہی اذا کا عموم اوقات کے لئے ہونا صاحبین کے مذہب کے موافق تو ظاہر
ہے امام صاحب گو اذا کو مشترک مانتے ہیں درمیان عموم اوقات و شرط کے مگر اس مقام
میں شرط کے لئے نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ تلاوت غیر المغضوب علیھم ولا الضالین
کے سبب آمین کا نہیں ہے حالانکہ شرط میں ضرور ہے کہ اول سبب ہو ثانی کا توضیح
نور الانوار میں اس بحث کو مفصل لکھا ہے جس کو شوق ہو اسکی طرف مراجعت کرے
وجہ دوم روایت ابن ماجہ کی قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ
صلعم اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین ترجمہ ابوہریرہ
ترک کیا لوگوں نے آمین کہنا اور تھے رسول اللہ صلعم جس وقت کہتے غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین کہتے آمین وجہ دلالت کی یہ ہے کہ ابوہریرہ بعد وفات رسول اللہ

کے فرماتے ہین کہ حضرتؐ تو جس وقت وَلَا الضَّالِّين فرماتے آمین کہتے لوگون نے آمین
کو ترک کر دیا یہ حدیث نص ہے اس بارے مین کہ حضرت صلعم نے آمین پر دوام کیا
کیونکہ اگر آپ ایک دو دفعہ آمین کہتے تو ابوہریرہ اسقدر تاسف کیون فرماتے نیز اگر
آنحضرت صلعم نے آمین کو فقط دو تین دفعہ کہکر ترک کیا ہوتا تو ابوہریرہ کو لوگ جواب
دیتے کہ حضرت صلعم نے تو کُل ایک دو دفعہ آمین بالجہر کو فرمایا ہے ہم لوگون نے بھی حضرت
صلعم کی اقتدا سے اس فعل کو ترک کیا تو کیا قباحت ہے جب لوگون نے اسپر سکوت
کیا اور ابوہریرہ رضؓ نے بھی لفظ کَانَ وَ اِذَا سے فرمایا تو معلوم ہوا کہ بیشک حضرت صلعم نے
آمین بالجہر پر مداومت فرمائی ہے وَهُوَ الْمَطْلُوب وجہ سوم سنن کبریٰ بیہقی مین ہے
اَخْبَرَنَا اَبُوْ يَعْلٰى حَمْزَةُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعُبَيْدَلَانِيْ قَالَ اَنْبَاْنَا اَبُوْبَكْرٍ
مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَرْوَزِيُّ ثَنَا عَلِيُّ
بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَقِيْقٍ اَنْبَاْنَا اَبُوْ حَمْزَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ
اَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلْعَمْ فِيْ
هٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ
سَمِعْتُ لَهُمْ رَجَّةً بِاٰمِيْنَ وَرَوَاهُ اِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ
وَقَالَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِاٰمِيْنَ نَقَلْتُ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ مِنْ نُسْخَةٍ صَحِيْحَةٍ
كَانَتْ فِيْ قُبَّةِ الْمَحْمُوْدِيَّةِ الْوَاقِعَةِ فِيْ بَلْدَةِ الرَّسُوْلِ صَلْعَمْ
ترجمہ خبر دی ہمکو ابو یعلےٰ حمزۃ بن عبدالعزیز العبیدلانی نے کہا اس نے خبر دی
ہمکو ابوبکر محمد بن حسین قطان نے کہا اسنے حدیث کی ہمکو احمد بیٹے منصور مروزی
نے کہا اسنے حدیث کی ہمکو علی بیٹے حسین بیٹے شقیق نے کہا اسنے خبر دی ہمکو
ابوحمزہ نے مطرف سے اونھون نے خالد بن ابی ایوب سے اونھون نے عطا سے
کہا عطا نے پایا مینے دو سو اصحاب نبی صلعم کو اس مسجد مین جس وقت کہتا

امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ سنا ہے واسطے ان کے بلند
کو ہوانسے تھے ساتھ آمین کے اور روایت کیا اسکو اسحٰق حنظلی نے علی بیٹے مہرؔ
اور کہا بلند کیا اونھوں نے آواز اپنے کو ساتھ آمین کے اس روایت کو مینے نقل
کیا ہے نسخہ صحیحہ سے جو کتبخانہ محمودیہ مین موجود ہے مدینہ منورہ مین وجہ دلالت اس
حدیث کی یہ ہے کہ عطا تابعی ہین اونھون نے بعد رسول اللہ صلعم کے دوسو صحابہ
کو دیکھا کہ مسجد نبوی مین آمین بلند آواز سے کہتے تھے اگر رسول اللہ صلعم نے ایک دو
دفعہ آمین بالجہر کہا ہوتا تو یہ صحابہ بعد حضرت صلعم کے اسپر کیون عمل کرتے ان صحابہ
ہم غفیر کا بعد حضرت کے آمین بالجہر کہنا دلیل ہے کہ حضرت نے اسپر دوام کیا ہے
اگر حضرت دوام نہ فرماتے تو یہ صحابہ بھی ترک کرتے نیز اسکے موید وہ روایت
ہے جو بخاری کے صفحہ ۱۰۷ میں ابن زبیر سے مروی ہے آمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ
وَرَآءَهُ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً ترجمہ آمین کہتے ابن زبیرؓ اور جو
اون کے مقتدی تھے یہانتک کہ اہل مسجد کے لئے آواز مسجد مین بلند ہوتی وجہ دلالت
کی اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت صلعم دوامًا اس فعل پر نہ فرماتے تو یہ
صحابہ اس فعل پر کیون عمل کرتے وجہ چہارم امام ترمذی اپنے جامع مین
بعد تخریج حدیث وائل بن حجر کے درباب حدیث آمین بالجہر کے فرماتے ہین۔
(قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ
مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ
يَرَوْنَ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ صَوْتَهٗ بِالتَّاْمِيْنِ وَلَا يُخْفِيْهَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ
وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ) ترجمہ کہا ابو عیسٰے نے حدیث وائل بیٹے حجر کی حدیث
حسن ہے اور ساتھ اسکے فرماتے ہین جمعیت سے اہل علم اصحاب النبی صلعم اور
تابعین سے اور جو شخص بعد ان کے ہین دیکھتے ہین کہ بلند کرے آدمی آواز

اپنے کو آمین کے ساتھ اور نہ پوشیدہ کیے اسکو آسکے ساتھ کہتے ہین شافعی اور احمد و
اسحٰق وجہ دلالت کی اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم ایک دو دفعہ آمین بالجہر
کہتے تو اکثر اہل علم صحابہ و تابعین سے و اکثر مجتہدین اسکے کیون قائل ہوتے ان وجوہ
بالا سے کسی منصف کو آمین بالجہر کی مداومت مین شک باقی رہیگا **بحث سوم**
اس امر مین ہے کہ آیا کان سے دوام سمجھا جاتا ہے یا دوام نہین سمجھا جاتا مین کہتا
ہون کہ لفظ کان کا مشترک ہے دوام و انقطاع کو جیسا قرینہ پایا جاویگا ویسی مراد
ہوگا بقاعدہ تعیین مشترک کے اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو کان سے دوام مراد لیا جاویگا
اگر عدم دوام کا ہوگا تو عدم دوام لیا جاویگا شیخ ابن حاجب کافیہ مین فرماتے ہین
فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً لِثُبُوْتِ خَبَرِهَا مَاضِيًا دَائِمًا اَوْ مُنْقَطِعًا **ترجمہ**
پس کان ناقصہ ہوتا ہے واسطے ثبوت خبر اپنے کے زمانہ ماضی مین بطور مداومت
یا انقطاع کے شیخ رضی اسکے شرح مین فرماتے ہین یعنی اَلدَّائِمُ دَائِمًا كَمَا فِي
الْاٰيَةِ وَمُنْقَطِعًا كَمَا فِي قَوْلِكَ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَلَمْ تَدُلُّ لَفْظُ كَانَ عَلٰى
اَحَدِهِمَا بَلْ ذٰلِكَ اِلَى الْقَرِيْنَةِ **ترجمہ** یعنی تحقیق وہی کان آتا ہے
بطور دوام کے جیسا کہ بیچ آیت (كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا) کے اور منقطع جیسا کہ
تیرے قول مین زید تھا کھڑا ہوا اور نہین دلالت کرتا ہے لفظ کان کا اوپر ایک
دو امرون کے بلکہ وہ محتاج ہے طرف قرینہ کے) یعنی جیسا قرینہ پایا جاویگا کان
اسپر دلالت کریگا اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو لفظ کان سے دوام مراد ہوگا اگر قرینہ انقطاع
کا ہوگا تو اس سے انقطاع مراد ہوگا اس مقام پر قرینہ دوام کا موجود ہے جیسا کہ
تفصیل اوپر مذکور ہوئی اور خود اس حدیث سے بھی لفظ اِذَا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کا قرینہ موجود ہے باوجود موجود قرینہ کے پھر بھی دوام نہ
مراد لینا نہایت ہی ناانصافی ہے اس تحقیق سے جواب کلام نووی کا جسکا معنہ منقح

حوالہ دیا ہے اور جواب عبد اللہ بن سالم بصری کا بھی روشن ہوگیا کہ نہ ہونا کان کو
واسطے استمرار کے ہمارے منافی نہیں ہے اور نہ ہم اسکے قایل ہین بلکہ ہم تو قایل
اشتراک کے ہین اور اشتراک کی نفی نہ تو کلام امام نووی سے ہے معلوم ہوتی ہے
نہ کلام عبد اللہ بن سالم بصری مکی سے انتہے یہ تحقیق منصف کے لئے کافی ہے علاوہ
اسکے قاضی شوکانی نے نیل الاوطار کے باب جامع القراءۃ فی الصلوات مین تحریر
فرماتے ہین قَوْلُہٗ کَانَ یَقْرَاُ فِی الْفَجْرِ قَدْ تَقَرَّرَ فِی الْاُصُوْلِ اِنَّ کَانَ تُفِیْدُ
الْاِسْتِمْرَارَ وَعُمُوْمَ الْاَزْمَانِ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُحْمَلَ قَوْلُہٗ کَانَ یَقْرَاُ فِی الْفَجْرِ
عَلَی الْغَالِبِ مِنْ حَالِہٖ صلعم اَوْ تُحْمَلَ عَلٰی اَنَّہَا لِمُجَرَّدِ وُقُوْعِ الْفِعْلِ لِاَنَّہَا
قَدْ تُسْتَعْمَلُ لِذٰلِکَ کَمَا قَالَ ابْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ انتہے اس عبارت سے کان کا مفید
استمرار ہونا اور مجرد وقوع فعل کے لئے اوس کا تعلیل ہونا بھولی ثابت ہے **قولہ پس**
جو فعل ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا ہو اوس پر بھی کَانَ یَفْعَلُ کَذَا کا اطلاق ہوسکتا ہے
اقول ہان بیشک ایک دو دفعہ کے فعل پر بھی اسکا اطلاق ہوسکتا ہے اور
دوام پر بھی پھر بغیر قرینہ کے ایک دو دفعہ مراد لینا اور دوام کو باوجود ہونے قرینہ
کے ترک کرنا نہایت ہی ظلم ہے یا بے سمجھی جناب کی **قولہ** پس ہوسکتا ہے کہ کبھی آپنے
آمین پکار کر کہی ہو اور اوسپر مداومت نکی ہو راوی نے اسکو بلفظ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
سے روایت کیا **اقول** نعم ہوسکتا ہے بیان کافی نہیں ہوسکتا جب تک اس کو
دلیل قوی سے ثابت نہ کرین اگر مجرد احتمال شرع مین جایز رکھے جاوین تو تمام قرآن
وحدیث کا عمل باطل ہوجاویگا مع اسکے ہمنے خلاف اسکا کہ نفی ثابت کر دیا ہے
قال صاحب الظفر تیسری حدیث وَعَنْہُ قَالَ تَرَکَ النَّاسُ التَّاْمِیْنَ
وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ حَتّٰی
یَسْمَعَہَا اَھْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَیَرْتَجُّ بِہَا الْمَسْجِدُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ اور روایت ہے

ابی ہریرہ سے کہا کہ ترک کر دیا لوگون نے آمین کہنا اور تھے رسول اللہ صلعم جب کہتے
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہتے آمین یہانتک کہ سناتے تھے صف اول
والون کو پھر گونجتی ساتھ اسکے مسجد **قال المعترض** اس سے بھی ہمیشہ یا اکثر
ہونا جہر آمین کا نہین ثابت ہے تاکہ مخالفت مذہب امام کی اسکے ساتھ ثابت ہووے
اقول جواب اسکا حدیث اول و دوم مین گذرا اور یہ بھی سابقاً معلوم ہوا کہ اس
حدیث سے دوام ثابت ہوتا ہے معترض اگر نہ سمجھے تو اسکا قصور ہے دوسرے دن پر
کیا ابوہریرہ کا بعد حضرت صلعم کے لوگون کا حال بیان کرنا کہ لوگون نے بعد حضرت
کے آمین بالجہر کو ترک کیا حالانکہ حضرت صلعم جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ
کہتے تو آمین کہتے تھے یہ قرینہ صاف دوام کا ہے **قولہ** علاوہ ازین اس حدیث کی
سند ضعیف ہے بسبب اسکے کہ اسکے رواۃ مین بشر بن رافع ہے **اقول** بشر بن
رافع کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا اس امر پر دال ہے کہ حضرت معترض نے
کبھی کوچہ اصول مین گذر بھی نہین کیا آیا آپ کو نہین معلوم ہے کہ جرح مبہم کا اعتبار
کیا جاتا ہے نہ جرح غیر مبہم کا حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین فرماتے ہین وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ
عَلَی التَّعْدِیْلِ وَاَطْلَقَ ذٰلِکَ جَمَاعَۃٌ وَّلٰکِنْ مَحَلُّہٗ اِنْ صَدَرَ مُبَیَّنًا مِنْ عَارِفٍ
بِاَسْبَابِہٖ لِاَنَّہٗ اِنْ کَانَ غَیْرَ مُفَسَّرٍ لَمْ یَقْدَحْ فِیْ مَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُہٗ **ترجمہ**
جرح مقدم ہے تعدیل پر مطلق کہا ہے یہ ایک جماعت نے لیکن محل اسکا تفصیل
ہے اگر صادر ہوئے جرح مبین جاننے والے اسباب جرح سے اسواسطے کہ تحقیق وہ
جرح اگر ہو غیر مفسر نہین ضرر کریگی حق مین اس کے جس کے عدالت ثابت ہو حافظ
ابن صلاح مقدمہ مین فرماتے ہین وَاَمَّا الْجَرْحُ فَاِنَّہٗ لَا یُقْبَلُ اِلَّا مُفَسَّرًا مُبَیَّنَ السَّبَبِ
ترجمہ لیکن جرح پس تحقیق وہ جرح نہین قبول کی جاتی مگر مفسر جس کا سبب
بیان کیا گیا ہو نیز منہج الوصول کے صفحہ ۱۴۳ مین اس امر کو بخوبی ثابت کیا ہے

اب دیکھنا چاہئے کہ بشر بن رافع کے حق مین کوئی جرح مفسر ہے یا نہین مین کہتا ہون
کہ بشر بن رافع کے حق مین کوئی جرح مفسر دیکھی نہین گئی اور نہ حضرت معترض نے
ہی کوئی جرح مفسر اوسکی حق مین نقل کی ہے حافظ عبد العظیم منذری کتاب الترغیب
و الترہیب مین فرماتے ہیں بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ اَبُو الْاَسْبَاطِ النَّجْرَانِیُّ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ
وَغَیْرُهٗ وَقَوَّاهُ ابْنُ مَعِیْنٍ وَغَیْرُهٗ وَقَالَ ابْنُ عَدِیٍّ لَا بَاْسَ بِاَخْبَارِہٖ
لَمْ اَجِدْ لَهٗ حَدِیْثًا مُنْکَرًا ترجمہ بشر بیٹا رافع کا ابو الاسباط نجران کا رہنے والا
ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور قوی کہا اوسکو ابن معین وغیرہ نے اور کہا ابن
عدی نے نہین ڈر ہے ساتھ حدیثون اوسکی کے نہین پاتا ہون مین واسطے اسکے
حدیث منکر ایسا ہی محمد طاہر فتنی نے قانون مین فرمایا ہے عبارت حافظ منذری سے
یہ معلوم ہوا کہ امام احمد وغیرہ نے بشر بن رافع کو ضعیف کہا ہے اور اسی جرح کو آپنے
بواسطہ عینی کے ترمذی وغیرہ سے نقل کیا ہے سو مین کہتا ہون کہ یہ جرح مفسر نہین
ہے وجیہ الدین حاشیہ شرح نخبہ مین تحت قَوْلِ حَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ اِلَّا اَنَّهٗ اِنْ کَانَ
عَارِفًا مُفَسَّرًا لَمْ یَقْدَحْ کے فرماتے ہین اَیْ لَمْ یُبَیِّنْ مِثْلَ قَوْلِہِمْ فُلَانٌ
ضَعِیْفٌ وَفُلَانٌ لَیْسَ بِشَیْءٍ اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ الخ ترجمہ اسی نہ ظاہر ہو مثل
قول ان کے فلان ضعیف ہے اور نہین ہے کچھ شے یا مثل اسکے آخر تک اور
خود جناب سی شکو رہن ضعیف کو جرح غیر مفسر ٹھیرا چکے ہین چنانچہ منی شکور کے
صفحہ ۱۴۸ مین ہے (اول یہ کہ سوائے جرح مسلمہ کے باقی سب جروح کو جو قول محقق
مین مذکور ہین مفسرہ کہنا محل عجیب ہے کیونکہ منجملہ ان کے حق مین عبد اللہ عمری کی
یَقْوِیْ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ اور قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَلِیِّ الْمَدِیْنِیُّ عَنْ اَبِیْهِ ضَعِیْفٌ
اور قَالَ النَّسَائِیُّ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ بھی قول محقق مین مذکور ہے اور ہر ایک انمین سے
جرح مبہم ہے انتہے بلفظہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ خود آپ کے ہی کلام سے ضعیف وَلَیْسَ بِشَیْءٍ کا

جرح مبہم ہونا ثابت ہوگیا واضح ہو کہ مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ نے السیف المشہور مین اس عبارت کا جواب بخوبی دے دیا ہے سلمہ اور عبد اللہ امری کا ضعیف ہونا جرح مفسر سے ثابت کر دیا ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اہل اصول نے یہ بہی تو کہا ہے کہ جس راوی کے حق مین لفظ ضعیف کا اطلاق کیا جاتا ہے اسکی روایت قابل توقف کے ہوتی ہے جیسا کہ حافظ ابن صلاح نے مقدمہ کے نوع الثالث والعشرون کے تفریع ثالث مین فرمایا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعد اسکے حافظ ابن صلاح نے یہ بہی فرمایا ہے کہ اگر دوسری وجہ سے وہ شک جاتا رہے تو حدیث اسکی احتجاج کے قابل ہوسکتی ہے نیز الفیہ و اسکے شروح مین ہے کہ جس راوی کے حق مین لفظ ضعیف کا اطلاق کیا جاوے اسکی حدیث قابل اعتبار کے ہوتی ہے یہان پر بہی دوسری روایتون نے اوس اشتباہ کو جو بوجہ جرح ضعیف ہونے کے تہا زائل کر دیا اب اس تحقیق سے یہ امر ظاہر ہوا کہ یہ حدیث بوجہ بشر بن رافع کے ضعیف نہین ہوسکتی معترض کی فقط بے علمی کا قصور ہے تنبیہ حضرت معترض کے نظر وسیع ہونیکا حال معلوم ہوگیا اور یہ بہی روشن ہوا کہ حضرت کا مثل طبل تہی کے دعوی ہی دعوے ہے اگر حضرت صحاح ستہ کو بغور تام دیکہہ ہی جانتے تو بہی دونون جگہ بشر بن رافع بشیر بن رافع نہ لکہتے مولانا محمد بشیر صاحب پر توبوجہ لکہنے ابن طاہر کے محمد طاہر کو یہ تشنیع اور خود بشر بن رافع کو اسی صفحہ مین بشیر بن رافع لکہین جناب معترض صاحب اس ڈبل غلطی کو دیکہکر شرمائے اور آیندہ ایسے خیالات سے باز آئے **قال صاحب**

الظفر چوتہی حدیث عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ رَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِآمِينَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ روایت عطا سے کہا کہ پایا مینے دوسو آدمی کو صحابہ سے جب کہے امام وَلَا الضَّالِّينَ بلند کرتے آوازین اپنے ساتہ آمین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی و ابن حبان نے

بیچ صحیح اپنے کے **قال المعترض** یہ حدیث مرفوع نہین بلکہ صحابہ کے فعل کے
اس مین خبر ہے **اقول** اول تو معترض صاحب نے ترجمہ رواہ البیہقی و ابن حبان
فی صحیحہ کا اڑا دیا کیونکہ اگر عوام اس ترجمہ کو دیکھتے تو ان پہ صحت اس روایت کا حال کھل جاتا
عوام کے دہوکہ دینے کے لئے معترض نے اس فعل کو اختیار کیا ہے نصرۃ المجتہدین
کو دیکھو کہ یہ ترجمہ وہان ہے یا نہین اب معترض کے قول کیطرف توجہ کی جاتی ہے
یہ حدیث گو صراحۃ مرفوع نہین ہے مگر حکما مرفوع ہے کیونکہ آمین کا پکار کر کہنا اپنے اجتہاد
سے نہین ہو سکتا ہے لہذا یہ روایت بہی حکما مرفوع ہوئی کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَهُ اَدْنٰی
اِلْمَامٌ مِنَ الْاُصُوْلِ جب یہ روایت حکما مرفوع ہوئی تو قول معترض کا لغو ہوا کہ یہ
روایت مرفوع نہین علاوہ ازین صاحب ظفر نے اسکے مرفوع ہونے کا کب دعوے
کیا ہے اپنے تو یہی کہا ہے کہ جو تہی حدیث لفظ حدیث کا کبہی قول و فعل صحابی پر بہی
بولا جاتا ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَاهِرِ الْاُصُوْلِ **قولہ** اور بمقتضائے تحقیق مولف
جیسا کہ صفحہ ۹ مین ظفر مبین مین ہے روایت موقوف جو صحابی کا قول و فعل ہو
حجت نہین **اقول** اول تو یہ روایت حکما مرفوع ہے کما مر سابقاً اور روایت
مرفوع گو حکما ہو صاحب ظفر کے نزدیک حجت ہے اگر فعل صحابہ کا ہے مانا جاوے
تو بہی حنفیہ پر تو موجب قول امام (اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ) کے حجت ہے
غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحب ظفر نے بالفرض فعل صحابی کے اسکو لکہا ہے باقی رہا یہ
امر کہ بالفعل صحابی کا حجت ہے یا نہین بحث اسکی وہان پر کی جاویگی جس جگہ
معترض نے اس بحث کو لکہا ہے **قولہ** بنا بر علیہ اُن پر یہ الزام ہے کہ یہان اونہون
نے کیون آثار صحابہ سے احتجاج کیا اور امام اعظم پر الزام مخالفت کا دیا **اقول** صاحب
ظفر پر کچہ الزام نہین اونہون نے اس حدیث کو بباعث حکما مرفوع ہونے کے نقل
کیا اور بر تقدیر ہونے آثار صحابہ کے کیون الزام امام اعظم پر نہین ہو سکتا چہ جائیکہ

امام اعظم قول وفعل صحابہ کے حجیت کے قائل ہین اس اثر کو قابل الزام کے نہ سمجھنا خوبی فہم حضرت معترض کی ہے **قولہ** علاوہ ازین صحابہ کا طریقہ اس باب مین مختلف تھا الخ **اقول** کسی سند صحیح سے یہ ثابت نہین کہ فلان صحابی نے آمین آہستہ کہی ہو باقی رہا یہ شبہ جو حدیث ابوہریرہ سے ناشی ہوتا ہے کہ لوگون نے آمین بالجہر کو ترک کیا تھا ان دفاع اسکا چند وجہ سے ہے **اول** یہ کہ معلوم نہین کہ وہ تارک صحابہ تھے یا تابعین ہو سکتا ہے کہ وہ تارکین تابعین سے ہون اور تابعین کا ترک کچھ موجب ضرر کا نہین **دوم** اگر صحابہ بھی مانین جاوین تو بھی یہ ترک انکا کچھ استناد سے نہ تھا بلکہ مجرد تکاسل سے تھا کیونکہ اگر یہ ترک انکا کسی دلیل سے ہوتا تو ابوہریرہ کو جواب دیتے کہ آپ کیون تحسر وافسوس ہمارے ترک سے کرتے ہین ہمنے تو اس دلیل سے تمسک کرکے ترک کیا ہے **وجہ سوم** ہوسکتا ہے کہ تارکین کو اولا حدیث آمین بالجہر کی نہ معلوم ہوئی ہو جب ابوہریرہ نے تنبیہ کی تو معلوم ہوا اور یہی وجہ اختلاف ایمہ کی ہے کہ ان کو حدیث نہ ملی ہو مگر اہنین ایمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ملے تو ہم لوگونکا وہی قول ہے تو بموجب وصیت ایمہ کے اب اس اختلاف کو اٹھا دینا چاہیئے اور حدیث آمین بالجہر پر عمل کرنا چاہئے **قولہ** پس اگر جہر کرنے والے ان صحابہ کے طریقہ سے احتجاج کرینگے جو جہر کرتے تھے تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے **اقول** جہر کرنے والے فقط ان صحابہ کے طریقہ کو جو جہر کرتے تھے معترض استدلال مین نہین پیش کرتے بلکہ احادیث مرفوعہ سے سند لاتے ہین اور صحابہ کے طریقہ کو محض استحسان کے لئے پیش کرتے ہین اور آہستہ کہنے والون کو الزام دیتے ہین کہ نہ تو تمہارے پاس کوئی حدیث صحیح مرفوع آمین آہستہ کہنے پر ہے نہ طریقہ صحابہ کا باقی یہ آپ کا قول (تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے الخ) محض دھوکہ دہی عوام ہے کسی صحابی کا

نقل آمین آہستہ کہنے کا سند صحیح سے ثابت نہین ہے مَنْ یَدَّعِی خِلَافَ ذٰلِكَ
فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبَرَاهِيْنِ الْقَوِيَّةِ وَالْاَدِلَّةِ الْجَلِيَّةِ قولہ طبری نے تہذیب الآثار
مین روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ عینی
عمدۃ القاری شرح بخاری مین لکھتے ہین اقول یہ روایت بر تقدیر اسکے کہ تہذیب الآثار
مین ہے ضعیف قابل احتجاج کے نہین ہے پہلے راوی اسکے اَبُوْبَکْرِ بْنُ
عَیَّاشٍ ہین وہ کَثِیْرُ الْغَلَطِ ہین نیز حافظہ انکا آخر مین خراب ہو گیا تھا
ترمذی اپنے جامع مین تحت حدیث مَرْوِیِّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ثَلَاثَةٌ
يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ کر فرماتے
ہین و اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ کَثِیْرُ الْغَلَطِ امام بخاری رسالہ جزء رفع الیدین
مین فرماتے ہین قَالَ الْبُخَارِیُّ قَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدِیْثُ اَبِیْ بَکْرٍ
عَنْ حُصَیْنٍ اِنَّمَا ھُوَ تَوَھُّمٌ مِّنْهُ لَا اَصْلَ لَهٗ ترجمہ بخاری نے کہا
یحیی بیٹے معین نے حدیث ابوبکر بن عیاش کے حصین سے سوا اسکے نہین کہ
وہم ہے ابوبکر سے نہین اصل واسطے اس حدیث کے اسی رسالہ امام بخاری
کے دوسرے جگہ مین ہے قَالَ صَدَقَةُ اَنَّ الَّذِیْ یَرْوِیْ حَدِیْثَ مُجَاهِدٍ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ التَّکْبِیْرَةِ کَانَ صَاحِبُهٗ
فَقَدْ تَغَیَّرَ بِاٰخِرِهٖ ترجمہ کہا صدقہ نے تحقیق وہ شخص کہ روایت کرتا ہے
حدیث مجاہد کو ابن عمرؓ سے کہ ہر آئینہ وہ نہین رفع الیدین کرتے تھے مگر تکبیر اولے
مین تھا صاحب اسکا (یعنی ابوبکر بن عیاش) متغیر ہوا تھا حافظہ اسکا آخر
عمر مین حافظ ابن حجر تقریب مین فرماتے ہین اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ بِتَحْتَانِیَّةٍ وَ
مُعْجَمَةٍ ابْنُ سَالِمٍ الْاَسَدِیُّ الْکُوْفِیُّ الْمُقْرِیُّ الْحَنَّاطُ بِمُهْمَلَةٍ وَنُوْنٍ
مَشْهُوْرٌ بِکُنْیَتِهٖ وَالْاَصَحُّ اَنَّهَا اِسْمُهٗ وَقِیْلَ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ اَوْ عَبْدُ اللّٰهِ اَوْ

سَالِمٌ اَوْشُعْبَۃُ اَوْ رُوْبَۃُ اَوْمُسْلِمٌ اَوْخِدَاشٌ اَوْمُطَرِّفٌ اَوْحَمَّادٌ اَوْحَبِیْبٌ عَشَرَۃُ اَقْوَالٍ ثِقَۃٌ عَابِدٌ اِلَّا اَنَّہٗ لَمَّا کَبِرَسَاءَ حِفْظُہٗ الخ **ترجمہ** ابوبکر بیٹے عیاش کے ساتھ تحتانیہ اور معجمہ کے بیٹے سالم اسدی کے کوفہ کے رہنے والے منسوب قبیلہ مقری کے الحناط ساتھ مہملہ اور نون کے مشہور ہین ساتھ کنیت اپنے کے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نام اسکا ہے اور کہا گیا نام اسکا محمد ہے یا عبداللہ یا سالم یا شعبہ یا روبہ یا مسلم یا خداش یا مطرف یا حماد یا حبیب دس قول ہین ثقہ عابد ہے مگر ہر آئینہ جبکہ وہ بوڑھا ہوا تو حافظہ اسکا خراب ہوگیا آخر تک نیز ذہبی نے بھی میزان مین ابوبکر بن عیاش کے حق مین لکہا ہے کہ آخر عمر مین حافظہ اسکا خراب ہوگیا تہا ان اقوال مذکور بالا سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش کثیر الغلط ہین اور نیز آخر عمر مین حافظہ ان کا خراب ہوگیا تہا اور یہ بات کتب اصول مثل مقدمہ وشرح نخبہ کے ثابت ہے کہ جس راوی کا حافظہ خراب ہوگیا ہو اوسکی روایت معتبر نہ ہوگی جب تک یہ امر نہ معلوم ہو کہ یہ روایت قبل تغیر کے ہے یا بعد تغیر کے نیز کثیر الغلط کے روایت کا اعتبار بہی نہین کیا جاتا کیونکہ یہ جرح مرتبہ رابع کی ہے اور جس شخص کے حق مین اس جرح کا اطلاق کیا جاتا ہے اوسکی روایت معتبر نہین ہوتی تو یہ روایت بہی غیر معتبر ٹہیری دوسرے راوی اس مین ابی سعید ہین معلوم نہین کہ یہ ابی سعید کون ہین ان کی توثیق آپ کے ذمہ ہے اور یہ بہی معلوم نہین کہ ابوبکر بن عیاش سے ان کا لقا ثابت ہے یا نہین ایسے ہی ابی وائل معلوم نہین کون شخص ہین ابی سعید کی ان سے ملاقات ہے یا نہین ظاہر تو یہ دونون مجہول ہین اور نہ آپس مین ان کے لقا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی یہ بہی ثابت کرین کہ مولف تہذیب الآثار کو ابوبکر بن عیاش سے لقا ہے یا نہین بغیر ان امور کے طے کرنے کے اس روایت کو معرض استدلال مین پیش کرنا اور اس سے اپنا مقصود ثابت کرنا سوائے حماقت کے اور کیا کہین جب یہ روایت ضعیف اور منقطع ٹہیری تو قابل احتجاج کے

ہوئی **قال صاحب الظفر** پانچوین حدیث قال عطاءٌ آمِيْنَ دُعَاءٌ وَ
اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُنَادِي الْاِمَامَ
لَا تَفُتْنِيْ بِاٰمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ
ذٰلِكَ خَيْرًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ یعنی کہا عطا نے آمین دعا ہے اور آمین کہا ابن زبیر نے
اور جو پیچھے اسکے تھے یہانتک کہ تحقیق گونج اوٹھے مسجد اور ابوہریرہ پکار کر کہدیتے
تھے امام کو کہ مت فوت کرا مجھے کہنا آمین کا اور کہا نافع نے نہین چھوڑتے تھے
اسکو یعنے آمین پکار کر کہنے مین حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے
قال المعترض اس مقام پر مؤلف سے چند مغالطات سرزد ہوئے ایک یہ کہ
اس عبارت مین ایک تو قول عطا کا کہ وہ تابعین سے ہین اور تین صحابہ ابن زبیر و
ابوہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی اس مین فعل یا قول آنحضرت صلعم کا نہین الخ
اقول صاحب ظفر نے ہرہر واحد ان اقوال کو حجت نہین گردانا بلکہ تین صحابہ کے
فعل کو کہ دو اس مین سے حکماً مرفوع ہین اور ایک صراحتاً حجت ٹہیرایا ہے ابن زبیر
و ابوہریرہ کے فعل تو حکماً مرفوع ہین اور ابن عمر کا فعل مع روایت مرفوع کے ہے
اب یہ قول معترض کا کہ کوئی اس مین قول و فعل آنحضرت صلعم کا نہین ہے۔
لغو ہوا اور الزام صاحب ظفر کا ساتھ ان روایتون کے امام اعظم کو صحیح ہوا اگر
فعل صحابہ کا ہی مانا جاوے تو بہی حجت امام پر ہو سکتی ہے کما مرّ آنفاً فتذکر۔
قوله دوسرے یہ کہ ان سب اقوال کو مؤلف نے کہدیا کہ روایت کیا اسکو بخاری
نے حالانکہ اس مین سے ایک کو بہی بخاری نے روایت نہین کیا صحیح بخاری مین
جسکا دل چاہے دیکھ لیوے الخ **اقول** یہ بہی حضرت معترض کی دہوکہا دہی ہے
بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۱۰۷ مین یہ سب اثر موجود ہین جسکا دل چاہے
دیکھ لیوے بعد دیکھنے کے حضرت معترض کے چالاکی پر غور کرے **قوله** البتہ یہ سب

اقوال صحیح بخاری مین بلاسند مذکور ہین الی قولہ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب مین
مذکور ہونا اور چیز ہے اور اس کتاب مین اسکی روایت ہونا اور چیز ہے **اقول** صاحب ظفر
نے یہ کب کہدیا ہے کہ یہ اقوال بخاری مین مع سند کے مذکور ہین فقط صاحب ظفر نے
تو یہی کہا ہے کہ روایت کیا اسکو بخاری نے اور یہ عام ہے کہ بلاسند کے ہو یا مع سند کے
اور اطلاق روایت کو مقید کرنا ساتھ سند کے تخصیص بلامخصص کے ہے دیکھئے بہت سے
جگہ بخاری مین ہے مروی عن فلان کذا و عن فلان کذا حالانکہ وہ بغیر سند کے ہے
تو اسکو بھی آپ غلط ٹھیرا لیجئے آپ کے اس فہم پر نہایت ہی تعجب ہے کہ قول بلاسند کو
روایت سے تعبیر کرنے کو غلط ٹھیراتے ہین مین جانتا ہون کہ کل حدیثین مشکوۃ کو جو
مشکوۃ مین بلاسند مذکور ہین آپ روایت سے خارج کرینگے ایسے ہی منتقی وغیرہ کتب
حدیث کو بھی بغیر روایت کے ٹھیرائینگے حضرت معترض ایسے بے تکی نہ ہانکا کرین کچھ
سوچ سمجھکر زبان قلم سے نکالا کرین بس یہ کہدینا آپ کا کہ ان اقوال کو روایت نہین
کہتے خالی فریب سے نہین **قولہ** تیسرے یہ کہ ان آثار مین سے صرف اثر ابن زبیر تو
بلند آواز کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے **اقول** یہ بھی آپ کی خوش فہمی
کا نتیجہ ہے اثر ابوہریرہ و ابن عمر بھی تامین بالجہر پر صاف دلالت کرتے ہین اگر ابن عمر
آہستہ آمین کہتے تو نافع کیسے معلوم کرتے کہ ابن عمر آمین پر مداومت کرتے تھے اور
اوسکو کبھی ترک نہ کرتے ایسے ہی مروان اگر آہستہ آمین کہتے تو ابوہریرہ کیسے معلوم
کرتے کہ اونھون نے آمین مجھسے پیشتر کہا یا بعد کہا باقی رہا یہ امر کہ ابوہریرہ بھی زور سے
آمین کہتے تھے یا نہین کہتے تھے سو روایت بیہقی مین صاف آگیا ہے کہ ابوہریرہ آمین
ساتھ مد کے کہتے تھے حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری مین عمدۃ القاری سے نقل
کرتے ہین كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُؤَذِّنُ لِمَرْوَانَ فَاشْتَرَطَ اَنْ لَا يَسْبِقَهُ بِالضَّآلِّيْنَ حَتّٰى
يَعْلَمَ اَنَّهُ دَخَلَ فِي الصَّفِّ فَكَانَ اِذَا قَالَ مَرْوَانُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ

اَنَّ اَبُوْهُرَيْرَةَ آمِيْنَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ وَقَالَ اِذَا وَافَقَ تَامِيْنُ اَهْلِ الْاَرْضِ تَامِيْنَ
اَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ مروان کے
موذن تہے شرط کیا تہا مروان سے کہ لفظ ضالین کہے ہین ان سے سبقت نہ کرین
یہانتک کہ جان لیوین کہ ابوہریرہ صف مین داخل ہوگئے ہین پس تہا مروان
جب کہتا وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتے ابوہریرہ آمین دراز کرتے ساتھ آمین کہنے کی آواز
اپنے کو اور فرمایا جب موافق ہوتا ہے آمین کہنا زمین والون کا ساتھ آمین کہنے
آسمان والون کے بخشا جاتا ہے ان کے لئے اب اس روایت بیہقی سے معلوم ہوا
کہ ابوہریرہ آمین زور سے کہتے تہے الغرض نہ سمجہا ان اقوال وافعال سے آمین بالجہر کو
عجایب روزگار سے ہے ع برین عقل ودانش بباید گریست **قولہ** باقی قول عطا
کو تو مطلقا اس بحث سے علاقہ نہین کیونکہ ان کے قول سے تو اتنا معلوم ہوا کہ آمین
دعا ہے الخ **اقول** صاحب ظفر نے ہر ہر واحد سے تو استدلال کیا ہے نہین کہ عطا
کے قول سے اسپر الزام لگایا جاوے بلکہ صاحب ظفر نے تو مجموع کلام من حیث مجموع
سے استدلال کیا ہے اگر عطا کے قول سے آمین بالجہر نہ معلوم ہو تو صاحب ظفر کے
مقصود مین جو استدلال تمین فعل صحابہ سے جو حکما مرفوع ہین ہی کچہ خرابی لازم نہین
آتی **قولہ** اصل دعا مین اخفا ہے بمقتضاے آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً
تو آہستہ کہنا ثابت ہوجاویگا **اقول** اس مین چند وجہ سے کلام ہے **اول** یہ کہ
ہم ہین تسلیم کرتے کہ آمین دعا ہے باقی رہا قول عطا کا ہمپر حجت نہین اور خود حنفیہ
کے نزدیک بہی قول تابعی کا حجت نہین ہوتا بلکہ ہوسکتا ہے کہ اسم آلہی ہو جیسا کہ تفسیر
معالم مین ابن عباس سے منقول ہے یا خاتمہ دعا ہو جیسا کہ روایت ابوداؤد سے
ثابت ہے **دوم** اگر تسلیم ہی کرین کہ آمین دعا ہے تو یہ تسلیم نہین کرتے کہ اصل
دعا مین اخفا ہے دیکہئے سورہ فاتحہ مین اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے آخر تک

کل دعا ہے اسکو آہستہ کیون نہین پڑہا جاتا اگر یہ کہین کہ یہ دعا قرآنی ہے اسلئے اسکو زور سے پڑہا جاتا ہے تو ہم کہین گے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ جو دعا قرآنی ہو اُسکو تو زور سے پڑہا جاوے باقی کو آہستہ مع اسکے تلبیہ حج جج مین پکار کر کہتے ہو وہ بہی تو دعا ہے اسکو کیون پکار کر کہتے ہو حالانکہ یہ دعا ر قرآنی بہی نہین اور بہت سی دعائین ہین جن کا زور سے پڑہنا آنحضرت صلعم سے ثابت ہے آپ اذکار نووی کا ملاحظہ کر لیوین سوم اگر مان بہی لیوین کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا ر مین اخفار ہے توپہر ہم کہینگے یہ دعا مخصوص ہے سنن صحیحہ سے جو آنحضرت صلعم سے اس بارے مین مروی ہین جب تک آپ ان وجوہ مذکورہ بالا کا جواب نہ دیوین اس آئیت سے استدلال ٹہیک نہین **قولہ** اور ابوہریرہ کے قول سے بہی زور سے کہنا نہین ثابت ہوتا ہے الخ **اقول** جواب اسکا گذرا کہ ابوہریرہ کے قول سے آمین زور سے کہنا ثابت ہوتا ہے اور یہ جو آپ نے قسطلانی کے عبارت نقل کی ہے اس سے کچہ مطلب آپ کا نہین نکلتا گو آپ نے بقیہ روایت بیہقی کو جس سے آمین بالجہر نکلتا تہا حذف کر دیا اور ایک ٹکڑا اُس روائیت کا ذکر کیا کیونکہ اس عبارت مین یہ کہین مذکور نہین کہ ابوہریرہ آمین آہستہ کہتے تہے بلکہ پوری روائیت بیہقی کی صاف دلالت کرتی ہے کہ ابوہریرہ رضہ آمین بالجہر کہتے تھے کما مر انتہی **قولہ** اس سے صرف فضیلت اس امر کی معلوم ہوئی کہ مقتدی اور امام دونون کا ایک وقت مین آمین کہنا بہتر ہے نہ یہ کہ زور سے آمین کہے **اقول** اس اُلٹی سمجہ پہ پتہر پڑین جب امام آمین آہستہ کہے گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ اب امام نے آمین کہی خواہ مخواہ یہی ہوگا کہ کبہی مقتدی امام سے سبقت لے جاوینگے یا ساتھ اسکے کہینگے یا پیچہے اسکے ہان جب امام آمین بالجہر کہے گا تو ہمیشہ امام کا آمین کہنا معلوم ہو سکتا ہے خصوصاً مذہب حنفیہ مین تو یہ ہو ہی نہین سکتا کیونکہ موطا امام محمد مین مذکور ہے کہ امام آمین نہ کہے

تو اب بصورت آہستہ کہنے کے یہ احتمال بھی قائم ہوگا کہ شائد امام نے آمین نہ کہا ہو
الغرض بدون آمین بالجہر کے موافقت کامل امام کے آمین سے ہو نہین سکتی **قولہ**
اور قول نافع کے ترجمہ کرنے مین مؤلف سے غلطی فاش ہوئی الخ **اقول** جو ترجمہ
مؤلف نے کیا وہ نہایت ٹھیک ہے غلطی کی کوئی وجہ نہین مؤلف نے جو کلمۂ لم یدعہ
کے مرجع کو اوسفے ذلک کے مشار الیہ کو آمین زور سے کہنا لکھا ہے تو قرینۂ
بقالیہ سے جو نافع کی کلام سے معلوم ہوتا ہے لکھا ہے کیونکہ اگر ابن عمر آمین بالجہر نہ کہتے
تو نافع یہ کیسے فرماتے کہ کبھی ابن عمر نے آمین کو ترک نہین کیا الغرض مدعا صاحب
ظفر کا ٹھیک ہے اور آپکے بے سمجھے کا یہ سب قصور ہے فقط **قال**
صاحب الظفر چوتھی حدیث عن عطاء ادرکت مائتین من الصحابۃ فی
ھذا المسجد اذا قال الامام ولا الضالین سمعت لھم رجۃ بامین رواہ
البیھقی روایت ہے عطاء سے کہ پایا مینے دوسو آدمی کو صحابہ سے بیچ اس مسجد کے
جب کہے امام ولا الضالین سنا مینے انکے آواز ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا
اس حدیث کو بیہقی نے **قال المعترض** یہ روایت عین روایت سابقہ ہے جسکو
مؤلف نے چوتھی حدیث کرکے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اس کو
علیحدہ حدیث بنانا بے فائدہ اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکا **اقول**
اس روایت کو چوتھی روایت کے عین بتلانا جہالت معترض کی ہے تیسری روایت
صحیح ابن حبان و بیہقی کی تھی یہ روایت فقط بیہقی کے ہے اس روایت مین تھا
(رفعوا اصواتھم بامین) اس روایت مین ہے (سمعت لھم رجۃ بامین)
نیز چوتھی روایت کی سند بھی اس روایت سے جدا ہے چنانچہ امام بیہقی
سنن کبری مین فرماتے ہین رواہ اسحق الحنظلی عن علی بن الحسن و
قال رفعوا اصواتھم بامین ترجمہ روایت کیا اسکو اسحق حنظلی نے علی بن حسن

اور کہا بلند کیا آواز بن اپنی ساتھ آمین کہنے کے آور اس روایت کو ابوایوب نے
روایت کیا ہے معترض نے بغیر دیکھے سنن کبری کے کیسی علینت کا حکم لگا دیا
حالانکہ خود ہی حضرت اختلاف الفاظ کے مقرہین اگر ایسا ہی ہے تو یہ کیون نہین
کہدیتے کہ ان سب احادیث کے ایک ہی معنی ہین یعنی آمین بالجہر کے فقط
الفاظ کا فرق ہے ان اکیس حدیث کو ایک بنا ناچاہیے تہا ع برین عقل و
دانش بباید گریست ـ یہ نہین معلوم کہ سند و الفاظ کے فرق سے حدیث دوسری
کہلاتی ہے خیر آپ کے جواب کا رد بہی گذر چکا **قال** صاحب الظفر ساتوین حدیث
عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ
وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ روایت ہے وائل بن حجر رضہ سے کہا تھے رسول
خدا صلعم جب پڑہتے یعنے پہونچے وَلَا الضَّالِّیْنَ تک کہا آمِیْنَ اور بلند کیا ساتھ
آمین کہنے کے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے **قال المعترض**
اس سے حنفیہ پر جب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس امر پر دلالت کرے کہ
بلند کرنا آواز کا آنحضرت کا فعل دائمی یا اکثری تہا الخ **اقول** آپ نے تو ایک
ہی بات سیکہ لی ہے کہ حنفیہ پر جب الزام ہوتا جب حضرت صلعم کا یہ فعل دائمی یا
اکثری ہوتا جواب اس کا حدیث اول و دوم کے تحت مین گذرا کہ مخالفت کا الزام
حنفیہ کو دینا صاحب ظفر کا صحیح ہے مداومت یا اکثریت پر موقوف نہین ہے مع ہذا
یہ فعل آپکا دائمی تہا **قال** صاحب الظفر آٹہوین حدیث عَنْ نُعَیْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ
صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضہ فَقَرَءَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ
حَتّٰی اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ الخ روایت ہے نعیم مجمر سے کہا نماز پڑہی
مینے پیچہے ابی ہریرہ کے پس پڑہی ابی ہریرہ نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پہر پڑہے
سورہ فاتحہ یہانتک کہ جب پہونچے وَلَا الضَّالِّیْنَ تک کہا آمِیْنَ آخر تک

قال المعترض اس روایت مین کہین جہر کا نشان نہین صرف قال آمین ہے
جسکے معنے یہ ہین کہ جب پہونچے ابو ہریرہ ولا الضالین تک کہا اونھون نے امین
اور یہ عام ہے اس سے کہ آہستہ کہا یا زور سے کہا الخ اقول جواب اسکا دو وجہ
سے ہے اوّل یہ ہے کہ تتبع کلام الٰہی و کلام رسول سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ لفظ
قول کا معنے جہر کے لئے حقیقت ہے اور معنے اخفا کے لئے مجاز دو دلیل حقیقت
تبادر ہے کیونکہ قول سے متبادر ذہن طرف معنے جہر کے ہوتا ہے نہ اخفا کے کما لا
یخفے علے من تتبع کلام العرب دقیقا و بالتمام اور صاحب قاموس کا قول بھی
اسی کے موید ہے حیث قال القول الکلام او کل لفظ یذل بہ اللسان
تاما او ناقصا ترجمہ قول کلام ہے یا ہر لفظ جو دلالت کرے اوسپر زبان
تام ہوے یا ناقص منتہی الارب مین ہے (قول) بالفتح سخن یا ہر لفظ کہ ظاہر
کند آن را زبان تام باشد یا ناقص انتہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ قول کا لفظ
جہر کے لئے حقیقت ہے اور اخفاء کے لئے مجاز کیونکہ حقیقت کے یہی معنے ہین کہ جبتک
کوئی قرینہ صارفہ اسکے اصلی معنے سے نہ پایا جاوے معنے دوسرے یعنے مجازی
مراد نہ ہون جب قول کے یہ معنے قرار پائے تو بیشک لفظ قال آمین سے آمین
بالجہر سمجہا جاویگا وہو المقصود وجہ ثانی اگر اسی کو تسلیم کرین کہ لفظ قول کا
مشترک ہے درمیان جہر و اخفاء کے یعنے نہ تو جہر اس سے مراد ہوتا ہے نہ اخفاء
بلکہ دونون مراد ہوسکتے ہین اپنے اپنے قراین سے اگر قرینہ جہر کا ہوگا تو جہر مراد
لیا جاویگا اگر قرینہ اخفاء کا ہوگا تو اخفاء مین کہتا ہون کہ یہان قرینہ جہر کا موجود
ہے وہ وہ نعیم مجمر کا آمین کو سنکر اُس کا نقل کرنا اگر ابو ہریرہ آمین بالجہر نہ کرتے
تو کیسے نعیم کو معلوم ہوتا کہ ابو ہریرہ نے آمین کہا ہے یا نہین کہا حالانکہ نعیم نے
اسکو نقل کیا تو اس قرینہ سے معنے قول کے جہر کے متعین ہوگئے وہو المقصود

اب اس قرینہ کے دفع کرنے کے جو معترض نے احتمال رکیکہ پیدا کئے ہین ان کے مالہ وما علیہ پر نظر کی جاتی ہے **قولہ** تو جواب اسکا یہ ہے کہ ٹھہر وینا نعیم مقتدی کا فعل ابوہریرہ سے مستلزم اس امر کو نہین ممکن ہے کہ بعد فراغت نماز کی ابوہریرہ نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ مین نے آمین کہی **اقول** یہ بالکل خلاف ظاہر کے ہے کوئی عاقل منصف مزاج ایسی بات نہین کہے گا اگر ابوہریرہ نے بعد فراغت نماز کے نعیم سے کہدیا ہوتا تو نعیم ہرگز یون نہ فرماتے اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ بلکہ یون فرماتے ہین فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ لِيْ قُلْتُ بَعْدَ وَلَا الضَّالِّيْنَ آمِيْنَ یعنے جب فارغ ہوئے ابوہریرہ نماز سے کہا واسطے میرے مینے کہا تہا بعد وَلَا الضَّالِّيْنَ کے آمِيْنَ کو اسقدر کلام کو نعیم نے بے وجہ کیون حذف کیا اور اپنے کلام کو بلاغت سے عاری ٹہرایا نیز یہ بہی گذارش ہے کہ ابوہریرہ نے بعد نماز کے آمین کہی کیون بتایا کہ مینے آمین ہی کہا تہا تسبیح التحیات وغیرہ اذکار جو آمین سے بہی ضروری تھے ان کو نہ بتایا یا ترجیح بلا مرجح ہے کہ آمین کو نعیم سے فرما دیا کہ مینے آمین کہی تہی اور اذکار کا نہ ذکر کیا نیز یہ احتمال تکبیر میں بہی جاری ہوگا کہ ابوہریرہ نے لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا بہی آہستہ کہا ہوگا بعد نماز کے نعیم سے کہدیا ہوگا کہ مینے نماز مین لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا بہی کہا تہا مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا حضرت معترض صاحب وہ احتمال پیدا کیا کرین کہ کسی عاقل کے تو سمجھ مین آجاوے **قولہ** یا یہ کہ جب وَلَا الضَّالِّيْنَ تک ابوہریرہ پہونچے اونہون نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے سمجھ گئے کہ اونہون نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نہ تہا **اقول** یہ بہی خلاف ظاہر ہے اسلئے آپ بہی متردد ہین کہ کسی بات پر ٹہیرتے نہین جنابمن ایسے ایسے احتمال بلا دلیل کے اگر پیدا کئے جاوین تو قرآن وحدیث بالکل

معطل ہو جاویگا اور آپکے پیر و مرشد سید احمد خان صاحب کی خوب ہی بن آئیگی آپکے احتمالون سے تو سید صاحب کے احتمال صد ہا درجہ اچھے ہوتے ہین اگر ابو ہریرہ سکوت فرماتے اور اس سکوت سے نعیم آمین سمجھتے تو یون عبارت ہوتی۔ اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّيْنَ سَكَتَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ قَالَ آمِيْنَ ترجمہ جب پہونچے ابو ہریرہ وَلَا الضَّالِّيْنَ تک تو سکوت کیا پس مینے گمان کیا کہ اونہون نے آمین کہا ہوگا نعیم بحر گمان کے لفظ سے نقل کرتے نہ لفظ یقین سے کیونکہ محتمل ہے کہ انہون نے فقط سکتہ مجرد سانس لینے کے لئے کیا ہو یا سورہ کے ساتھ بِسْمِ اللہ ملانے کے لئے کیا ہو جبکو لفظ یقین سے نعیم نے نقل کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابو ہریرہ نے آمین کو بعد وَلَا الضَّالِّيْنَ کے بجہر کہا تہا نعیم نے اپنے اٹکل سے نہین نقل کیا ہے **قولہ** یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہون ابو ہریرہ سے کہ ان کی آہستہ آمین کہنے سے بہی یہ واقف ہوگئے ہون الخ **اقول** یہ احتمال آپ کا سراسر باطل ہے کیونکہ مقتدی کی دو ہی صورتین ہوتی ہین یا پہلو مین امام کے بصورت ایک مقتدی ہونے کے یا پیچہے امام کے بصورت زاید مقتدی ہونے کے پہلے شق تو یہان ممکن نہین کیونکہ حدیث مین لفظ وراء کا موجود ہے جسکے یہ معنے ہین کہ پیچہے ابو ہریرہ کے نماز پڑہے اگر پہلو مین ابو ہریرہ رضہ کے ہوتے تو لفظ جنب کا موجود ہوتا اور نعیم یون فرماتے صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اگر آپ یہ کہین کہ شاید نعیم بہ نسبت اور مقتدیون کے قریب ہوگئے ہون تو اس مین یہ گذارش کی جاویگی کہ اس احتمال کے لئے کوئی قرینہ ہونا چاہیئے نیز نعیم پر الزام مخالفت احادیث تسویۃ الصفوف کا ہوگا کہ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ کو کیون فراموش کر گئے بہرحال یہ احتمال کوسون دور ہے کوئی ایسا حمل پیدا کیجئے کہ جو آپکے پیٹ مین ہضم سکے قطع نظر الغرض آپکے تینون احتمالون سے آپکا مدعا نہ ثابت ہوا

مطلب صاحب الظفر کا کہ جہر آمین ثابت ہو گیا وہو المطلوب **قولہ** نظیر اس کی اخبار صحابہ ہین آنحضرت صلعم کے امور سریہ سے جو صحاح ستہ مین موجود ہین۔ کہ آنحضرت نماز ظہر وعصر مین فلان فلان سورۃ پڑہتے تہے یا درمیان دو سجدہ کے قعدہ مین یہ دعا پڑہتے تہے الی قولہ اس قسم کی روایات بہت پاویگا **اقول** صحاح ستہ کا نام ہی سن لیا ہے یا کبہی دیکہنے کا بہی تبرکا تیمنا اتفاق ہوا ہے آپ کے تقریر سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے سُنے سُنائے جاہلون کے دکہو دہی کے لئے نام صحاح ستہ کا لے دیا ہے اجی حضرت صحاح ستہ مین صحابہ رض سے یہ بہی مروی ہے کہ ہم نے اسطرح سے معلوم کیا کہ حضرت صلعم فلان فلان سورۃ نماز ظہر وعصر مین پڑہتے تہے بخاری اپنے جامع مین فرماتے ہین حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلعم يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَسُوْرَةٍ وَسُوْرَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا **ترجمہ** فرمایا ابو قتادہ نے تہے نبی صلعم پڑہتے دو رکعتون ظہر وعصر مین سورۃ فاتحہ کو اور سورۃ سورۃ کو اور سُناتے تھے ہمکو کبہی اور کتب حدیث مین بہی یہ روایت موجود ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کبہی کبہی ظہر عصر مین صحابہ کو آیۃ سُنا دیتے تھے تو کہ صحابہ کو یہ امر معلوم ہو جاوے کہ حضرت صلعم فلان فلان سورہ پڑہتے ہین ایسی ہی اور دعائین درمیان دو سجدہ و قعدے کے ہیں آنحضرت صلعم نے صحابہ کو تعلیم کی مشکوۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۷۶ مین ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **ترجمہ** روایت ہے ابوہریرہ رض سے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب فارغ

ہوئے ایک تہار اشہد آخر سے پس چاہئے کہ پناہ مانگے چار چیزون سے عذاب جہنم سے اور عذاب قبر سے اور فتنہ زندگی اور موت سے اور فتنہ کانے دجال سے روایت کیا اوسکو مسلم نے بخاری اپنے جامع مین فرماتے ہین۔
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهِ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ **ترجمہ** روایت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے تحقیق اونہون نے کہا واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مجھکو ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ نماز مین اوس کو پڑھون آپ نے فرمایا کہو اے اللہ ہر آئینہ مینے اپنے نفس پر ظلم کیا ظلم بہت اور نہین بخشتا ہے کوئی گناہون کو مگر تو ہے پس بخش واسطے میرے اپنے نزدیک سے اور رحم کر مجھکو تحقیق تو ہے بخشنے والا مہربان ہے انتہی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو اذکار یا سورتین آپسے آہستہ ادا ہوتی تہین بیشک یا تو آپ خود صحابہ کو تعلیم کر دیتے تھے یا صحابہ آپسے سن لیتے تھے کما مر در نہ کوئی دوسرا طریقہ نہین کیونکہ غیب دان تو سوائے ذات اللہ کے اور کوئی ہے ہی نہین شاید معترض صاحب ہون تو ہون جو شخص واقف کلام رسول اللہ صلعم سے ہوگا وہ ہرگز ایسی بات نہ کہے گا **قولہ** پس اگر صرف ذکر کرنا مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑھی مستلزم ثبوت جہر ہووے لازم آتا ہے کہ ان سب روایات سے ان حضرت کا بلند کرنا آواز کا ساتھ ان اذکار اور قرات کے ثابت کیا جاوے **اقول** بیشک جب مقتدی یہ بیان کریگا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ پڑہے یا یہ

وحا دا کی مستلزم جہر کو ہوگا جب تک دوسرے طریق سے اسکا اخفا کرنا ہنین
ثابت ہوگا عمل جہر پر رہیگا بخلاف قرات ظہر وعصر و اذکار قعدہ وغیرہ کے کہ انکی
تعلیم شارع سے ثابت ہے اسی تعلیم کی جہت سے صحابہ اسکو نقل کرتے تہے چونکہ
شارع سے اخفا بہی ان کا ثابت ہے اسلئے اخفا ان مین معمول بہا رہا ان اگر
آپ آمین کا ایسے ہی اخفا کہنا ثابت کرتے تو آپ کو یہ گنجایش تہی کہ آپ نے تعلیم
کے لئے آمین کو جہر سے فرمایا پہر ہمیشہ اخفا کرتے رہے بدون اسکے آپ کی بات
کون سنتا ہے **قال** صاحب الظفر نوین حدیث عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ فِيْ بَابِ الْجَهْرِ بِآمِيْنَ روایت ہے کہ حضرت علی نے
کہا سُنا مینے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کہا وَلَا الضَّالِّيْنَ کہا آمین
روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال**
المعترض سنن ابن ماجہ مین یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حَدَّثَنَا
عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ إِلَى قوله اور یہ حدیث اس اسناد کے محدثین کے
نزدیک مخدوش ہے **اقول** یہ بہی آپ کی دہوکہ دہی ہے اس سند مین
سوائے ابوحاتم کے اور کا کلام دیکہنے مین نہین آیا اور وہ کلام بہی ان کا اس
قابل نہین کہ جس سے ضعف اس سند کا ثابت ہوگا سیجی تمام محدثین کا نام لینا
خالی آپکی چالاکی ہے آپ دس پندرہ ہی محدثین کے کلام سے ضعف اسکا ثابت
کرین فرضًا اگر ضعف ہی ثابت ہوگا تو کیا مضر ہے اسلئے کہ دوسری احادیث
صحیحہ جبر اس نقصان کا کرتی ہین **قولہ** حافظ ابن حجر کی تلخیص الحبیر مین ترقیم
ہے **اقول** سبحان اللہ کیا فصاحت کا کلام ہے اگر یون فرماتے تو کلام آپ کا
عیوب سے پاک ہوتا حافظ ابن حجر تلخیص مین فرماتے ہین علاوہ اسکے لفظ

ترقیم کا معنی تحریر شمل نہین ہے یہ محض جناب کی عربیت دانی ہے **قولہ** تعالیٰ
ابن ابی حاتم فی العلل کہا ابن ابی حاتم نے جو اجلۂ محدثین سے ہین کتاب
العلل مین الیٰ قولہٖ هٰذا عندی خطأ کہ یہ روایت حضرت علیؓ سے میرے
نزدیک خطا ہے انما هو حجر بن عنبس عن وائل نہین ہے یہ روایت آمین
سننے کی آنحضرت صلعم سے مگر حجر بن عنبس سے اونہون نے روایت کیا وائل سے
کہ اونہون نے آمین سنی اور حضرت علی سے سنا آمین کا نہین ثابت ہے وقد اتی
من ابن ابی لیلیٰ فانہ کان سیء الحفظ انتہی یعنی یہ خطا کہ وائل کے روایت
علی کے روایت ذکر کی گئی اور حجر کے عوض حجیہ کا ذکر ہوا ابن ابی لیلیٰ سے ہے
اور تھے وہ سیء الحفظ یعنی حافظہ مین اونکے کسیقدر قصور تھا **اقول** یہ فقط
دعوے ہی دعوے ابو حاتم کا ہے کہ یہ روایت وائل سے ہے نہ حضرت علیؓ سے
یہ دعوے تو تب صحیح ہوتا جب سلمہ بن کہیل نے حجیہ سے نہ سنا ہوتا فقط حجر بن عنبس
سے سماع انکو ہوتا جس صورت مین سلمہ بن کہیل کو دونون سے سماع ہو تو پھر یہ کہنا کہ
یہ روایت حجر بن عنبس سے ہے نہ حجیہ سے محض عبث ہے اسے بات کے موید وہ
ہے جو ترمذی نے اپنے جامع مین فرمایا ہے وفی الباب عن علیؓ وابی ھریرۃ
یعنی روایت ہے اس باب مین علیؓ اور ابی ہریرہؓ سے اگر روایت حضرت علی
سے نہ صحیح ہوتی فقط وائل سے ہی ہوتی تو ترمذی کیون فرماتے کہ اس باب
مین حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے باقی رہا ابن ابی لیلیٰ کا سیء الحفظ ہونا یہ
کچھ مضر نہین متابعات وشواہدات کے واسطے روایت سیء الحفظ کے بھی اعتبار
کی جاتی ہے کما لا یخفی علی الماہر نیز حافظ مغلطائی نے شرح ابن ماجہ مین
فرمایا ہے کہ اس روایت کی دو سندین صحیح بھی ہین اور وہم ابن ابی لیلیٰ کا ہوتا
جب فقط ابن ابی لیلیٰ نے سلمہ بن کہیل سے اسکو روایت کیا ہوتا بلکہ ابن ابی لیلیٰ

عدی بن ثابت سے بہی اس حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے تلخیص مین فرمایا ہے وَسَاوَی الْمُطَّلِبُ بْنُ زِیَادٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلیٰ اَیْضًا عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَہٗ یعنے روایت کیا ہے مطلب بیٹے زیاد نے ابن ابی لیلے سے بہی عدی بیٹے ثابت سے اونہون نے زر بیٹے حبیش سے اونہون نے علی رض سے مثل روایت سلمہ کے فقط اس تحریر سے جواب ابو حاتم کے قول کا بہی معلوم ہوگیا کہ سلمہ نے فقط اس حدیث کو روایت نہین کیا بلکہ عدی بن ثابت نے بہی اسکو روایت کیا ہے مع ہذا حافظ مغلطائی نے دو سندین اسکی صحیح بہی لکہی ہین **قولہ** ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ روایت حضرت علی رض کے نہین ثابت ہوئی تو استدلال اور الزام دینا مولف کا ساقط ہوا **اقول** چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد آپ کیا جانین کہ کس درجہ کی روایت ثابت ہوتی ہے اور کس درجہ کی غیر ثابت چشم انصاف سے دیکہین کہ روایت ثابت ہے یا نہین **قولہ** علاوہ ازین اگر یہ روایت ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی رض کا آمین کو جیساکہ سابقاً تہذیب الآثار سے منقول ہوچکا الخ **اقول** یہ روایت بالکل غلط ہے جیساکہ گذرا اور حضرت علی رض پر افترا ہے **قال** صاحب الظفر دسوین حدیث عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ وَسَمِعْنَاھَا مِنْہُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ فِیْ بَابِ الْجَھْرِ بِاٰمِیْنَ روایت ہے عبد الجبار بن وائل سے اسنے نقل کی اپنے باپ سے کہا نماز پڑہی مینے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پس جب کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا الضَّالِّیْنَ کہا اٰمِیْنَ پس سنا ہم سب نے یعنی جتنے لوگ جماعت مین تھے آمین کو حضرت سے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہتے آمین کے **قال المعترض** الزام ساتھ اس روایت کے

جب درست ہو کہ یہ حدیث بایں سند صحیح ہو حالانکہ اس حدیث میں انقطاع ہے
بسبب اسکے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئی
حدیث نہیں سنی الخ **اقول** اس روایت کو صاحب ظفر نے اس جگہ چند وجہ سے
ذکر کیا ہے **وجہ اول** ذکر کرنا اس روایت کا بطور استشہاد کے ہے نہ بطور
استقلال کے جب ایک مسئلہ میں مختلف طرق سے روایتیں پائی جاویں یعنی
بعض طرق سے صحیح و بعض طرق سے ضعیف بعد ذکر کرنے صحیح کے اگر ضعیف کو بھی
بطور استشہاد کے ذکر کیا جائے تو کیا حرج ہے **وجہ ثانی** چونکہ حنفیہ کے نزدیک
مرسل و منقطع بھی حجت ہیں اس لئے صاحب ظفر نے اس روایت کو حنفیہ کے
الزام کے لئے ذکر کیا ہے کہ تمہارے مذہب میں باوجودیکہ مرسل منقطع سب
حجت ہیں پھر اس روایت پر کیوں عمل نہیں کرتے **وجہ ثالث** روایت
منقطع اسلئے ضعیف گنی جاتی ہے کہ درمیان میں ایک راوی چھوٹا ہوتا ہے الخ
اگر دوسرے طرق سے اتصال اسکا ثابت ہو جاوے تو یہ عیب جاتا رہتا ہے اور
یہ امر یہاں فیہ میں موجود ہے کیونکہ وائل بن حجر سے چند طرق سے یہ روایت بطور
اتصال کے ثابت ہے اور روایت عبد الجبار میں دو احتمال ہیں اول عبد الجبار نے
وائل سے بلا واسطہ سنا ہو دوم واسطہ سے احتمال اول تو باطل ہے اسواسطے
احتمال ثانی ہے ثابت رہیگا بوجہ موید ہونے طرق متصلہ کے اس احتمال کو اب
ذکر کرنا صاحب ظفر کا اس حدیث کو الزام حنفیہ کے لئے صحیح ٹھیرا اور رسوا فہمی
معترض کے معلوم ہوئی **قال** صاحب الظفر گیارہویں حدیث عن ابی ھریرۃ
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ
اٰمِيْنَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ روایت ہے ابی ہریرہ
سے کہا تھے رسول خدا صلعم جب فارغ ہوتے تھے پڑھنے سورہ فاتحہ کے سے

اونچی کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے
اور حسن ٹھیرایا اسکو اور حاکم نے اور صحیح ٹھیرایا اسکو **قال المعترض** اس حدیث
سے بہی الزام جب صحیح ہوجب زور تا بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو۔
اقول آپنے ایک ہی بات سیکھ لی ہے کہ الزام جب صحیح ہوجب دوا تا
بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو جواب اسکا تحت حدیث اوّل و دوم مین
گذر چکا **قوله** اس حدیث کا اور ایسے ہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر
دلالت کرتی ہین حنفیہ اور مالکیہ تین طرح سے جواب دیتے ہین **اقول** آپکو
ضرور ہے کہ کسی کتاب معتبر کا حوالہ لکہین کہ یہ تین جواب فلان مالکی نے اپنے
فلان کتاب مین لکھے ہین اور ایسے ہی فلان حنفی نے فلان کتاب مین
ورنہ آپکی بہتان سازی اور افترا پردازی حنفیون اور مالکیون پر ہے خیر آپکے
خاطر سے آپکے جوابون کا رد بعمدہ کیا جاتا ہے پہلے جوابون کو تو خود ہی آپنے
رد کر دیا ہے اسکے جواب کی تو حاجت نہین باقی دو جوابون کا جواب
سُن لیجئے **قوله** دوسرے یہ کہ یہ جہر کبہی کبہی بیان جواز کے واسطے تھا تا
معلوم ہوجاوے کہ جہر آمین کہنا بھی درست ہے اور مفسد نماز نہین **اقول**
اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ جہر کبہی کبہی بیان جواز کے واسطے تہا بغیر دلیل کے
آپکی بات کون سنتا ہے اگر یہ جہر کبہی کبہی ہوتا تو جمہور صحابہ و مجتہدین اس کے
عمل پر کیون دوام فرماتے اور ابن عمر وغیرہ لوگون کو اسپر کیون برانگیختہ کرتے
بیان اسکا مفصلاً مذکور ہو چکا اگر تسلیم ہی کیا جاوے کہ حضرت ؐ نے یہ جہر
گاہے بگاہے کیا تہا پہر بھی بموجب قاعدہ اصول کے مستحب ہوگا کیونکہ
مستحب اسی کو کہتے ہین جسپر حضرت نے کبہی کبہی عمل کیا ہو اور استحباب
پر عمل کرنا حنفیون کے نزدیک بہی درست ہے (لطیفہ عجیبہ) معترض نے اس

جواب کو زور حنفیون و مالکیون کے لگایا ہے کہ مالکیہ وحنفیہ یہ جواب دیتے ہین
حالانکہ حنفیہ و مالکیہ آمین بالجہر کے جواز کے بطور کلام نکالا ہے کہ ہرگز قائل
نہین ہین یہ فقط معترض کا ان لوگون پر افترا ہے یا معترض نے اب تک اس
مسئلہ مین مذہب مالکیہ وحنفیہ کا سمجھا ہی نہین اہل انصاف معترض کے کیاست
وفراست وفہم وذکاوت کا ملاحظہ فرمادین اور یہی جواب کافی ہے جواب ثالث
کیونکہ ماحصل دونکا ایک ہی ہے **قوله** اس سے یہ نہین لازم کہ یہ جہر سنت
وجاوے اور آہستہ کہنا خلاف سنت ہوجاوے **اقول** آپ کو اب تک
سنت کی تعریف بہی معلوم نہین کیا ثبوت سنیت کے لئے دوام کا ہونا ہی
شرط ہے ع بہین عقل و دانش ببادگریست - سابقاً معلوم ہوا کہ آج تک کسی
اس اصول نے ثبوت سنیت کے لئے دوام کو شرط نہین کہا یہ فقط معترض
کے کوتہ نظری کا باعث ہے **قوله** تیسرے یہ کہ یہ جہر اتفاقاً تہا نہ قصداً الخ **اقول**
جواب اسکا وہی جو جواب دوسرے کا تہا جب یہ تینون احتمال آپ کے
باطل ہوئے تو الزام حنفیہ و مالکیہ پر سابق ان احادیث کے صحیح ہوا - **قال**
صاحب الظفر بارہوین حدیث عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم
قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْن مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ روایت ہو وائل
بن حجر سے کہا سنا مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ پڑھا غَیْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہا آمین دراز کے ساتھ آمین کہنے کے آواز
اپنے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ
نے **قال المعترض** حدیث اس لفظ کے ساتھ سنن ابن ماجہ مین ہے نہ
سنن ابوداؤد مین ان دونون کیطرف نسبت اسکا افترا ہے اور ایسے ہی کہنا

سنن دارمی مین بھی اس حدیث کا نشان نہین آور برتقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اس کا وہی ہے جو سابقاً گذرچکا **اقول** اجی حضرت معترض کچھ تو اللہ سے ڈرو دن دوپہر کو ڈاکہ ڈالنا اچھا نہین الظفر المبین کو غور سے دیکھا بھی تھا یا ایسے ہی جواب لکھنے کو تیار ہو گئے جناب مین صاحب ظفر نے اس روایت کو بحوالہ مشکوۃ کے لکھا ہے چنانچہ اس حدیث کے نمبر ۲ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماوین فرماتے ہین (یہ حدیث مشکوۃ مین باب القراۃ فی الصلوۃ کی دوسری فصل مین ہے) اب اگر یہ روایت مشکوۃ مین اس طرح نہ ہو تو اعتراض آپکا صحیح ہے حالانکہ یہ روایت مشکوۃ مین موجود ہے چنانچہ مشکوۃ مطبوعہ مطبع بمبئی کے صفحہ ۷۶ مین یہ روایت ہے اب آپ اعتراض صاحب مشکوۃ پر کرین نہ صاحب ظفر پر جب آپ صاحب مشکوۃ پر اعتراض کرینگے تو جواب دندان شکن دیا جاویگا بالفعل آپکا مغالطہ اور افترا تو ظاہر ہوا کہ آپ بغیر دیکھے بھالے جو چاہتے ہین لکھدیتے ہین اور جو جواب آپ نے سابقاً دیا ہے وہ مثل آپکی مردود ہے ہو چکا ہے **قال صاحب الظفر** تیرہوین حدیث عَنْ بِلَالٍ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسْبِقْنِیْ بِاٰمِیْنَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ سے یہ کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ سبقت کرو مجھ سے ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے **قال المعترض** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونون کے آمین ساتھ واقع ہونا چاہیئے اور جس وقت امام آمین کہے اسی وقت مقتدی کو بھی کہنا چاہیئے اور یہ امر کچھ جہر پر موقوف نہین آمین خواہ جہر سے ہو یا آہستہ دونون تقدیر پر مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونون ایک ہی وقت آمین کہین **اقول** آپ اگر اس حدیث سے بھی آمین بالجھر

نہ سمجھیں تو آپ کے بے سمجھے کا قصور ہے خفاش اگر آفتاب کو نہ دیکھے تو آفتاب کا
کیا قصور خفاش کا ہی قصور ہے ابی حضرت کچھ غور فرمائیے کہ جب امام نے آمین
آہستہ کہا تو مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے مجھ سے پہلے آمین کہا یعنی مجھ پر آمین
کہنے میں سبقت لے گیا یہ امر جب ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ امام زور سے کہے کہ
مقتدی لوگ سن لیویں ورنہ حالت خفا میں کبھی امام آمین کہنے میں سبقت لیجا دیگا
کبھی مقتدی سبقت لیجا دیگا کبھی دونوں کے معیت ہوگی غرض حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا زور سے آمین کہنا اس حدیث سے ثابت ہوا کیونکہ اگر آپ بلند آواز
سے آمین نہ کہتے تو کیسے بلال کو معلوم ہوتا کہ آپ مجھ سے آمین کہنے میں سبقت
لے گئے ہیں اب صاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض الزام میں پیش کرنا صحیح ہوا
قال صاحب الظفر چوتھی حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا
حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّامِيْنِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ فِيْ بَابِ الْجَهْرِ بِآمِيْنَ
روایت ہے حضرت عائشہؓ سے اسنے نقل کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے کہ فرمایا نہیں حسد کرتے تمسے یہود اوپر کسی چیز کے جسقدر حسد کرتے ہیں
تمسے سلام کرنے میں اور آمین کہنے میں روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے
بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال المعترض** ترجمہ آپ نے ماحسدتکم کا صیغہ
ماضی کا سے غلط کیا ایک طفل مکتب بھی جانتا ہے کہ ماحسدتکم الیہود کے معنے نہیں
حسد کیا یہود نے تمہارا اوپر کسی چیز کے ہے نہ وہ جو آپ نے لکھا **اقول** ناصحا
دل میں ہی اتنا تو سمجھ آپنے کہ ہم + لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان
ہونگے جناب من ترجمہ صاحب ظفر کا بہت ٹھیک ہے کیا آپ نے کتب صرف میں
نہیں پڑھا کہ ابتدا میں ماضی کے معنے مضارع کے لئے جاتے ہیں ایک طفل مکتب

بہی اس امر کو بخوبی جانتا ہے آپ اگر شیخ سندہ ہو کر نہ جانین تو وا اسے آپکے حال پر
کیا آپ نے میزان الصرف و منشعب کے حاشیہ پر ان اشعار ون کو نہین دیکھا
آمدہ ماضی بمعنی مضارع چند جا * عطف ماضی بر مضارع در مقام ابتدا * بعد
موصول و ندا و لفظ حیث و کلما * در جزا و شرط و عطف ہر دو با شدور دعا * ان
شعرون کا مطلب کسی منشعب خوان سے معلوم کر لیوین اور بعد معلوم کر لینے مطلب
کے غور کرین کہ آپکے غلطی ہے یا صاحب ظفر کی اور ماضی کا ترجمہ کرنے سے مطلب
بہی عمدہ نہین نکلتا کیونکہ ماضی کے ترجمہ کا یہ حاصل ہوا کہ یہود نے پہلے آمین اور
سلام پر حسد کیا تہا جسکا مفہوم یہ نکلے گا کہ اب نہین کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے
بلکہ یہود ہمیشہ آمین اور سلام پر حسد کرتے ہین **فایدہ عجیبہ** اس حدیث سے یہ امر بہی
معلوم ہوا کہ جو آمین سے چڑتا ہے وہ بہائی یہود کا ہے تو اب ہمارے حنفی بہائیونکو
چاہیئے کہ آمین سے نہ چڑا کرین **قولہ** اور اس حدیث مین تو کہین پکار کر آمین
کہنے کا ذکر بہی نہین بلکہ خاص نماز مین آمین کہنے کا آہستہ ہو خواہ پکار کی ذکر
بہی نہین صرف اسیقدر اس روایت سے ثابت ہے کہ یہود اہل اسلام کا حسد
کرتے ہین آمین کہنے پر اور سلام کرنے پر اس وجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے
محروم ہین الخ **اقول** اس حدیث سے پکار کر آمین کہنا بخوبی نکلتا ہے کیونکہ
یہود کے حسد کے باعث دو چیز تہے ایک آمین دوسرا اسلام جیسے سلام کی آواز
کو سنکر جلتے تہے ایسے ہی آمین کے آواز کو سنکر جلتے تہے اگر سلام اور آمین
کے آواز وہ نہ سنتے تو انکے جلنے کا کیا موقع تہا کیونکر کوئی کیا جانے کہ آہستہ کیا
کہتے ہین آیا آمین کہتے ہین یا کوئی اور دعا پڑہتے ہین یا کسی کو برا کہتے ہین
چونکہ مسلمان زور سے آمین کہتے تہے یہود لوگ سنکر جلتے تہے نظیر اسکی سنئے
کہ اگر اہلحدیث آمین آہستہ کہتے ہین تو حنفی ہرگز نہین جلتے حنفیون کا جلنا تو ہی ہوتا ہے

جب آمین کی آواز انکے کان مین جاتی ہے اسی کا نام جہر ہے کہ جب ہمارے
آمین کو دوسرون نے سنا تو جہر ثابت ہوا یہی ہو المطلوب باقی یہ رہا کہ یہ آمین کس موقع
مین کہی جاتی تہے ظاہر ہے کہ نماز مین بعد و لا الضالین کے یہ آمین کہی جاتی تہی
جیسا کہ حدیث بیہقی مین اس امر کی تصریح موجود ہے اور وہ حدیث سولہوین ہے
ورنہ ایسے آمین کہنے کا کیا موقع ہے نہ یہ صحابہ سے ثابت ہے کہ اونہون نے سوائے
و لا الضالین یا عقب دعا کے آمین کو کسی دوسرے محل مین کہا ہو و من
یدعی ذلک فعلیہ باثبات ہذا الامر جب اس حدیث سے آمین کا زور سے
کہنا نماز مین ثابت ہو تو لا صاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض الزام مین
صحیح ٹہیرا معترض کا اوپر اعتراض جاننا تقلید ہوئی **قال** صاحب الظفر
پندرہوین حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیہود علی شیء ما حسدتکم علی آمین
فاکثروا من قول آمین رواہ ابن ماجۃ فی باب الجہر بآمین روایت ہے
ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہین حسد کیا تمپر یہود نے کسی چیز مین جیسا کہ حسد کیا تمپر آمین کہنے مین پس زیادہ
کرو کہنے مین آمین کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر
کہنے آمین کے **قال المعترض** آپکو یہی نہین معلوم ہوا کہ اس حدیث مین
کوئی لفظ ایسی نہین جس سے پکار کر کہنا آمین کا ثابت ہو ہر لڑکا بہی سمجہتا ہے کہ
اس حدیث مین صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کے ثابت ہوئی الخ **اقول**
جواب اسکا وہی ہے جو سابقاً حضرت عائشہ کی حدیث کے جواب مین گذرا
قال صاحب الظفر سولہوین حدیث بیہقی نے مرفوع روایت کی ہے کہ
حسد کیا یہود نے اوپر قبلہ کے وہ قبلہ کہ ہدایت کئے گئے ہم طرف اوسکی اور وہ گمراہ

کئے گئے یہود قبلہ سے اور حسد کرتے ہین یہود اوپر جماعت کے اور حسد کرتے ہین اوپر آمین کہنے ہمارے کے پیچھے امام کے الخ **قال المعترض** اس سے بہی صرف آمین کہنے کی فضیلت نماز مین اور حسد کرنا یہود کا اس عبارت پر ثابت ہوا نہ پکار کے آمین کہنا الخ **اقول** اہی کم سن ہین وہ نہین واقف نماز کیا چیز ہے ادا کیا ہے اجی حضرت اگر یہود آمین کے آواز کو نہ سنتے تھے تو کیسے جلتے تہے تم بہے توجب ہی جلتے ہو کہ یہ آواز مبارک اپنے کانون سے سنتے ہو اگر آمین جہر کہی نہ جاوے تو پہر تم کاہی کو جلو مفصل جواب اسکا اوپر گذر اہے انتہی حدیث سے یہ بہی معلوم ہوا کہ صحابہ آمین نماز مین ہی کہتے تہے جس سے یہود جلتے تہے نہ کسی اَور موقع مین یہ روایت ان روائیتون کے جن مین نماز کا ذکر نہین مبین بقاعدہ اصول کے ہوجاویگی اس روایت سے معترض کی جہالت ہر خاص و عام پر واضح ہوگئی کہ اسحدیث مین صاف نماز کا ذکر آگیا ہے معترض حضرت عائشہ کی حدیث وابن عباس کی حدیث کے جواب مین اس حدیث سے آنکھ بند کر کے غافل ہوگئے واہ دیانت اسی کا نام ہے انتہی **قال صاحب لنظفر** سترہوین حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بَابُ جَهْرِ الْمَاْمُوْمِ بِالتَّاْمِیْنِ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلعم نے فرمایا جب کہے امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پس کہو تم آمین پس تحقیق شان یہ ہے کہ جسکے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتون کے بخشے جاتے ہین واسطے اوسکے وہ جو اگلے ہین گناہ اوسکے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے

بیچ باب پکار کر کہنے مقتدی کے آمین کو **قال المعترض** حدیث تو یہ بہت صحیح ہے مگر اسکو جہر آمین کے دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والون پر الزام دینا محض غلط ہے کیا آپ کو نہین معلوم کیون نہ معلوم ہوگا یہ تو میزان منشعب پڑہنے والے بہی جانتے ہین کہ قال کے معنے فارسی مین گفت اور اردو مین کہا اور قول کے معنے فارسے مین گفتار اور اردو مین بات اور قولوا کے معنے فارسی مین بگوئید اور اردو مین کہو تم ہے نہ اسکے معنے آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے کہنا **اقول** جہوٹ سچ باتون سے باز آؤ خدا کے واسطے چپ رہو بس موہنہ نہ کہلواؤ خدا کے واسطے کیا حضرت آپ کو یہ بہی نہین معلوم کہ قول کا لفظ جو بصیغہ خطاب کے واقع ہوتا ہے تو مراد اس سے جہر لیا جاتا ہے حافظ ابن حجر فتح الباری مین فرماتے ہین اَلْقَوْلُ اِذَا وَقَعَ بِہِ الْخِطَابُ مُطْلَقاً حُمِلَ عَلَی الْجَہْرِ وَمَتَی اُرِیْدَ بِہِ الْاِسْرَارُ وَحَدِیْثُ النَّفْسِ قُیِّدَ بِذٰلِکَ **ترجمہ** قول سے جب خطاب مطلق واقع ہوتا ہے تو حمل کیا جاتا ہے جہر پر اور جب ارادہ کیا جاتا ہے اسے قول سے آہستہ کہنے کا اور جی کی بات مقید کیا جاتا ہے ساتھ اسکے اور قسطلانی اس حدیث کے شرح مین فرماتے ہین فِی الْحَدِیْثِ الْاَمْرُ بِقَوْلِ اٰمِیْنَ وَالْقَوْلُ اِذَا وَقَعَ بِہِ الْخِطَابُ مُطْلَقاً حُمِلَ عَلَی الْجَہْرِ وَمَتٰی اُرِیْدَ بِہِ الْاِسْرَارُ اَوْ حَدِیْثُ النَّفْسِ قُیِّدَ بِذٰلِکَ **ترجمہ** اس حدیث مین حکم ہے ساتھ قول آمین کے اور لفظ قول کے ساتھ جب خطاب مطلق واقع ہوتا ہے تو پکار کر کہنا مراد لیا جاتا ہے اور جب ارادہ آہستہ کہنے کا یا جی کی بات کا ہوتا ہے تو لفظ قول کے ساتھ یہ قید بہی لگائی جاتی ہے انتہے عبارت فتح الباری و قسطلانی سے معلوم ہوا کہ لفظ قول کا جب

صیغہ خطاب سے مطلق واقعہ ہوتا ہے تو مراد اس سے پکار کر کہنا لیا جاتا ہے آہستہ
کہنا اب بموجب تحقیق ان نقاد وائمہ تحقیق کے صاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض
استدلال مین لانا ٹہیک ہوا نیز مؤید صاحب ظفر کے یہ امر بہی ہے کہ امام بخاری
بہی اس حدیث کو باب جہر مین لائی ہین اوہنون نے بہی اس حدیث سے جہر ہی سمجہا ہے
اور شراح بہی اسی کے تصریح فرماتے ہین اب اگر آپ کے سمجہ مین نہ آوے تو
وہ سہرون کا کیا قصور اس تحقیق مذکورہ بالا سے قول معترض کا (کہ نہ اسکے معنے
آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے) رد ہوا کیونکہ اس سے پکار کے کہنا بموجب تحقیق
اہل لغت وشراح کے نکلتا ہے **قولہ** اور اگر قال یقول قولوا اور مثل اسکے
اور صیغے جو لفظ قول سے مشتق ہین پکار کر کہنے پر دلالت کرین تو صدہا آیات
قرآنیہ واحادیث نبویہ کے معنے فاسد ہو جاوینگے ہر شخص سمجہ جاتا ہے کہ معنے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے یہ ہین کہ کہو تو اللہ یکتا وتنہا ہے کوئی اسکا شریک نہین
نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے
یہ ہین کہ کہو تو اے حبیب ہمارے کہ اے کافرو نہین بندگی کرتے ہم اس چیز
کی جسکی تم بندگی کرتے ہو یعنے بت وغیرہ نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ
مضمون اگر لکھ کے کفار کو دیا جاوے تب بہی کافی ہوجاویگا الخ **اقول** جس جگہ
مین قرآن وحدیث مین لفظ قول کا بصیغہ خطاب کے بغیر کسی قید کے واقع ہے
تو بیشک معنے اسکے پکار کر کہنے کے ہین ہان اگر کوئی وہان قرینہ صارفہ معنے
جہر سے پایا جاویگا تو البتہ اسوقت معنے جہر کے بوجہ اس قرینہ کے مراد نہ لئے
جاوینگے مثال اسکے یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے قُوْلُوا التَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ
یہاں پر مقتضی صیغہ قولوا کا تو جہر ہی ہے کہ التحیات کو پکار کر کہو مگر قرینہ صارفہ یہاں پر
ایسا ہے کہ جسکے باعث سے التحیات کو آہستہ پڑہا جاتا ہے اور وہ قرینہ صارفہ حدیث

رسول اللہ صلعم کے جو ترمذی کے صفحہ (۳۴) مین ہے باب ماجاء انہ یخفی
التشہد حدثنا ابو سعید الاشج نا یونس بن بکیر محمد بن اسحاق
عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود قال من السنۃ
ان یخفی التشہد قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن
غریب والعمل علیہ عند اہل العلم ترجمہ روایت ہے ابن مسعود
سے کہا انے سنت سے ہے پوشیدہ کرنا تشہد کا کہا ابو عیسیٰ نے حدیث ابن مسعود
کی حسن غریب ہے اور عمل اسپر ہے نزدیک اہل علم کے انتہے بعد اس تمہید کے اب
جواب ان آیات و احادیث کا سننا چاہئے جسکو معترض صاحب نے اپنے دعوے
کی تائید مین نقل کیا ہے۔ اول آیت قل ہو اللہ احد ہے دوم قل یا ایہا الکافرون
جواب ان دونون کا یہ ہے کہ مراد یہان لفظ قل سے جہر ہے کیونکہ یہ دونون
آیتین جواب مین کفار کے نازل ہوئی ہین پہلی آیت کے شان نزول جلالین
مین یون لکھی ہے سئل النبی صلعم عن ربہ فنزل قل ہو اللہ احد
یعنی سوال کئے گئے نبی صلعم رب اپنے سے پس نازل ہوئی قل ہو اللہ احد
عباسی مین ہے ان قریشا قالوا یا محمد صف لنا ربک من ای شیء ہو
من ذہب ہو او من فضۃ فانزل اللہ فی بیان صفتہ ونعتہ فقال قل
یا محمد لقریش ہو اللہ احد لا شریک لہ یعنی ہر آئینہ قریش نے کہا
اونہون نے اے محمد تعریف کر واسطے ہمارے رب اپنے کو کس شے سے وہ
ہے آیا سونے سے یا چاندی سے پس اتارا اللہ نے بیان مین اپنی صفت اور
نعت کے پس فرمایا کہو اے محمد قریش کو وہ اللہ ایک ہے نہین کوئی اسکا شریک
انتہے ایسے ہے شان نزول قل یا ایہا الکافرون مین تفسیر عباسی مین لکھا
ہے ان المستہزئین ہو العاص بن الوائل السہمی والولید بن المغیرۃ

وَاَصْحَابُهُمَا قَالُوْا اِسْتَسْلَمَ اِلٰهَتَنَا يَا مُحَمَّدُ حَتّٰى نَعْبُدَ اِلٰهَكَ الَّذِىْ تَعْبُدُهٗ
فَقَالَ اللّٰهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ الْمُسْتَهْزِءُوْنَ
بِاللّٰهِ وَبِالْقُرْاٰنِ الخ ترجمہ ہرائنہ ہنسی کرنے والے وہ عاص بیٹا وائل
سہمی کا اور ولید بیٹا مغیرہ کا اور ساتھی ان دونون کے تھے کہا اونہون نے
فرمانبردار ہو معبود ہمارے کا اے محمد یہانتک کہ پرستش کرین ہم معبود تیرے کو
وہ معبود جس کی تون عبادت کرتا ہے پس فرمایا اللہ نے کہو اے محمد ان ہنسی
کرنے والون کو اے کفار ہنسی کرنے والو ساتھ اللہ اور قرآن کے آخر تک
فقط ایسا ہی اور تفسیرون مین ہے اب ان دونون کے شان نزول سے معلوم
ہوا کہ یہ آیتین جواب مین کفار کے نازل ہوئی ہین جب تک کفار کو پکار کر نہ
سنائینگے کفار کو کیسے جواب اپنے سوال کا معلوم ہوگا باقی رد لکھکر دینا
سو اسکے لئے لفظ ہے علیحدہ وضع کیا گیا ہے اور اسکا مادہ ہی علیحدہ ہے
یہان گفتگو قول سے ہو رہی ہے نہ کتابت سے کتابت کا ذکر بیچ مین لانا معترض
کی بیوقوفی ہے نیز حضرت کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم کفار سے کہدو ظاہر ہے کہ حضرت
ہمیشہ کفار سے مقابلہ زبانی کرتے تھے نہ لکھکر پہر جب ان دونون کا جواب معلوم ہوا
تو اور آیتون کو بھی اسپر قیاس کرنا چاہیئے اور باقی رہی احادیث جیسے دعائین
سونے کے یا بیدار ہونے کے یا پائخانہ جانے کے سو ہم کہتے ہین کہ مراد ان سے
بھی جہر ہی ہے اسلئے آپنے ان کو یون تعلیم فرمایا کہ اور لوگ بھی ان سے ان
دعاؤن کو سنکر یاد کرلیوین ایسے ہی تَبَارَكَ اسْمُكَ الحمد سے مراد جہر ہی ہے
اور التحیات کا جواب گذرا جو شخص نظر انصاف سے قرآن و حدیث مین نظر
کریگا وہ معترض کے دہوکہ کو بخوبی سمجھ جاویگا اگر کچھ شبہہ بھی ہوگا تو انشاء اللہ
اس تحریر سے وہ شبہہ اسکا جاتا رہیگا اور معاند کا تو کچھ علاج ہی نہین ہوسکتا فقط

قولہ اور ایسے ہی اٹھارہوین حدیث جو صفحہ ۲۰ مین مذکور ہے اِذَا قَالَ اَحَدُکُم

اٰمِیْنَ وَ قَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَاءِ اٰمِیْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی

غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی جسوقت کہتا ہے ایک تم مین سے آمین اور کہتے ہین فرشتے آسمان مین آمین پس موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے بخشے جاتے ہین اسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے پکار کے کہنے کا کہین اس مین نشان نہین **اقول** جواب اسکا ہے مفصلاً گذر چکا کہ بیشک لفظ قولوا سے پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے یہان حاجت تکرار کی نہین **قولہ** اور ایسے ہی انیسوین حدیث جو صفحہ ۲۰ مین ہے بلفظ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ مذکور ہے اور حدیث بیسوین جو صفحہ ۲۰ مین ہے بلفظہٖ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِیُٔ فَاَمِّنُوْا یعنی جسوقت آمین کہنے پڑھنے والا پس کہو تم آمین اور حدیث اکیسوین جو اسی صفحہ مین بلفظہ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا مذکور ہے اور ان تینون احادیث مین صرف آمین کہنے کا حکم ہے پکار کے کہنے کا کہین ذکر نہین **اقول** انیسوین حدیث سے بھی بیشک پکار کر کہنا نکلتا ہے بیان اس کا سترھوین حدیث کے تحت مین گذرا اور بیسوین اور اکیسوین حدیث سے بھی پکار کر کہنا آمین کا نکلتا ہے کیونکہ اسجگہ یہ حکم ہوتا ہے کہ جب امام آمین کہے تو اسکے بعد تم بھی آمین کہو جیسا کہ فا ترتیب کے اسپر دلالت کرتی ہے جب امام آہستہ آمین کہے گا تو کیسے ہم معلوم کرینگے کہ امام اب آمین پکارتا ہے ہم بھی آمین کہین تقریر اسکی مفصل سابقاً گذر چکی فَتَدَبَّرْ وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ فقط غرض ان اکیس احادیث سے آمین کا پکار کے کہنا ثابت ہوا کاش مولانا صاحب ظفر کا ان احادیث کو معرض استدلال مین اپنے موقع پر رہا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ **قال صاحب الظفر** نماز مین آمین پکار کر کہنے کے بارے

اکیس حدیثین کہ جن کا امام اعظم نے خلاف کیا ہے وہ تو گذر چکی ہین لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب مین دلیل امام اعظم کی ان کے مقلد جو حدیثین کہ پیش کیا کرتی ہین وہ یہ ہین **قال المعترض** دعوی زبانی آپ کا کہ امام ابوحنیفہ نے اکیس حدیثکی مخالفت کے کون سنیگا جو آپ کے تحریرات سابقہ کو دیکھیے گا وہ اس قول کو مہمل کہے گا جو آپ نے حدیثین بیان کین اُن مین سے بعض تو نفس آمین کہنے کے ہین پکار کے کہنے سے انسے کچھ علاقہ نہین اور بعضون کے سند ضعیف ہے انسے الزام ممکن نہین اور بعض جو صحیح و قوی ہین اُن سے بھی الزام مقصود نہین جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اسطرح سے کہنا ان سے ثابت ہو الخ

اقول دعوی صاحب ظفر کا زبانی ہی نہین دعوی تو انکا بہت ٹھیک ہے یہ کہئے کہ آپکی سمجھ کا ہی قصور ہے جو ہماری تحریر سابق کو نظر غور سے ملاحظہ کریگا تو اس امر کا حال اسپر کھل جاویگا کہ ان اکیس حدیثون کا بیشک امام نے خلاف کیا ہے گو وہ خلاف دیدہ و دانستہ نہو بلکہ اس خلاف کے کوئی اُذر وجہ ہو جیسے نپہونچنا حدیث کا اور یہ امر بھی اسپر روشن ہوگا کہ کل حدیثین آمین بالجہر پر دلالت کرتی ہین اور جنکی سند ضعیف ہے وہ ضعف ایسا نہین کہ ہمارے مقصود کے کچھ منافی ہو بلکہ وہ ضعف اور طرق سے منجبر ہو سکتا ہے کما مرّ منّا سابقاً اور یہ امر بھی واضح ہوا کہ ثبوت دوام واکثریت کا خلاف ہونے کے لئے کچھ شرط نہین ہے فقط **قال صاحب الظفر** پہلی حدیث رَوَیٰ شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ کُھَیْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِی الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صلعم قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ روایت کیا شعبہ نے سلمہ ابن کہیل سے اسنے حجر باپ عنبس کے سے اسنے علقمہ بیٹے وائل کے سے اسنے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ پس کہا آمین اور
پست کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے
جواب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت پکڑنیکے
نہین کیونکہ ترمذی جو کہ مخرج اس حدیث کا ہے کہا اُسنے کہ سنا مین نے محمد یعنی
بخاری سے کہ کہتے تھے حدیث سفیان کی یعنی جس حدیث مین مدبہا صوتہ یعنی
وراز کیا حضرت نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو آیا ہے وہ حدیث
بہت صحیح ہے شعبہ کے حدیث سے اس باب مین اور خطا کی شعبہ نے اس
حدیث مین کئی جگہ مین پہلی خطا شعبہ راوی کے اس حدیث مین یہ ہے کہا شعبہ
نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اسکی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت
کیا جاتا ہے ابا سکن **قال المعترض** قول بخاری کا قابل اعتبار نہین اور شعبہ
کیطرف نسبت خطا کی صحیح نہین اس وجہ سے کہ کتاب الثقات مین ابن حبان
نے لکھا ہے حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ اَبُو السَّکَنِ الْکُوْفِیُّ وَھُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَہٗ حُجْرُ
اَبُو الْعَنْبَسِ یَرْوِیْ عَنْ عَلِیٍّ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَوٰی عَنْہُ سَلَمَۃُ بْنُ
کُھَیْلٍ انتہے یعنی حجر بیٹے عنبس کے کنیت انکی ابو السکن ہے اہل کوفہ
مین سے ہین اور انہین کو حجر ابو العنبس بھی کہتے ہین روایت کرتے ہین حدیث
کو علی مرتضیٰ اور وائل بن حجر سے اور انسے روایت کی سلمہ بن کہیل نے
اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے ویسا ہی ابو العنبس بھی
اسکی کنیت ہے پس اگر شعبہ نے اسکو ابو العنبس کہا تو کیا گناہ کیا **الجواب اقول**
جواب اسکا دو وجہ سے ہے **وجہ اول** موقوف ہے ایک مقدمہ پر وہ یہ
ہے) مقدمہ (فن جرح و تعدیل مین قول زیادہ معتبر اس شخص کا ہوگا جسکو اس فن
مین مہارت زائد حاصل ہوگی اور دقائق ما خذ علل کو خوب پہچانتا ہوگا مثلاً

اگر دو آیمہ فن اس فن مین کوئی بات فرما دینگے تو ان دونون آیمہ سے اسی شخص کے قول کو ترجیح ہوگی جو ان دونون سے افضل ہوگا جسنے مقدمہ صحیح مسلم کا دیکھا ہوگا اسپر یہ امر پوشیدہ نہین رہیگا محی الدین نووی فرماتے ہین قَالَ مُسْلِمٌ رَحْمَةُ اللهِ تعالے وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صلعم اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ هٰذَا الَّذِي قَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ فِي فَصْلِ التَّعْلِيقِ مِنَ الْفُصُولِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَاضِحًا وَمِنْ فَوَائِدِهٖ تَفَاضُلُ النَّاسِ فِي الْحُقُوقِ عَلٰى حَسَبِ مَنَازِلِهِمْ وَمَرَاتِبِهِمْ

ترجمہ فرمایا مسلم رحمہ اللہ تعالے نے تحقیق ذکر کیا گیا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا عایشہ نے امر کیا ہمکو رسول اللہ صلعم نے یہ کہ اتارین ہم لوگون کو مرتبہ انکے پر یہ وہ شے ہے کہ تحقیق پہلے ہو چکا بیان اسکا فصل تعلیق مین فصلون پہلے سے بطور واضح کے فوائد اسکے سے فرق کرنا لوگون کا حقوق مین موافق مراتب انکے کے اور مراتب انکے کے انتہے یہی وجہ ہے کہ جامع بخاری مقدم کی گئی ہے مسلم پر کیونکہ امام بخاری کو بہ نسبت مسلم کے فضل ہے امام نووی مقدمہ مین فرماتے ہین وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ اَصَحُّهُمَا صَحِيحًا وَاَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ وَمَعَارِفَ ظَاهِرَةً وَغَامِضَةً وَقَدْ صَحَّ اَنَّ مُسْلِمًا كَانَ مِمَّنْ يَسْتَفِيدُ مِنَ الْبُخَارِيِّ **ترجمہ** اور کتاب بخاری زیادہ صحیح ان دونون کے ہے از روے صحت کے اور زیادہ ہے ان دونون سے از رو فوایدکے اور معارف ظاہرہ اور پوشیدہ کے اور تحقیق صحیح ہوا ہے یہ کہ تحقیق مسلم تھا ان لوگون سے جو فایدہ اوٹھایا تھا بخاری سے چند سطرون کے بعد ہے وَمِنْ اَخَصِّ مَا يُرَجَّحُ بِهٖ اِتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّ الْبُخَارِيَّ اَجَلُّ مِنْ مُسْلِمٍ وَاَعْلَمُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِيثِ مِنْهُ

ترجمہ اور مختصر اس چیز سے کہ ترجیح دی جاتی ہے ساتھ اسکے اتفاق علماء کا ہے اسپر کہ تحقیق بخاری بہت بڑے تھے) یعنی علم مین مسلم سے اور زیادہ جاننے والے تھے صناعۃ حدیث کو اس سے مفصل بیان اسکا مقدمہ ابن صلاح وشراح الفیہ مین ہے بعد ممہد ہونے اس مقدمہ کے کہا جاتا ہے کہ ایک جماعت اجلہ محدثین جیسے امام بخاری وابو زرعۃ وابن قطان وترمذی وغیرہ نے حجر بن العنبس کے کنیت کو ابا السکن ٹھیرایا ہے اور ابو العنبس کو غلطی شعبہ کے قرار دیا ہے حالانکہ امام بخاری وابو زرعۃ وابن قطان وترمذی وغیرہ کبھی درجہ صناعۃ حدیث وعلل مین زیادہ ہین ابن حبان سے تو بحکم مقدمہ سابقہ کے قول انہین سب کا معتبر ہوگا نہ قول ابن حبان کا نیز غلطی شعبہ پر ایک جماعت محدثین نے اتفاق کیا ہے پھر تنہا ابن حبان کے انکے مقابلہ مین کون سنتا ہے بلکہ رہا ثبوت اس امر کا کہ آیا امام بخاری وابو زرعۃ وغیرہ نے حجر بن العنبس کی کنیت کو ابا السکن ٹھیرایا ہے نہ ابو العنبس لکھا جاتا ہے ترمذی اپنے جامع مین فرماتے ہین قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَقُوْلُ حَدِیْثُ سُفْیَانَ اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ فِیْ ھٰذَا وَاَخْطَأَ شُعْبَۃُ فِیْ مَوَاضِعَ مِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ عَنْ حُجْرٍ اَبِی الْعَنْبَسِ وَاِنَّمَا ھُوَ حُجْرُ بْنُ الْعَنْبَسِ وَیُکْنٰی اَبَا السَّکَنِ وَزَادَ فِیْہِ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلٍ وَلَیْسَ فِیْہِ عَنْ عَلْقَمَۃَ وَاِنَّمَا ھُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَقَالَ وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ وَاِنَّمَا ھُوَ وَمَدَّ بِھَا صَوْتَہٗ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَۃَ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَ حَدِیْثُ سُفْیَانَ فِیْ ھٰذَا اَصَحُّ **ترجمہ** کہا ابو عیسی ترمذی نے سنا مین نے محمد یعنی امام بخاری) سے فرماتے تھے حدیث سفیان کی زیادہ صحیح ہے حدیث شعبہ سی اسمین اور غلطی کی شعبہ نے کئی جگہ مین اس حدیث مین پس کہا حجر ابو العنبس اور

سوا اسکے نہین کہ حجر بن عنبس ہے اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن اور زیادہ کیا اسمین
عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ حالانکہ نہین ہے اسمین علقمہ سے اور سوا اسکے نہین وہ
حجر بن عنبس ہین روایت کرتے ہین وائل بن حجر سے اور کہا پست کیا ساتھ
اسکے آواز اپنے کو اور سوا اسکے نہین کہ دراز کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو
کہا ابو عیسیٰ نے پوچھا مین نے ابو زرعہ سے اس حدیث سے پس فرمایا حدیث
سفیان کی اس مین زیادہ صحیح ہے حافظ ابن حجر تلخیص مین بعد نقل کرنے عبارت
ترمذی کے فرماتے ہین وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ يُقَالُ وَهِمَ فِيهِ شُعْبَةُ وَقَدْ
تَابَعَ سُفْيَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ اخْتَلَفَ
شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ فِيهِ فَقَالَ شُعْبَةُ خَفَضَ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ رَفَعَ وَقَالَ شُعْبَةُ
حُجْرٌ أَبُو الْعَنْبَسِ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ حُجْرُ ابْنُ عَنْبَسٍ وَصَوَّبَ الْبُخَارِيُّ وَأَبُو زُرْعَةَ قَوْلَ
الثَّوْرِيِّ ترجمہ کہا دارقطنی نے کہا جاتا ہے وہم کیا اس مین شعبہ نے اور
تحقیق تابع ہوا سفیان کے محمد بن سلمہ بن کہیل باپ اپنے سے اور کہا ابن قطان نے
اختلاف کیا شعبہ اور سفیان نے اسمین پس کہا شعبہ نے پست کیا اور کہا ثوری
نے بلند کیا اور کہا شعبہ نے حجر باپ عنبس کا اور کہا ثوری نے حجر بیٹا عنبس کا اور
صواب کہا بخاری اور ابو زرعہ نے قول ثوری کو عبارت ترمذی و تلخیص سے معلوم
ہوا کہ امام بخاری و ابو زرعہ و ابن قطان و ترمذی و دارقطنی کے نزدیک حجر بن
عنبس کے کنیت ابا السکن ہے اور ابو العنبس کنیت اسکے نہین بلکہ غلطی شعبہ کے
ہے تو اب بموجب مقدمہ مذکورہ بالا کے قول انہین حذاق کا اس بارے مین معتبر
رکھا جاوے گا نہ ابن حبان کا کہ امام بخاری و ابو زرعہ و ترمذی سے بہت ہی کم ہے
فقط باقی رہی عینی سو ان کا بھی دار مدار قول ابن حبان کا ہی ہے ایسے ہے
حافظ ابن حجر نے بھی قول ابن حبان کو نقل کیا ہے اور یہ احتمال نکالا ہے کہ شاید

حجر بن عنبس کے دو کنیتین ہون یہ ان کا احتمال ہے بجز دلیل کے ایسے احتمالون کو شنوائی کسب ہوسکتی ہے **وجہ دوم** اگر فرض کرین کہ حجر بن العنبس کے دونون کنیتین ہین ابا السکن بہی اور ابو العنبس بہی تو بہی ہمارے کچھ مضر نہین کیونکہ اصل نزاع خفض اور رفع مین ہے اور خود حضرت معترض نے خفض کا غلط ہونا تسلیم کرلیا ہے جب خفض کا غلط ہونا ثابت ہوا تو استدلال اس حدیث سے حنفیون کا غلط ٹہیر آیا اور یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے **قال صاحب الظفر** دوسری خطا شعبہ کے اس حدیث مین یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا اس حدیث مین علقمہ بن وائل سے اور وہ صحیح اسناد اس حدیث کے نہین **قال المعترض** یہی قول بخاری کی غیر معتبر ہے اس وجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے کہ زیادتے ثقات کے مقبول ہے پس اگرچہ اور تلامذہ سلمہ بن کہیل ہین لیکن شعبہ کے روایت مین اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچھ منافات نہین ہوتی ۱۲ **اقول** اس قول بخاری کا غیر معتبر کہنا جہالت معترض کی ہے شعبہ اگرچہ ثقہ ہے مگر بیشتر شعبہ سے غلطی واقع ہوئی ہے چنانچہ اس امر کا خود آپ نے بہی اقرار کیا ہے آورد اسکا ثبوت کامل طور پر انشاء اللہ تعالے آتا ہے باقی رہا یہ امر کہ زیادتی ثقہ مقبول ہے مطلق زیادتی ثقہ کو مقبول کہنا آپکے عدم واقفیت علم اصول حدیث کی دلیل کافی و برہان شافی ہے اور نہین شرح نخبہ کا ہے مطالعہ کیا ہوتا حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین فرماتے ہین وَاشْتَهَرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُوْلِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيْلٍ وَلَا يَتَأَتّٰى ذٰلِكَ عَلٰى طَرِيْقِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يَشْتَرِطُوْنَ فِي الصَّحِيْحِ اَنْ لَا يَكُوْنَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُوْنَ الشُّذُوْذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَنْ هُوَ اَوْثَقُ مِنْهُ وَالْعَجَبُ مِمَّنْ اَغْفَلَ عَنْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ مَعَ اعْتِرَافِهِمْ بِاشْتِرَاطِ انْتِفَاءِ الشُّذُوْذِ فِيْ حَدِّ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنِ وَالْمَنْقُوْلُ عَنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ كَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بن سعيد بيحيى ويحيى القطان واحمد بن حنبل ويحيى بن معين وعلى بن المدينى
والبخارى وابى زرعة الرازى وابى حاتم والنسائى والدارقطنى وغيرهم
اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة وغيرها ولا يعرف عن احد منهم اطلاق
قبول الزيادة انتهى **ترجمہ** مشہور ہوا ہے ایک جماعت علماء سے قول
قبول کرنے زیادتی کا مطلقاً بغیر تفصیل کے نہین حاصل ہوتی ہے یہ بات
محدثین کے طور پر وہ محدثین کے صحیح مین شرط کرتے ہین کہ شاذ نہو پھر تفسیر
کرتے ہین شذوذ کے مخالف ہونے ثقہ سے اپنے سے زیادہ ثقہ کا اور عجیب ہے
اس شخص سے کہ غافل ہوا اس سے باوجود اقرار کرنے انتفاء شذوذ کو حدیث
صحیح مین اور اسی طرح حسن مین اور منقول آئمہ حدیث متقدمین مثل عبد الرحمن بیٹے
مہدی و یحیی القطان و احمد بیٹے حنبل کے و یحیے بیٹے معین و علی بیٹے مدینی کی
اور بخاری اور ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم اور نسائی اور دار قطنی اور سوا انکے
سے اعتبار کرنا ترجیح کا ہے زیادتی مین ہو یا غیر زیادتی مین ہو اور نہین جانا جاتا ہی
انمین سے اطلاق قبول کرنی زیادت کا فقط آور باقی کتب اصول مین بہی ایسا ہی
ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مطلق زیادتی راوی کی معتبر نہین ہوتی بلکہ وہ
زیادتی معتبر ہوتی ہے جو اپنے سے ارجح کے خلاف نہو بعد اس تمہید کے معلوم کرنا چاہئے
کہ شعبہ کے یہ زیادتے مخالف ہے سفیان کے جو اس سے احفظ ہے اور راجح ہی
سفیان کا احفظ ہونا تو خود حضرت بھی اسی کتاب مین تسلیم کر چکے ہین اور مؤطا امام
محمد کے حاشیہ مین بہی آپ نے اسکا اقرار کیا ہے کہ سفیان احفظ ہے شعبہ سے
تعلیق الممجد کے صفحہ ۳۰۱ مین ہے لان السفیان کان احفظ من شعبۃ اسواسطے
کہ تحقیق سفیان تھا احفظ شعبہ سے آپ آپ ہی انصاف کرین کہ شعبہ کے زیادتے
کیسی معتبر ہوگی چہ جائیکہ شعبہ سے اکثر غلطی ہوا کرتی ہے فقط آور آگے جو آپ نے

عبارت تلخیص کے نقل کے ہے اس سے کچھ آپکا مطلب ثابت نہین ہوتا کیونکہ
جو دو روائتین آپ نے تلخیص سے نقل کی ہین انمین بھی شعبہ موجود ہے اور
شعبہ ہے زیادتے کرنے والا ہے اصل روایت وہی شعبہ کی ہے گو اسکو
چند آدمیون نے روایت کیا ہے چند کس کے روایت سے کیا ہوتا ہے **قال**
صاحب الظفر تیسری خطا شعبہ کی احدیث مین یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا
آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو اور یہ اسکی خطا ہے اور صحیح یہ ہے
کہ دراز کیا آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو **قال المعترض**
اسکے جواب مین عینی نے شرح ہدایہ مین لکہا ہے تَخْطِئَتُہُ مِثْلَ شُعْبَۃَ خَطَاءٌ کَیْفَ
وَھُوَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ انتہے یعنی نسبت خطا کے شعبہ کیطرف
کرنا خطا ہے اور کیونکر صحیح ہو حالانکہ وہ ماہرین علم حدیث اور ثقاۃ رواۃ سے
ہین اور ملقب بامیر المومنین فن حدیث مین ہین پس خطا کرنا ان کا امر مستبعد
ہے لیکن یہ جواب خالی خدشہ سے نہین ہے اسوجہ سے کہ گو شعبہ اجلہ ثقات سے
ہین مگر حفظ مین سفیان سے کم ہین اور اکثر الفاظ روایات مین شک و وھم
کرتے ہین جیسا کہ ناظر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث پر مخفی نہ رہے گا **اقول**
آپ کی اس حق گوئی پر ہمارا نہایت ہی دل خوش ہوا ہے اور یہ سنت
سنیہ آپکی نہایت ہی پسند آئی ہے یہان تو آپ نے اسقدر پر کفایت کی ہے
مگر موطا امام محمد کے حاشیہ مین لکہ دیا ہے کہ اجماع حفاظ کا ہی کہ شعبہ نے
خفض مین وہم کیا ہے اور اصل نزاع اسی خفض مین ہے کہ آیا یہ لفظ خفض
ہے یا رفع جب خفض کا غلط ہونا مسلم فریقین ہوا تو احدیث سے استدلال
آمین خفی پر غلط ٹہرا اور مقصود صاحب ظفر کا کہ یہ حدیث قابل حجت کے نہین
ٹہیک ہوا۔ للہ الحمد کہ آپکی زبان سے اللہ نے حق ظاہر کر دیا آپ نے فقط حوالہ

مسلم پر کنایت کی ہے مگر مین ناظرین تحقیق کے لئے چند جگہ کا جہان پر شعبہ نے خطا
کی ہے لکھنا مناسب جانتا ہون مسلم جلد اول کے صفحہ ۲۲۶ مین ہے حدثنا
مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ
قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي حَسَّانَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى اٰبَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ
قُبُوْرَهُمْ نَارًا اَوْ بُيُوْتَهُمْ اَوْ بُطُوْنَهُمْ شَكَّ شُعْبَةُ فِي الْبُيُوْتِ وَالْبُطُوْنِ **ترجمہ**
روایت ہے علیؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن خندق کے
مشغول کیا ہے (یعنی کفار نے) ہمکو نماز وسطی سے یہانتک کہ لوٹا آفتاب
اپنے مکان مین (یعنی غروب ہوا) بہری اللہ قبرون ان کی کو نار سے اور
گھرون کو یا شکمون کو شک کیا شعبہ نے گھرون اور شکمون مین اور صفحہ ۲۴۲
مین ہے حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ
اَبُوْ بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيْدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَاَلْتُ
اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم اِذَا خَرَجَ مَسِيْرَةَ ثَلٰثَةِ
اَمْيَالٍ اَوْ ثَلٰثَةِ فَرَاسِخَ شُعْبَةُ الشَّاكُّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ **ترجمہ** کہا یزید ہنائی نے
پوچھا مین نے انس بیٹے مالک سے قصر نماز سے پس کہا اسنے تہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے مسافت تین میل کی یا تین فرسخ کی شعبہ شک کرنیوالا
ہے پڑہتے دو رکعت فائدہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو کل نو میل ہوئے اور صفحہ ۲۵۹
مین ہے حدثنا محمد بن مثنٰی قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ قال سمعت عبدۃ
بْنَ اَبِي لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ اُبَيٌّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَعْلَمُهَا وَاَكْثَرُ عِلْمِي هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ وَاِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْحَرْفِ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي

اَمْ نَبَاہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ترجمہ فرمایا ابی نے لیلۃ القدر مین
قسم ہے اللہ کے البتہ مین جانتا ہون اسکو اور اکثر علم میرا یہ ہے کہ وہ رات ہے
کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قیام اسکے کے وہ رات
ستائیسوین کی ہے سوا اسکے نہین کہ شک کیا شعبہ نے اس حرف یعنی اسے
اَللَّیْلَۃُ الَّتِیْ اَمَرَنَا بِہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم) مین ترمذی اپنے جامع مین فرماتے ہین
صفحہ مین ہے قَالَ اَبُوْعِیْسٰی حَدِیْثُ عَلِیٍّ رَوَاہُ اَبُوْاِسْحَاقَ الْہَمْدَانِیُّ عَنْ اَبِیْ
حَیَّۃَ وَعَبْدِ خَیْرٍ وَالْحَارِثُ عَنْ عَلِیٍّ وَقَدْ رَوَاہُ زَائِدَۃُ بْنُ قُدَامَۃَ وَغَیْرُ وَاحِدٍ
عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ عَنْ عَلِیٍّ حَدِیْثَ الْوُضُوْءِ بِطُوْلِہٖ وَھٰذَا حَدِیْثٌ
حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرَوٰی شُعْبَۃُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَۃَ فَاَخْطَأَ فِیْ اِسْمِہٖ وَ
اِسْمِ اَبِیْہِ فَقَالَ مَالِکُ بْنُ عُرْفُطَۃَ ترجمہ کہا ابوعیسے نے حدیث علی رضہ کے
روایت کیا اسکو ابواسحاق ہمدانی نے ابی حیۃ اور عبد خیر اور حارث سے وہ سب
روایت کرتے ہین علی رضہ سے اور تحقیق روایت کیا اسکو زایدہ بیٹے قدامۃ نے
اور بہت سے نے خالد بیٹے علقمۃ سے وہ روایت کرتے ہین عبد خیر سے وہ روایت
کرتے ہین علی رضہ سے حدیث وضو کو ساتھ طول کے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے
اور روایت کیا اس حدیث کو شعبہ نے خالد بن علقمۃ سے پس خطا کیا نام مین اسکے
اور نام مین اسکے باپ کے پس کہا مالک بن عرفطۃ یعنی خالد کے جگہ مالک کہا اور
علقمۃ کے جگہ عرفطۃ کہا اور صفحہ ۷۰ مین ہے قَالَ اَبُوْعِیْسٰی سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ
یَقُوْلُ رَوٰی شُعْبَۃُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّہٖ بْنِ سَعِیْدٍ فَاَخْطَأَ فِیْ مَوَاضِعَ
فَقَالَ عَنْ اَنَسِ بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ وَھُوَ عِمْرَانُ بْنُ اَبِیْ اَنَسٍ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ
الْحَارِثِ وَاِنَّمَا ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نَافِعِ بْنِ الْعَمْیَاءِ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ الْحَارِثِ وَقَالَ
شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِیِّ صلعم وَاِنَّمَا ھُوَ عَنْ

ربیعة بن الحارث بن عبد المطلب عن الفضل بن عباس عن النبی صلعم قال
محمد کو حدیث اللیث بن سعد اصح من حدیث شعبة ترجمہ کہا ابو عیسے
یعنی ترمذی نے مین محمد بن اسمعیل سے یعنی بخاری سے سنا کہتے تھے
شعبہ نے اس حدیث کو روایت کیا عبد ربہ بیٹے سعید سے پس چند جگہ مین خطا کیا
پس کہا انس بیٹے ابی انیس سے اور حالانکہ وہ عمران بیٹا ابی انس کا ہے اور
کہا عبد اللہ بیٹے حارث سے اور سوا اسکے نہین کہ وہ عبد اللہ بیٹا نافع بیٹا عمیا کا
روایت کرتا ہے ربیعة بیٹے حارث سے اور کہا شعبہ نے عبد اللہ بیٹے حارث
سے وہ روایت کرتے ہین مطلب سے وہ روایت کرتے ہین نبی صلعم سے اور
سوا اسکے نہین کہ وہ ربیعة بیٹا حارث بیٹا عبد المطلب کا ہے روایت کرتا ہے
فضل بیٹے عباس سے وہ روایت کرتے ہین نبی صلعم سے فرمایا محمد نے
اور حدیث لیث بیٹے سعد کے زیادہ صحیح ہے حدیث شعبہ سے اور صفحہ ۱۵۳
مین ہے حدثنا ابن ابی عمر ونصر بن علی قال نا سفیان عن ابی اسحاق نحوہ
وقال زید بن یثیع وھذا اصح قال ابو عیسی وشعبة وھم فیہ فقال زید بن
اثیل ترجمہ حدیث کی ہمکو ابن ابی عمر اور نصر بیٹے علی نے کہا ان دونون
نے حدیث کی ہمکو سفیان نے ابی اسحاق سے مثل اسکی اور کہا ان دونون نے
زید بن یثیع کا اور یہ زیادہ صحیح ہے کہا ابو عیسے نے اور شعبہ نے وہم کیا اسمین
پس کہا زید بیٹا اثیل کا اور صفحہ ۱۲۸ جلد ثانی مین ہے قال ابو عیسی وقد روی شعبة
فی اسناد ھذا الحدیث سعد بن عبیدة وکان حدیث سفیان اشبہ قال
علی بن عبد اللہ قال یحیی بن سعید ما احد یعدل عندی شعبة واذا خالفہ
سفیان اخذت بقول سفیان سمعت ابا عمار یذکر عن وکیع قال شعبة
سفیان احفظ منی وما حدثنی سفیان عن احد بشیء فسألتہ الا وجدتہ

کماحدثنا تتنہ ترجمہ کہا ابوعیسی نے اور تحقیق زیادہ کیا شعبۃ نے اسناد اس حدیث مین سعد بن عبیدۃ کو اور گویا کہ سفیان کی حدیث زیادہ مشابہ ہے ساتھ صواب کے کہا علے بن عبداللہ نے کہا یحیے بن سعید نے ہنین کوئی برابر نزدیک میرے شعبۃ کے اور جب خلاف ہوا سکے سفیان لیتا ہون مین ساتھ قول سفیانکے شا مین سے ابوعماسے وہ ذکر کرتے تھے وکیع سے کہا شعبۃ نے سفیان زیادہ یاد رکھنے والا ہے مجھ سے اور ہنین حدیث کے مجھ کو سفیان نے کسی سے ساتھ کسی شئے کے پس پوچھا مین نے اسکو مگر پایا مین نے اسکو جیسا کہ سابق مین مجھ کو حدیث کیا تہا فقط ان سات جگہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر استقرا تام صحاح کا کرون تو ایک دفتر طویل ہو جاوے ناظرین منصفین اسی سے سمجھ جاوینگے اور اس آخر عبارت سے اقرار شعبہ سے سفیان کا احفظ ہونا اس سے معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعبۃ خطا بھی کرتا ہے اور راویون کو بڑہ دیتا ہے اسیواسطے امام دارقطنی نے علل مین فرمایا ہے کہ شعبۃ اسماء الرجال مین بہت خطا کرتا تھا باعث مشغول ہونے اسکے حفظ متون مین آور محدث عجلی نے بھی شعبۃ کا خطا کرنا اسماء الرجال مین فرمایا ہے چنانچہ ان دونون عبارتون کو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین تحت ترجمہ شعبۃ مین لکھا ہے قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْعِلَلِ كَانَ شُعْبَةُ يُخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ كَثِيرًا لِتَشَاغُلِهِ بِحِفْظِ الْمُتُونِ وَقَالَ الْعِجْلِيُّ ثِقَةٌ ثَبْتٌ وَكَانَ يُخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ قَلِيلًا فقط جب شعبۃ کے یہ عادت ہے کہ کبھی خطا کرتا ہے اور اسی خطا سے تغیر اسماء الرجال کا بہی اس سے واقع ہوتا ہے تو اس حدیث مین اگر تین غلطیان کین تو کیا تعجب ہے فقط ولله الحمد کہ تحقیق اس حدیث کے کامل طور پر لکھی گئی اور شعبۃ کا خطا کرنا وہ ثابت کیا گیا کہ شاید اس سے بڑھکر پہلے کسی نے لکھا ہو۔ **قولہ** ہان یہ کہہ سکتے ہین کہ اگرچہ ایک جماعت محدثین نے

لفظ (وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ) کے جو روایت شعبہ مین ہے تضعیف کی مگر عمل بعض
کبار صحابہ کا جیسے عمر و علی کہ وہ آمین آہستہ کہتے تھے مؤید اسکے ثبوت کا ہے پس
اسقدر حنفیہ کو کافی و وافی ہے **اقول** یہ قول آپکا مخالف اسکے ہے جسکو آپنے
تعلیق الممجد مین فرمایا ہے کہ اجماع کیا حفاظ حدیث نے کہ شعبہ نے اس حدیث مین وہم
کیا ہے وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ یہان پر فقط ایک جماعت کے ذکر پر ہے آپ نے
اکتفا کیا ہے جو موہم اسکو ہے کہ ایک جماعت محدثین نے خفض بہا کو صواب بھی
کہا ہے باقی رہا عمل بعض کبار صحابہ کا یہ دعوے بلا دلیل کے ہے پہلے سند صحیح
سے آمین آہستہ کہنا حضرت عمرؓ و علیؓ سے ثابت فرمادین اور پھر جو چاہین او سپر تفریع
کرین ورونہ خرط القتاد و جاننا چاہیئے کہ حضرت عمر و علی وغیرہما صحابہ کبار سے آمین کا
آہستہ کہنا سند صحیح سے ثابت نہین ہے یہ حضرت معترض نے فقط عوام کے
دہوکا دہی کے لئے لکہدیا ہے جب کسی صحابی سے آمین کا آہستہ کہنا سند صحیح
سے ثابت نہوا تو مدعا معترض کا جو تائید حدیث خفض بہا صوتہ ہے باطل ہوا
وہو المطلوب **قال** صاحب الظفر شعبہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک
وجہ یہی ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہین چنانچہ کہا ابن حجر نے تقریب التہذیب
مین عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَسُكُوْنِ الْجِيْمِ الْحَضْرَمِيُّ الْكُوْفِيُّ صَدُوْقٌ
إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْهِ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر ساتھ ضم مہملہ اور سکون جیم
کے حضرمی کوفی سچا ہے مگر تحقیق اُسنے نہین سُنا ہے اپنے باپ سے انتہے اور
وجہ نہ سننے علقمہ کے اپنے باپ وائل سے یہ ہے کہ وہ اپنے باپ وائل کے
مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا تھا چنانچہ کہا شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر
مین ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ فِيْ عِلَلِهِ الْكَبِيْرِ قَالَ إِنَّهُ سَأَلَ الْبُخَارِيَّ هَلْ
سَمِعَ عَلْقَمَةُ مِنْ أَبِيْهِ فَقَالَ إِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيْهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ

یعنی ذکر کیا ترمذی نے بیچ کتاب اپنے علل کبیر کے کہ پوچھا ترمذی نے بخاری سے کہ آیا علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے میں کہا بخاری نے کہ وہ اپنے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا ہے **قال المعترض** وجہ بالکل ضعیف ہے اس وجہ سے کہ علقمہ کا سننا اپنے باپ سے اگرچہ مختلف فیہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ انھون نے اپنے باپ سے سنا ہے البتہ انکے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا تحقیق اسکے اور تفصیل رسالہ القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم مین مذکور ہے جسکو شوق ہو اسکا مطالع کرے یہان صرف بقدر ضرورت ایک عبارت جامع ترمذی کے جو کتاب الحدود مین واقع ہے لکھی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے اور وہ اپنے بھائی عبد الجبار سے بڑے مین اور عبد الجبار نے نہین سنا اپنے باپ وائل سے الخ **اقول**

اس وجہ کو ضعیف کہنا معترض کی جہالت کی دلیل کافی ہے اور سماع علقمہ کو صحیح بتلانا برہان سفاہت و عدم تبحر کی داعی جو کچھ معترض نے القول الجازم مین لکھا ہے وہ مصداق لا یسمن ولا یغنی من جوع کا ہے مناسب اسی مقام کے یہ ہے کہ اول اس امر کی تحقیق بیان کرین کہ سماع علقمہ کا اپنے باپ سے صحیح ہے یا نہین اور بعد اسکے القول الجازم مین جو معترض نے بیہودہ گوئی کی ہے اسکو قولاً قولاً کرکے رد کرین سو جاننا چاہیئے کہ محققین محدثین اسطرف گئے ہین کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سنا ذہبی میزان الاعتدال مین فرماتے ہین علقمۃ بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحیی بن معین یقول روایتہ عن ابیہ مرسلۃ **ترجمہ** علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر تحقیق یحیی بیٹے معین کے کہتے ہین کہ روایت اسکے باپ سے مرسل ہے امام نووی تہذیب الاسماء واللغات مین فرماتے ہین علقمۃ بن وائل مذکور فی المہذب فی اول باب الاقطاع من کتاب الاحیاء

الاموات هو علقمة بن وائل ابن حجر الحضرمي الكوفي ابوه صحابي وهو تابعي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد وروى عنه سماك بن حرب وعبد الملك بن عمير وغيرهم وهو ثقة بالاتفاق قال يحيى بن معين وروايته وروايته اخيه عبد الجبار عن ابيهما مرسلة لم يدركاه **ترجمہ** علقمہ بیٹے وائل کے مہذب کے شروع باب الاقطاع کے کتاب احیاء الاموات میں مذکور ہیں وہ علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے حضرمی کوفی باپ اسکا صحابی اور تابعی ہے روایت کیا اپنے باپ سے اور مغیرہ بیٹے شعبہ سے اور طارق بیٹے سوید سے اور روایت کیا اس سے سماک بیٹے حرب اور عبد الملک بیٹے عمیر اور سوا انکے نے اور وہ ثقہ ہیں بالاتفاق کہا یحیے بن معین نے روایت اوسکی اور روایت بھائی اوسکے عبد الجبار نکے باپ اپنے سے مرسل ہے نہیں پایا ان دونوں نے اسکو حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں علقمة بن وائل بن حجر الحضرمي الكندي الكوفي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه وعنه اخوه عبد الجبار وابن اخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسماك بن حرب واسمعيل بن سالم وجامع ومطر وسلمة بن كهيل وموسى بن عمير العنبري وقيس بن سليم العنبري وابو عامر الاسدي وعاصم بن كليب وعوف الاعرابي ذكره ابن حبان في الثقات قلت ذكره ابن سعد في الطبقة الثالثة من اهل الكوفة وقال كان ثقة قليل الحديث وحكى العسكري عن ابن معين انه قال علقمة بن وائل عن ابيه مرسل **ترجمہ** علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے حضرمی کندی کوفی نے روایت کیا اپنے باپ سے

اور مغیرہ بیٹے شعبہ سے اور طارق بیٹے سوید سے اور بر خلاف کے اسمین اور
اور اس سے بہائے اسکے عبد الجبار اور بہتیجے اسکے سعید بیٹے عبد الجبار اور
عبد الملک بیٹے عمیر اور عمرو بیٹے مرۃ اور سماک بیٹے حرب اور اسمٰعیل بیٹے
سالم اور جامع او رمطر او رسلمہ بیٹے کہیل اور موسے بیٹے عمیر عنبری اور قیس
بیٹے سلیم عنبری اور ابو عامر غامدی اور عاصم بیٹے کلیب اور عوف اعرابی نے
ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین مین کہتا ہون ذکر کیا اسکو ابن سعد نے طبقہ
ثالثہ مین اہل کوفہ سے اور لکہا تہا قلیل الحدیث اور حکایت کیا عسکری نے ابن
معین سے تحقیق اونھون نے فرمایا روایت بیٹے وائل کے اپنے باپ سے
مرسل ہے نیز حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب مین فرمایا ہے عَلْقَمَۃُ بْنُ وَائِلِ
بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُھْمَلَۃِ وَسُکُوْنِ الْجِیْمِ الْحَضْرَمِیُّ الْکُوْفِیُّ صَدُوْقٌ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَسْمَعْ
مِنْ اَبِیْہِ ترجمہ علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے ساتھ ضم مہلہ کے اور سکون
جیم کے حضرمے کوفے صدوق ہین مگر تحقیق اسنے نہین سنا ہے اپنے باپ
سے انتہے ان عبارات سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ
علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سنا ہے واسطے محققین حنفیہ نے اسکو نقل
کرکے اسپر سکوت کیا ہے حافظ زیلعی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مین
فرماتے ہین اَنَّ فِی الْحَدِیْثِ عِلَّۃً اُخْرٰی ذَکَرَھَا التِّرْمِذِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ
فِیْ عِلَلِہِ الْکَبِیْرِ فَقَالَ سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَعْنِی الْبُخَارِیَّ ھَلْ
سَمِعَ عَلْقَمَۃُ مِنْ اَبِیْہِ فَقَالَ اِنَّہٗ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِیْہِ بِسِتَّۃِ اَشْھُرٍ
ترجمہ ہر آئنہ حدیث مین علت دوسری ہے ذکر کیا اسکو ترمذے نے
علل کبیر مین پس کہا سوال کیا مینے محمد بیٹے اسمٰعیل یعنے بخاری سے کیا سنا
ہے علقمہ نے اپنے باپ سے پس کہا تحقیق وہ پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے

پچھ باہ اور شیخ ابن الہمام نے بھی حاشیہ ہدایہ مین ایسا ہی فرمایا ہے جب عبارات
محققین کے اس بارہ مین منقول ہوئین تو اب جو کچھ مولویصاحب نے القول الجازم
مین فرمایا ہے اسکو نقل کرکے بحول اللہ و بقوتہ کے رد کیا جاتا ہے گو مولویصاحب
نے عربی مین لکھا ہے یہان اسکا جواب براے تفہیم عوام اردو مین دیا جاتا ہے
اور ایک یہ بھی وجہ ہے کہ یہ رسالہ اردو مین ہے نیز مولوی صاحب کو سلیقہ بھی
عربی کا نہین ہے **قولہ** قُلْتُ قَدْ عَلِمْتُمْ مِمَّا نَقَلْنَا اِنَّهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِيْ اَنَّ الَّذِيْ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ هُوَ عَلْقَمَةُ اَوْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بَعْدَ اِتِّفَاقِهِمْ عَلٰى اَنَّ اَحَدَهُمَا
وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ یعنی ہمارے جانا گیا اس سے کہ ہمنے کہ نقل کیا ہے کہ
تحقیق ان لوگون نے اختلاف کیا ہے اس مین کہ تحقیق اس شخص نے کہ نہین
سُنا اپنے باپ سے وہ علقمہ ہے یا عبد الجبار بعد اتفاق انکے اسپر کہ ایک
ان دونون کا پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے **اقول** آپنے مطلب
عبارات سابقہ کا نہین سمجھا کیونکہ اگر عبارات سابقہ کے آپ مطلب پر ظفریاب
ہوتے تو یہ کلمہ ہرگز نہ فرماتے کہ (جسنے اپنے باپ سے نہین سُنا وہ علقمہ
ہے یا عبد الجبار) اگر آپ سچے ہین تو اس عبارت کو نقل کرین جس سے یہ مطلب
معلوم ہوتا ہے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ اب مطلب عبارات سابقہ کا ہمسے سنئے وہ یہ ہے کہ جمہور محدثین
نے اتفاق کیا ہے کہ عبد الجبار و علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سُنا۔ **قولہ**
نَعَمْ اِبْنُ حَجَرٍ فِي التَّقْرِيْبِ يَمِيْلُ اِلٰى اِخْتِيَارِ الْاَوَّلِ اَنَّ الَّذِيْ لَمْ يَسْمَعْ هُوَ
عَلْقَمَةُ وَخَالَفَهُ صَنِيْعُهُ فِيْ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِ شَرْحِ الْوَجِيْزِ لِلرَّافِعِيِّ الْمُسَمّٰى
بِالتَّلْخِيْصِ الْحَبِيْرِ حَيْثُ قَالَ عِنْدَ ذِكْرِ حَدِيْثِ وَائِلٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ الْحَدِيْثَ اَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ

ف بیشک مولوی صاحب نے عبارات سابقہ کا

لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْہِ الخ یعنی پس کلام ابن حجر کا تقریب مین بیان کرتا ہے طرف
اختیار اقول کے ہر اُسنا اُس شخص نے کہ نہین سُنا اپنے باپ سے بد و علقمہ ہے
اور مخالف ہے نقل اوسکا تخریج مین احادیث شرح رجبیر کے جو رافعی کی ہے
نام کی گئی ساتھ تلخیص الحبیر کے اس جہت سے کہ کہا نزویک ذکر حدیث وائل کے تھے
نبی صلعم جب سجدہ کرتے رکھتے گھٹنے اپنے پہلے ہاتھونکے آخر حدیث تک تحقیق
عبد الجبار نے نہین سُنا اپنے باپ سے آخر تک **اقول** افسوس کے بات ہے کہ
آپ ادنے ادنے سے مطلب پر ظفریاب نہین ہوتے اسے سمجھنے پر تذکرہ مین
لکھتے ہین کہ میرے ایسے شاگرد ہین کہ ناصر و منصور کے تعلیم کرین جناب من پہلے
خود تو کسی محدث سے علم حدیث کا حاصل کرلین انشاء اللہ تعالے تفصیل اسکے
جواب مین تذکرہ کی لکھی جاویگی عید تو فرماے کہ تقریب کی وہ کونسی عبارت ہے
جس سے میلان حافظ کا اقول کیطرف معلوم ہوتا ہے تقریب مین تو خود موجود ہے
کہ عبد الجبار کے روایت اپنے باپ سے مرسل ہے تقریب التہذیب مطبوعہ مطبع
فاروقی کے صفحہ ۱۹۴ مین ہے عَبْدُ الْجَبَّارِ ابْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَ
سُکُوْنِ الْجِیْمِ ثِقَةٌ لٰکِنَّہٗ اَرْسَلَ عَنْ اَبِیْہِ الخ ترجمہ عبد الجبار بیٹے وائل
بیٹے حجر کے ساتھ ضم مہملہ اور سکون جیم کے ثقہ ہین لیکن اسنے ارسال کیا ہے اپنے
باپ سے نیز حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین بھی اسی کو مرجح فرمایا ہے چنانچہ
بعد نقل کرنے قول ابو الحجاج مزی صاحب تہذیب الکمال کے فرماتے ہین قُلْتُ
نَقَلَ اَبُوْ بَکْرٍ الْبَزَّارُ عَلٰی اَنَّ الْقَائِلَ کُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلٰوۃَ اَبِیْ ھُوَ عَلْقَمَۃُ
بْنُ وَائِلٍ لَا اَخُوْہُ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَقُوْلُ عَبْدُ الْجَبَّارِ
لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْہِ وَلَا اَدْرَکَہٗ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ مَنْ زَعَمَ اَنَّہٗ
سَمِعَ اَبَاہُ فَقَدْ وَہِمَ لِاَنَّ اَبَاہُ مَاتَ وَاُمُّہٗ حَامِلٌ بِہٖ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ لَا

يَصِحُّ سِمَاعُهُ مِنْ اَبِيهِ مَاتَ اَبُوهُ قَبْلَ اَنْ يُولَدَ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً اِنْشَاءَ اللّٰهُ قَلِيلُ الْحَدِيثِ وَيَتَكَلَّمُونَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ اَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ وَ صَحَّحَ هٰذَا قَالَ اَبُو حَاتِمٍ وَابْنُ الْجَرِيرِ الطَّبْرَانِيُّ وَالْحَرْبِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ وَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَقَبْلَهُمُ ابْنُ الْمَدِينِيِّ وَاٰخَرُونَ

ترجمہ ہین نے کہا تصریح کے ابوبکر بزار نے اسپر کہ تحقیق قائل اسکا کہ تھا ہین لڑکا نہین سمجہتا تھا نماز اپنے باپ کے کہ وہ حلقہ بیٹے وائل کے ہین نہ پائی اسکی عبد الجبار کہا ترمذی نے سنا مین نے محمد سے کہتے تھے نہین سنا عبد الجبار نے اپنے باپ سے اور نہ پایا اسکو اور کہا ابن حبان نے کتاب الثقات مین جس نے گمان کیا کہ تحقیق اُسنے سنا ہے اپنے باپ سے اسنے وہم کیا اسواسطے کہ تحقیق باپ اسکا فوت ہوا اس حال مین کہ والدہ اسکی حاملہ تھی ساتھ اسکے کہا بخاری نے نہین صحیح ہے سماع اسکا اپنے باپ سے فوت ہوا باپ اوسکا پہلے پیدائش اسکے کے اور کہا ابن سعد نے تھا ثقہ انشاء اللہ قلیل الحدیث اور کلام کرتے ہین محدثین اسکے روایت مین اپنے باپ سے اور کہتے ہین نہین ملاقات کیا اُسنے اپنے باپ سے اور صحیح کہتے ہین اسکے کہا ابو حاتم اور ابن جریر طبرانی اور حربی اور یعقوب بیٹے سفیان اور یعقوب بیٹے شیبہ اور دارقطنی اور حاکم نے اور پہلے انکے ابن مدینے اور دوسرون نے انتہے مولوی صاحب نے عبارت تہذیب مین عجیب سرقہ بازی کو کام فرمایا ہے پہلے تو قلت کے لفظ کو حذف فرمایا اور (قَبْلَ اَنْ يُولَدَ) کے بعد کی عبارت کو اڑا دیا جناب مولوی صاحب ایسی دہوکدہی اچھی نہین خیر اب آپ انصاف فرما دین کہ عبارت تہذیب و تقریب سے میلان حافظ کا کسطرف معلوم ہوتا ہے اگر آپ نفسانیت کو راہ دیوینگے تو اور منصف ضرور ہے معلوم کر جاوینگے کہ ان دونون کتاب کی عبارتون سے صاف ظاہر ہے کہ میل

حافظ کا اسے جانب ہے کہ عبد الجبار نے بھی اپنے باپ سے نہین سُنا تقریب کے
عبارت سے تو ظاہر ہے اور عبارت تہذیب سے بھی ظاہر ہے اور وجہ ظہور
کے یہ ہے کہ پہلے حافظ نے مؤلف تہذیب الکمال کا قول جس سے میلان سماع
عبد الجبار کا معلوم ہوتا تھا نقل کیا بعد اسکے قلت سے آخر تک اسکے رد مین
محققین کے اقوال نقل کئے اور اُنپر سکوت کیا اور معترض کے نزدیک کسے
امر کا نقل کرکے اسپر سکوت کرنا اس امر پر دال ہے کہ ناقل اسکا بھی قائل اسکا
ہے فقط جب عبارت تقریب سے حافظ ابن حجر کا میلان طرف اول کے نہ ثابت
ہوا تو تخالف تلخیص کا ہے جسکو معترض نے سمجھا ہے باطل ہوا نیز یہ امر بھی ظاہر
ہوا کہ تلخیص کی عبارت کو تقریب کے مخالف بتانا معترض کے عدم فہم کے دلیل
کافی ہے باقی رہی یہ بات کہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام مین حدیث وائل بن حجر کو
جو در باب سلام کے ہے صحیح کہا ہے حالانکہ اس مین علقمہ ہے سو جواب اسکا یہ
ہے کہ ہمارے نزدیک یہ کسی ناسخ کی غلطی ہے اور وجہ غلطی کی یہ ہے کہ حافظ
ابن حجر نے اور اپنے کسی تصنیف مین احادیث پر حکم صحت کا نہین کیا یا ہو سکتا
ہے کہ حافظ کو علقمہ کا خیال نہ ہو یا کسی دوسری سند پر اعتماد کرکے اسکو صحیح کہا ہو
قولہ فَعُلِمَ بِذٰلِكَ اَنَّهُ اِخْتَارَ سِمَاعَهُ عَنْهُ وَلِهٰذَا حَكَمَ بِمَا حَكَمَ یعنی پس جانا گیا
اس سے ہر آئنہ اس نے اختیار کیا ہے سماع اسی علقمہ کو اُس سے ورنہ ایسا کیون
حکم کرتے جو اونھون نے حکم کیا ہے **اقول** جواب اس حکم کا گذرا جاننا چاہیے
کہ اسماء الرجال مین تقریب حافظ کے آخر کتاب مین ہے اگر سماع علقمہ کا ان کے
نزدیک صحیح ہوتا تو بیشک اسمین تحریر کرتے جب اسمین اونھون نے تحریر نہین
کیا تو معلوم ہوا کہ مختار انکا عدم سماع ہے نہ سماع **قولہ** وَالَّذِیْ اَخْتَارَهُ التِّرْمِذِیُّ
وَالْبُخَارِیُّ کَمَا حَکَاهُ عَنْهُ فِیْ کِتَابِ الْکُنٰی وَ اَبُوْ عُبَیْدٍ الْبَرِّیُّ السَّمْعَانِیْ

وَغَيْرُهُمْ خَلَا أَنَّ الَّذِي لَمْ يَسْمَعْ هُوَ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَأَنَّ عَلْقَمَةَ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ یعنے
وہ کہ اختیار کیا ہے اسکو ترمذی اور بخاری نے جیسا کہ نقل کیا ہے اس سے
کتاب حدود مین اور ابن الاثیر اور ابن عبد البر اور سمعانی وغیرہ نے اس پر کہ
وہ شخص کہ نہین سُنا اپنے باپ سے وہ عبد الجبار ہے اور تحقیق علقمہ نے سُنا ہے
اپنے باپ سے **اقول** رکاکت الفاظ کے اہل عربیت پر پوشیدہ نہین (عَلٰے
اَنَّ الَّذِی) کیا خوب محاورہ ہے ہمنے غلطئے الفاظ کا خیال نہین کیا ورنہ کوئی
عبارت موافق محاورہ اہل عرب کے نہین خیر یہ تو فرمائیے یہ بات تو ٹھیک ہے کہ
ترمذی و بخاری وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا اور
ترمذی کے نزدیک یہ بھی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے باقی مختار بخاری
وغیرہ کا سماع علقمہ کا یہ کس عبارت سے ثابت ہے ہذا بہتان عظیم نہ ابن عبد البر و نہ
ابن الاثیر نے کہین تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور نہ سمعانی
وغیرہ نے اسکی توضیح فرمائی ہے فقط یہ تو کہا ہے کہ روایت کرتا ہے اپنے باپ سے
اور یہی لفظ اونہون نے عبد الجبار کے بارے مین بھی کہا ہے کہ یَرْوِی عَنْ اَبِیْہِ
اگر اسی لفظ سے آپ سماعت نکالتے ہین تو عبد الجبار کی سماعت بھی نکالئے نیز یروی کا
لفظ نص سماع پر نہین کیونکہ یہ لفظ محتمل دونون کو ہے ممکن ہے کہ روایت واسطہ
سے ہو گما صرح بہ ابن الحاجب الاصولی غرض ابن عبد البر و سمعانی و ابن الاثیر نے کہین
تصریح سماعت علقمہ کی نہین فرمائی فقط جناب اپنے اجتہاد سے انکے کتب کے
عبارات سے استنباط کرتے ہین باقی رہے امام بخاری و ترمذی سو بخاری پر
تو جناب کا افترا ہے بلکہ بخاری تو اسکی عکس کے قائل ہین جیسا کہ ترمذی فی علل کبیر
مین ان سے نقل کیا ہے ہان ترمذی بیشک سماع علقمہ کے قائل ہین سو جواب
اوس کا یہ ہے کہ پہلے ترمذی کی بھی تحقیق تھی جب اپنے استاد امام بخاری سے

اس امر کو دریافت کیا تو اون کو معلوم ہوا کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سُنا اسلئے
علل کبیر مین امام بخاری سے عدم سماع کو نقل کر کے اسپر سکوت کیا اور کسی امر کا نقل
کر کے سکوت کرنا آپکے نزدیک بھی اسکو تسلیم کرنا ہے کما صرح به في غير
مواضع انتهى **قوله** وتشهد له روايات سنن النسائي التي سردناها المشتملة
على لفظ التحديث والاخبار بينهما بين علقمة وابيه وهما نصان في السماع
یعنے شاہد ہین اسی سماع کی روائتین سنن نسائی کی کہ وہ بیان کیا ہے ہم نے
انکو جو مشتمل ہین لفظ حدثنا اور اخبرنا پر درمیان علقمہ اور اوسکے باپ کے اور وہ
نص ہین سماع مین **اقول** یہ تو فرمائیے لفظ اخبار کا کس روایت مین ہے جو
روائتین آپ نے نقل کین ان مین تو لفظ تحدیث کا ہے نہ اخبار کا لفظ اخبار کا
زیادہ کرنا محض دہوکہ دہی ہے یا دلیل سوء حافظہ کی رہا لفظ تحدیث کا سو سماع مین
نص نہین ہے ہو سکتا ہے کہ حدیث علقمہ نے اپنے باپ سے واسطہ سے کی ہو
اور یہی مذہب خطیب و بعض محدثین کا ہے سیوطی تدریب الراوی مین
فرماتے ہین قال الخطيب ان ارفعها اي العبارة في ذلك سمعت ثم حدثنا و
حدثني فانه لا يكاد احد يقول سمعت في الاجازة والمكاتبة ولا في
تدليس ما لم يسمعه فحدثنا فان بعض اهل العلم كان يستعملها في
الاجازة وروي عن الحسن انه قال وحدثنا ابو هريرة ولم يسمع منه
الا ما قال وقال ابن القطان ليست حدثنا بنص في ان قائلها سمع
ففي صحيح مسلم في حديث الذي يقتله الدجال فيقول انت
الدجال الذي حدثنا به رسول الله صلعم ومعلوم ان ذلك الرجل
يتاخر عن الميقات انتهى **ترجمہ** کہا خطیب نے تحقیق اعلے الفاظ ای
عبارتون کا اس مین (سمعت) ہے پھر (حدثنا) یا (حدثنی) پس ہر اسنہ نہین ہے

کر کوئی کہے سمعت اجازۃ اور مکاتبت مین اور تدلیس مین اسکی جبب تک اس کو نہین سُنا ہے بخلاف لفظ حدثنا کے پس تحقیق بعض اہل علم تھے استعمال کرتے اسکو اجازۃ مین اور روایت کی گئی ہے حسن سے ہرائنہ اسنے کہا حدیث کیا ہمکو ابوہریرہ نے حالانکہ نہین سُنا ہے حسن نے ابوھریرہ سے یہانتک کہا اور کہا ابن قطان نے نہین ہے لفظ حدثنا کا تصریح اس مین کہ اسکے قائل نے حدیث کو سُنا ہے بسبب اس حدیث کے جو صحیح مسلم مین ہے حق مین اس شخص کے جس کو دجال قتل کریگا پس کہیگا وہ تو وہی دجال ہے کہ ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے حدیث کیا تھا اور ہرائنہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ رجل موخر ہے زمانہ حضرت صلعم سے فقط اس عبارت تدریب سے معلوم ہوا کہ لفظ حدثنا کا اس بارے مین نص نہین ہے کہ اسکے قائل نے سُنا بھی ہے پس ہو سکتا ہے کہ علقمہ نے بیچ واسطہ سے سُنا ہو اور لفظ حدثنا کا استعمال کر دیا ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ کسی راوی نے وہم سے حدثنا کہدیا ہو جیسے وہم سے کُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلَاۃَ اَبِیْ کا قائل عبد الجبار کو ٹھہرادیا ہے چنانچہ اسکی وہم کا خود حضرت معترض نے بھی اقرار کیا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی کے روایات معترض کے کچھ مفید مدعا کے نہین ہین فقط واللہ اعلم بالصواب قولہ وَ کَمَا صَنَعَ الحَافِظ قَاسِم اِبْنِ قُطْلُوبُغَا فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْاِخْتِیَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ حَیْثُ نَقَلَ فِیْہِ حَدَّثَنَا فِیْہِ عَلْقَمَۃُ عَنْ اَبِیْہِ وَھُوَ حَدِیْثُ مُصَنَّفِ اِبْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ وَقَالَ ھٰذَا اِسْنَادٌ جَیِّدٌ انتہیٰ یعنی تائید کرتا ہے اسکے فعل حافظ قاسم بیٹے قطلوبغا کے تخریج مین احادیث اختیار شرح مختار کے اس جہت سے

کونقل کیا ہے اس مین ایک حدیث کو جو اس مین راوی علقمہ ہے اپنے باپ سے
اور وہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے حدیث کی ہمکو وکیع نے موسیٰ بیٹے
عمیر سے وہ روایت کرتے ابن علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر سے وہ اپنے باپ سے
کہا وائل نے دیکھا مینے نبی صلعم کو رکھا داہنے ہاتھ اپنے کو بائین ہاتھ پر نماز مین
نیچے ناف کے اور کہا قاسم نے یہ سند جید ہے آخر تک اقول پہلے یہ تو فرمائے
قاسم بیٹے قطلوبغا کو حافظ کس کس نے لکھا ہے اس حدیث کو جید الاسناد بتانا یہ قاسم
بن قطلوبغا کی تبحر کی دلیل کافی ہے اسی حدیث کو آپ نے شرح وقایہ کے حاشیہ
مین بھی نقل کر کے فخر کیا ہے کہ زیر ناف کے دلیل یہ معتد بہ ہے مین کہتا ہون اس
حدیث کو بغیر تحقیق کے نقل کرنا آفت تقلید کی ہے حضرت اصل روایت مصنف ابن
ابی شیبہ مین فقط وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تک ہے تحت السرہ کا لفظ کسی
ناسخ کے سہو سے لکھا گیا فاخر الہ آبادی فرماتے ہین کہ ہمنے اصل نسخہ مصنف کا جو مولف
کے ہاتھ کا ہی دیکھا تو اسمین یہ لفظ نہ پایا اور بھی محققین نے لکھا ہے کہ پرانے کسی
نسخے مین یہ لفظ نہین ہے اور یہی بات حق بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ روایت
مصنف مین ساتھ ان الفاظ کے ہوتی تو مخرجین متقدمین حنفیہ ضرور اسکو معرض استدلال
مین ذکر کرتے یہ طحاوی سے معانی الآثار مین امام کے تائید کے لئے موضوع احادیث
تک کو ذکر کرتا ہے اور ایسے حدیث جید الاسنا دکو ترک کیا کیا مصنف کا نسخہ طحاوی
نے نہین دیکھا تہا یا اُس وقت پردہ زمین سے معدوم ہوگیا تہا یہ حسن یا وجود اس
تعصب کے اس حدیث کو ذکر نہین کرتا باوجودیکہ بیسون جگہ اسنے آثار مصنف سے
استدلال کیا ہے اگر یہ ایسے جید حدیث مصنف مین ہوتی تو بہلا یہ کہین اس کو
ترک کرتا یہ ابن الہمام باوجود اس جدال و تعصب کے جسکا شہرہ ہر کبیر و صغیر کے
نزدیک ہے اور خود معتبرین نے بھی اسکا متعصب ہونا تسلیم کر لیا ہے اس حدیث کا

کہین ذکر تک نہین لکھتا باوجود یکہ صدہا جگہ مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کرتا ہے
یہ حافظ زیلعی کہ مخرجین ہدایہ مین شہرہ آفاق ہے اور دونون جانب کے دلائل
بتمامہا نقل کرکے اسپر جرح قدح انصاف سے نقل کردیتا ہے وہ بھی اس حدیث کا
کہین ذکر تک نہین کرتا ایسے ہی ملا علی قاری وغیرہ مخرجین حنفیہ کے کہین اس حدیث کا
پتہ نشان نہین بتاتے اور یہ امام بیہقی و نووی و حافظ ابن حجر و ابن جوزی جنہون
نے نقل ادلہ طرفین مین کوئی دقیقہ تک نہین چھوڑا اور ابن جوزی نے تو کتاب
التحقیق خاص حنفیہ کے اولہ کے جواب کے لئے لکھی ہے ایسے ہی بیہقی نے کتاب
المعرفہ مین خاص طحاوی کے معانی الاثار کے دھجیان اڑائی ہین کہین بھی تو یہ لوگ
اس حدیث کا ذکر تک نہین لکھتے غرض کہ کسی متقدم و متأخر نے سوائے قاسم یا
اس زمانے کے بعض کٹ ملون کے اس حدیث کا ذکر تک نہین کیا اس سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ لفظ بعض نسخون مین کسی کاتب نے ملا دیا ہے کیونکہ اگر یہ لفظ تحت السرہ کا
صحیح ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی مخرج اسکی تصریح کرتا نیز ایک دلیل اس لفظ کے سہو
ناسخ ہونے پر یہ بھی ہے کہ یہ حدیث اور کتب مین اسی اسناد سے مذکور ہے کسی مین
یہ لفظ نہین ہے اگر یہ لفظ اصل حدیث کا ہوتا تو اور محدثین بھی بیشک اپنے اپنے
کتب مین اس لفظ کو ذکر کرتے امام دارقطنی اپنے سنن مین فرماتے ہین حدثنا
الحسین بن اسمٰعیل وعثمان بن جعفر الاحول قالا ثنا یوسف ابن موسیٰ
ثنا وکیع ثنا موسیٰ بن عمیر العنبری عن علقمة بن وائل الحضرمی عن ابیه
قال رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واضعا یمینه علی شماله فی الصلٰوة
حدثنا محمد بن عبید اللّٰه بن مکرم ثنا ابو الحسن بن الخضر قالا ثنا احمد
بن شعیب ثنا سوید بن نصر ثنا عبد اللّٰه عن موسیٰ بن عمیر العنبری وقیس
بن سلیم ثنا علقمة بن وائل عن ابیه قال رأیت رسول اللّٰه صلعم اذا کان

قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ حاصل ترجمہ ان دونون روایتون کا یہ ہے کہ روایت ہے علقمہ سے وہ روایت کرتے ہین اپنے باپ سے کہا دیکھا مین نے نبی صلعم کو رکھے ہوے داہنی ہاتھ کو بائین اوپر نماز مین انتہے اور ان دونون روایتون مین کہین تحت السرہ کا لفظ نہین ہے حالانکہ ان دونون روایتون مین وہی راوی ہین جو مصنف مین تھے اگر تحت السرہ کا لفظ حدیث مین ہوتا تو ضرور اور لوگ بھی ان راویون سے اس لفظ کو نقل کرتے بیشک ہم یقین کرتے ہین کہ یہ لفظ سہو ناسخ سے لکھا گیا ہے کما صرح بہ المحققون پوری تحقیق اس حدیث کی ان شاء اللہ تعالے مستقل رسالے مین کی جاوے گی فاستظرہ لفرض محال اگر یہ روایت عالی ہی جاوے تو بھی منقطع ہو گی کیونکہ علقمہ کو اپنے باپ سے سماع نہین ہے جیسا کہ ہمنے ثابت کیا فاحفظ ھذا التحقیق لعلک لا تجدہ فی غیر کتبنا قولہ فَاِنْ قُلْتَ ذُكِرَ فِي فَتْحِ الْقَدِيْرِ حَدِيْثُ وَائِلٍ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ الْمَرْوِيَّ فِيْ جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ وَمُسْنَدِ اَبِيْ يَعْلٰى وَمُعْجَمِ الطَّبْرَانِيِّ وَمُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَسُنَنِ الدَّارَقُطْنِيِّ وَمُسْنَدِ الْحَاكِمِ وَغَيْرِهَا مِنْ طَرِيْقِ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ كَمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا اِلَى اٰخِرِ مَا قَالَ قُلْتُ كَلَّا فَاِنَّ ابْنَ الْهُمَامِ اَشَارَ اِلٰى ضُعْفِ هٰذِهِ الْعِلَّةِ بِقَوْلِهٖ انتہی یعنی پس اگر تو کہے کہ ذکر کی گئی ہے فتح القدیر مین حدیث وائل کی کہ ہمراہ اسنے نماز پڑھا ساتھ رسول اللہ صلعم کے پس جبکہ پہونچے آپ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہ فرمایا آمین اور پوشیدہ کیا ساتھ اسکے آواز اپنے جو روایت کی گئی ہے جامع ترمذی اور مسند ابی یعلی اور معجم طبرانی

اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور مسند احمد وغیرہا مین طریق شعبہ سے وہ
روایت کرتے ہین سلمۃ بن کہیل سے وہ حجر ابو عنبس سے وہ علقمہ بیٹے وائل سے
وہ باپ اپنے سے اور کہا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور سوا ان دونون
نے یہانتک کہا کہ کہتا ہون مین کہ ہرگز نہین ہر ائینہ ابن الہمام نے اشارہ کیا ہے طرف
ضعف اس علت کے ساتھ قول اپنے (ان تم) کے **اقول** ان تم سے ضعف
اس علت کا سمجھنا آپ کے فہم کی خوبی ہے کیا نہین جانتے کہ علت کا لفظ مونث
ہے اور تم صیغہ مذکر کا ہے تم کی ضمیر کیسے علت کے جانب راجع ہوگی اگر یہ علت
ضعیف ہوتی تو یون فرماتے کہ یہ علت ضعیف ہے جب شیخ ابن الہمام نے عدم
سماع علقمہ کا نقل کیا اور پھر اسپر سکوت کیا تو مشک انکے نزدیک بھی عدم سماع راجح
معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ سماع کو راجح جانتے تو ضرور اسکی تردید کرتے کما ھو دابہ
نیز معترض کے نزدیک بھی ایک امر کو نقل کرکے اسپر سکوت کرنا دلیل رضا کی ہے
لہذا شیخ ابن الہمام کا عدم سماع کو راجح کہنا ہی ٹہیرے گا جب حضرت استاد کے نزدیک
عدم سماع علقمہ راجح ہے تو شاگرد قاسم قطلوبغا کی کون سنتا ہے آگے جو آپ نے
عبارت ترمذی کی نقل کی ہے جواب اس کا گذرا فتذکر **قولہ** ذکرہ
اَیضًا مَا ذَکَرَہُ ابن حِبَّانَ وَمَا نَقَلَہُ اَبُوْدَاؤدَ عَنِ ابْنِ مُعِیْنٍ اَنَّ الَّذِیْ وُلِدَ
بَعْدَ مَوْتِ اَبِیْہِ ھُوَ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَمَا حَکَمَ بِہِ التِّرْمِذِیْ اَنَّ عَلْقَمَۃَ اَکْبَرُ
مِنْہُ الخ یعنی تائید کرتا ہے یہی کہ وہ ذکر کیا اسکو ابن حبان نے اور وہ کہ
نقل کیا اسکو ابوداؤد نے ابن معین سے کہ ہر ائینہ وہ کہ پیدا ہوا بعد موت اپنے
باپ کے وہ عبد الجبار ہے اور وہ چیز کہ حکم کیا ساتھ اسکے ترمذی نے تحقیق
علقمہ بڑا ہے اس سے آخر تک **اقول** عبد الجبار کا بعد موت اپنے باپ کے پیدا
ہونا اور علقمہ کا بڑا ہونا کچھ آپ کے مطلب کے موئد نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ

علقمہ مثلاً ایک برس یا دو برس کا ہو وقت انتقال اپنے باپ کے اور عبد الجبار حمل مین ہو تو اسصورت مین علقمہ عبد الجبار سے بڑا ہی ہوا اور عبد الجبار کا پیدا ہونا بھی بعد موت اپنے باپ کے ہوا اور علقمہ کا عدم سماع بھی کیونکہ ایک دو برس کا لڑکا بے تمیز ہوتا ہے اور ایک احتمال یہ بھی کہ علقمہ و عبد الجبار دو نون علاتی بھائی ہون اور وقت انتقال اپنے باپ کے دونون حمل مین ہون اور علقمہ کا حمل کچھ پہلے ہو عبد الجبار کے حمل سے تو اسصورت مین بھی تمام اقوال مین موافقت ہوجاویگی کما لا یخفے علے اللبیب باقی رہی روایت ابو داؤد کی تو محمد غلامًا لا اعقل صلوٰۃ ابی بیشک کسی راوی کا وہم ہے جیسا کہ روایت بزار سے معلوم ہوتا ہے الحمد للہ کہ القول الجازم مین جو کچھ حضرت معترض نے نقل کیا تہا کہا منثورًا ہوگیا تنبیہ یہ جو حضرت معترض نے لکہا ہے کہ عبد الجبار سے علقمہ بڑے ہین یہ میرا ہی اعتراض بنایا ہوا ہے مولویصاحب نے تدلیس کرکے نام میرا نہین لیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجھ کو ایک دفعہ اتفاق بلدہ لکہنو مین جانے کا ہوا وہان مولوی ابراہیم صاحب آروی بہی موجود تھے اونھون نے فرمایا کہ چلو مولوی عبد الحی کی ملاقات کرین مین اُن کی ہمراہ مولوی صاحب کی ملاقات کو گیا اثنائے گفتگو مین مینے پوچھا کہ علقمہ کے بارے مین آپ کی کیا تحقیق ہے آیا اسنے اپنے باپ سے سُنا ہے یا نہین مولوی صاحب نے شیخ ابن الہمام کا قول نقل کیا کہ علقمہ اپنے باپ کے چھ ماہ مرنے کے بعد پیدا ہوا ہے مینے کہا کہ جب علقمہ باپ کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو عبد الجبار جو اس سے چھوٹا ہے وہ کہان سے آگیا پھر تو مولوی صاحب حیران ہوکر بغلین جہانکنے لگے کہین تہذیب نکالتے تھے کہین دوسرا رسالہ غرض کہ یہ سب باتین حضرت معترض کو سیلے ہی سوجہائی ہین ایسے ہی مسند احمد کے روایت جس کا

مولوی صاحب مصنف حواشی شرح وقایہ مین دیا ہے میری ہی بتائی ہوئی ہے یہ
روایت مینے مولوی صاحب کو مع سند کے دی تھی اب مولوی صاحب نے تدلیس
کرکے میرا نام نہین لیا مولوی صاحب حلف تو کھاوین کہ قبل میرے بتانے کے اس
روایت کو کہین دیکھا تہا یہ تو حضرت کا حال ہے اب بعون اللہ پھر رد نصرۃ المجتہدین
کیطرف متوجہ ہوتا ہون عبارت ترمذی کی درباب علقمہ کے جس کو معترض نے
نقل کیا تہا جواب اوسکا رد مین اقوال لقول لجازم کے گذرا قال صاحب الظفر
دوم شعبہ کی روایت مذکور کے مخالف شعبہ ہے سے آمین پکار کر کہنا حضرت صلعم کا
ثابت ہوچکا ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے وَقَدْ رَجَّحَ الدَّارُقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ رِوَايَةَ
سُفْيَانَ بِأَنَّهُ احفظ وقد روی البیہقی عَنْ شُعْبَةَ فِي الْحَدِيْثِ مَا افقاً صَوْتَهُ
قال المعترض یہ کچھ مضر نہین کیونکہ جائز ہے کہ آنحضرت صلعم سے دونون امر یعنی
آہستہ کہنا اور پکار کے کہنا ثابت ہوئے اور شعبہ دونون روایت کے راوی
ہوئے اقول جناب اگر آپ اصول حدیث کا مطالعہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہوتا
کہ یہ امر مضر ہے یا نہین یہ تو فرمائیے مضطرب کس کو کہتے ہین آپ نے اردو کی
عبارت کا مطلب بھی نہ سمجھا غرض صاحب ظفر کی یہ ہے کہ روایت شعبہ مین اضطراب
ہے اور روایت مضطرب قسم ضعیف سے ہے کما لا یخفی علی الماہر جب روایت
شعبہ کی ضعیف مضطرب ٹہری تو درجہ استدلال سے ساقط ہوئی اور عمل حدیث
سفیان پر قائم ہوا قال صاحب الظفر سوم شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا
کہ آنحضرت صلعم نے پکار کر آمین نہین کہی ہے خفیہ اپنے دل مین کہی ہے کیونکہ
اس مین خود شعبہ کہتا ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ
پس کہا آمین اور پست کیا ساتھ اس کے آواز اپنے کو اس سے صاف نکلتا ہے کہ حضرت
نے بہت زور سے پکار کر آمین نہین کہی ور میانہ آواز سے کہی ہے اور اسی کا

قوی ہوا ہے شیخ ابن الہمام حنفی بہی چنانچہ فتح القدیر مین لکہا ہے الخ قال المعترض
یہ تمہارا دعوے بے دلیل ہے کون سنیگا جو سنے گا وہ یہی کہے گا اقول دعوے
صاحب ظفر کا با دلیل ہے اگر آپ نہ سمجہین تو صاحب ظفر کا کیا قصور دلیل تو صاحب
ظفر نے بخاری کی آنحضرت صلعم اگر آمین آہستہ کہتے تو راوی کیسے معلوم کرتا کہ
آنحضرت صلعم نے آمین زور سے کہی یا آہستہ بحث اسکی گذری قولہ پر ظاہر ہے
کہ خفض بمعنی آہستہ کہنے کے کتب لغت مین مسطور ہے اور محاورات عرب مین مستعمل
و مشہور ہے پس یہہ دعوے کہ اِس حدیث سے خفیہ کہنا ہرگز نہین ثابت ہے قابل
اعتبار کے نہین ہے اقول آپ کی لغت دانی ہمکو خوب معلوم ہے یہ تو ارشاد ہو
کہ خفض کے معنی آہستہ کہنا کس کتاب لغت مین مسطور ہے اِسکے بارے مین
کسی کتاب لغت کی عبارت نقل کرین جناب من خفض کے معنے پست آواز کے ہین
جو منافی جہر کے نہین ہے نہ آہستہ کہنے کے قرآن و حدیث کو ٹٹول لیوین اِخفض
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور احادیث باب اذان کی اور نماز تہجد کے بارے مین
جو حضرت صلعم نے عمرؓ کو فرمایا تہا ملاحظہ کرین مجمع مین ہے هُوَ ضِدُّ الرَّفْعِ صاحب مجمع
نے خفض کو ضد رفع کا قرار دیا ہے نہ ضد جہر کا اسی واسطے خفی کو ضد جہر کا لکہا ہے فقط
فَلْيَكُنْ هٰذَا اٰخِرُ الْكَلَامِ فِيْ بَحْثِ التَّامِيْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِتْمَامِهٖ
الآن نَشْرَعُ فِيْ بَحْثِ الثَّانِيْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی قال صاحب الظفر مسئلہ سوم
اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن اور حدیث کے یہہ ہے جو کہ ہدایہ مین
لکہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے محرمات ابدی مثل ماں اور بہن اور بیٹی اور
اُن کے سوا جن کو حرام کیا ہے خدا نے جان کر نکاح کرلے اور صحبت کرے اُنسے
تو بھی اُسپر حد نہین آتی اس لئے کہ محل مشتبہ ہے کیونکہ تمام بیٹیان آدم کی
موضوع ہین اولاد کے لئے اور وہ مقصود اِس جگہہ بھی حاصل ہے اور عبارت

ہدایہ کی یہ ہے اسلئے قولہ سوا امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے مین کلام اللہ کا بھی اور حدیث کا بھی اسلئے کہ جو شخص اپنے محرمات ابدی مثل مان اور بہن وغیرہ سے نکاح کرے تو اوسکو قتل کر دینا چاہیئے فرمایا اللہ تعالےٰ نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ یعنی حرام کی گئی ہین تمپر مائین تمہاری اور بیٹیان تمہاری اور بہنین تمہاری الخ قَالَ الْمُعْتَرِضُ آپ ذرا کان کھولئے اور ہمسے چند باتین سنیئے الخ اقول ہم تو آپکے باتون کے نہایت ہی مشتاق ہین بارے کچھ بھی تو فرمائیے مگر انصاف سے قولہ ایک یہ کہ مخالف ہو جانا کسی مسئلہ کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اَور چیز ہے اور خلاف کرنا اس امام کا اور چیز ہے پس اگر بالفرض یہ مسئلہ یا اَور مسائل امام اعظم کے یا اَور کسی امام کے مخالف قرآن وحدیث کے تمکو معلوم ہوئی ہون تو اس مین یہ کہنا کہ اس مسئلہ مین امام نی خلاف کیا قرآن وحدیث کے درست نہین ہے اقول اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ کہنا درست نہین ہے کہ اس امام نے اس مسئلہ مین خلاف قرآن وحدیث کے کیا ہے بغیر دلیل کے دعوے کرنا اچھا نہین ہے حالانکہ یہ کہنا سلف مین شائع ذائع ہے ترمذی جلد ثانی کا ملاحظہ فرمائیے (عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدَّمَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ وَاِنْ خَالَفْتَ السُّنَّةَ فَقَالَ يَا فُلَانُ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا الخ ترجمہ روایت ہے طارق بن شہاب سے کہا اوّل جس نے پہلے خطبہ نماز عید کے پڑھا مروان تھا پس کھڑا ہوا ایک آدمی پس کہا مروان کو خلاف کیا تو نے سنّت کا پس کہا مروان نے اسے فلانے چھوڑا گیا ہے جو اس جگہ پر تھا پکہا ابو سعید نے لیکن اس شخص پس ہر آئنہ پورا کیا جو اسپر تھا مینے رسول اللہ صلعم سے

سُنا ہے آپ فرماتے تھے جس نے دیکھا مُہکو آخر تک اِس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کے روبرو ایک شخص نے مروان کو کہا کہ خالفت السنۃ کسی نے اِس لفظ کے کہنے پر انکار نہین کیا اور بھی بہت صحابہ سے یہ لفظ منقول ہے۔ امام الائمہ امام بخاری نے بھی اپنے جامع مین امام صاحب کے حق مین اِس لفظ کو اِستعمال کیا ہے جلد ثانی مین ہے (وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنْ وَهَبَ هِبَةَ اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى مَكَثَ عِنْدَهٗ سِنِيْنَ وَاحْتَالَ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيْهَا فَلَا زَكٰوةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَخَالَفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم فِي الْهِبَةِ وَاَسْقَطَ الزَّكٰوةَ) ترجمہ اور کہا بعض لوگون نے اگر ہبہ کیا ہزار درہم یا زیادہ کا یہانتک کہ ٹھیرا رہا نزدیک اُسکے کئی برس اور اس ہبہ مین حیلہ کیا پھر رجوع کیا واہب نے اِس مین پس نہین ہے زکوۃ کسی پر اِن دونون سے کہا ابو عبداللہ یعنی بخاری نے پس خلاف کیا اِس بعض یعنی ابوحنیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہبہ مین اور ساقط کیا زکوٰۃ کو انتہی امام نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین (قَالَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ سُنَّةُ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يُخَالِفْ فِيْهَا اِلَّا اَبَا حَنِيْفَةَ) ترجمہ کہا تمام عُلماء نے سلف اور خلف سے صحابہ اور تابعین نے پس جو شخص اُنکے بعد ہے سُنت ہے نماز نہین خلاف کیا اسمین مگر ابوحنیفہ نے اور چند جگہہ بھی امام نووی نے نسبت خلاف کے امام صاحب کے طرف کی ہے جیسا کہ ناظر شرح مسلم پر مخفی نہین اگر نظائر کل جمع کئے جاوین تو ایک مستقل رسالہ ہو فقط اسیقدر پر اکتفا کی جاتی ہے اِن عبارات کو دیکھکر شرم لیجیے اور بیہودہ گوئی سے باز آئیے جو کچھ آپ اِن لوگون کو جواب دیوینگے وہی صاحب ظفر کا جواب سمجھین قولہ دوسرے یہ کہ حد شرعا مطلق سزا کا نام نہین ہے بلکہ اِس سزا کے

خاص مقدار کا جو شرعاً بعوض ایسے گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ اس مین حق پروردگار ہو نہ حق بندی کا پس تعزیز کو جو حاکم واسطے حسن انتظام و تادیب کے کسی کو سزا دینا ہے حد نہ کہین گے اِسوجہ سے کہ اِسکے مقدار شرعاً مقرر نہین ہے الخ اقول جو تعریف آپ نے حد کی لکھی ہے وہ بخوبی طرح قتل پر بھی صادق آتی ہے کہ شارع کی طرف سے قتل کرنا یہ ایسے ایک سزا خاص ہے جو ایسے شخص کے لئے مقرر کیگئی ہے جو اپنے مان وغیرہ محرمات سے نکاح کرکے زنا کرے الحمد للہ کہ جو تعریف آپنے حد کی لکھی ہے وہی اِسے قتل پر بھی صادق آتی ہے قولہ پس مراد امام اعظم کی حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ مین یہ ہے کہ جو حد زنا مین مقرر ہے یعنی اسّی دُرّے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اِسصورت مین واجب نہین نہ یہ کہ مطلق سزا واجب نہین اقول پہلے یہ تو فرمائیے کہ اسّی دُرّے مارنا حد زنا مین کس نے مقرر کی ہے مینے تو سُنا ہے کہ آپ حافظ قرآن ہین ذرہ سورہ نور کو ملاحظہ کیجئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ) اسی تجرد علم کے بھروسے نواب صاحب بہادر پر اعتراض کرنے کو مستعد ہو جاتے ہین سچ ہے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکان زند

سیدون پر ستم تعدی کا بھی نتیجہ ہے کہ آپ ادنیٰ ادنیٰ باتون مین غلطیان کرتے ہین اسی جگہ آپ نے یہ غلطی نہین کی بلکہ اس صفحہ کے آخر مین بھی لکھا ہے کہ حد زنا کی اسّی دُرّے یا سنگسار کرنا ہے عبارت آپکی یہ ہے (اور اگر غیر محصن ہو تو حد اوسکی اسّی کوڑے مارنا ہے الخ) اِسی کتاب کی جو بالکل مہملات سے پُر ہے آپ تذکرہ مین جا بجا تعریف لکھتے ہین ذرا ہوش کیجئے خیر اب آپکے اعتراض

کا جواب دیا جاتا ہے کان لگا کر سنئے زنا کے اہلحدیث کے نزدیک تین حدین ہین
ایک سنگسار دوم جلد مع نفی کے سوم قتل امام صاحب نے دوسری حد مین سے
تو نفی کی نفی کی اور سوم کو بالکل اڑا دیا اسکے بدلے مین مطلق سزا کو رکھا حالانکہ
حدیث مین اسکے قتل جزا ہے نہ سزا سے مطلق فقط **قولہ** پس قتل کر دینا صورت
مذکورہ مین منافی حد واجب ہونے کے نہین بلکہ یہ قتل تعزیرا ور سیاستہ ہے الخ
اقول اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ قتل تعزیرا وسیاستہ ہے بغیر دلیل کے آپ کی کون
سنتا ہے حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے واجب ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ ایک
حد مقررہ ساقط ہو جاوے **قولہ** اور بقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی جائز ہے
لوطی اور ساحر اور زندیق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیرا جائز رکھا ہے **اقول** لوطی
کے لئے تو حدیث مین قتل موجود ہے ترمذی جلد اول کو ملاحظہ فرمائیے (عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ
عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهِ **ترجمہ** یعنی جس کو پاؤ تم عمل
کرتا ہے قوم لوط کا پس مار ڈالو تم فاعل اور مفعول بہ کو ایسے ہی ساحر کے بارے
مین ہے (حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ) یعنی حد ساحر کے مارنا ہے ساتھ
تلوار کے زندیق کے بارے مین ہے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ یعنی جس نے
اپنے دین کو بدل ڈالا اوسکو قتل کرو ان تینون کی حد کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قتل معین کیا ہے نہ یہ کہ ساحر و لوطی کو تعزیرا قتل کرنا بھی جائز
ہے جس سے یہ مفہوم ہوگا کہ ماسوا سے قتل کے اور سزا بھی جائز ہے اور اسوا سے
قتل کے اور سزا کا جائز ماننا خلاف ہے احادیث رسول اللہ صلعم کے غرض
ان تینون کی نسبت بھی حنفیہ نے خلاف کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تو
ان تینون کی نسبت قتل کو حد مقرر کرین اور حنفیہ فقط تعزیر ہی جائز بتا دین

جب اِن تینون صورتون مین قتل کرنا تعزیرًا نہ ثابت ہوا بلکہ حدًّا ہوا تو اِس صورت
مین بھی قتل کرنا ضرور حدًّا ہوگا فقط **قولہ** تیسرے یہ کہ یہ دعوے کہ مذہب امام
اعظم کا اس بحث مین مخالف ہے قرآن و حدیث کے محض غلط ہے آیت قرآنیہ
جو آپ نے بیان کی اس سے تو صرف حرمت محرمات ابدیہ کے ثابت ہوتی ہے
اور اسکا کون منکر ہے الخ **اقول** مراد صاحب کی مخالفت آیت سے یہ ہے
کہ جب اس آیت سے حرمت محرمات ابدیہ کی معلوم ہوئی تو پھر یہ حکم لگانا کہ نکاح
کرنے سے حد ساقط ہوجاتی ہے گویا حرمت کو حرمت نہین سمجھنا ہے - جب
حرمت کو حرمت نہ سمجھا تو بیشک خلاف آیت کا کیا اور یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے
قولہ اور حدیث جو آپ نے سنن ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی و ترمذی
سے ذکر کرکے اس سے صرف اسیقدر ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایسے شخص کی جس نے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارنیکا
اور مال چھین لینے کا حکم کیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے
تھا نہ بطور حد کے **اقول** آپ تو بار بار ایک ہی کلام کا بغیر دلیل کے اعادہ کرتے
ہین اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ حکم آپکا حدًا نہ تھا بلکہ تعزیرًا و سیاستًہ تھا حالانکہ قتل کو
تعزیر کہنا تشریع من عند نفسہ ہے جاننا چاہیئے کہ یہ جو معترض نے لکھا ہے کہ یہ
حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا یہ خود تصریحات حنفیہ کے خلاف ہے کیونکہ اکثر
کتب معتبرہ حنفیہ مین یہ لکھا ہے کہ تعزیر زائد سے زائد امام صاحب کے نزدیک
انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اپنے دعوے کے ثبوت مین عبارت ہدایہ کی نقل
کرتا ہون (وَالتَّعْزِيْرُ اَكْثَرُہٗ تِسْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَوْطًا وَاَقَلُّہٗ ثَلٰثُ
جَلَدَاتٍ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ يَبْلُغُ التَّعْزِيْرُ خَمْسًا وَّسَبْعِيْنَ سَوْطًا)
ترجمہ اور تعزیر اکثر اسکا انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اور کم اسکا تین جلد اور

کہا ابو یوسف نے پہونچتی ہے تعزیر پچہتر کو انتہی اب ناظرین انصاف کرین کہ
جب امام صاحب کے نزدیک انتالیس کوڑے سے زائد تعزیر ہے ہی نہین تو قتل
کرنا تعزیرا کیسے جائز ہوگا اور یہ جو بعض کتب حنفیہ مین مرقوم ہے کہ قتل بھی تعزیرا
جایز ہے لائق اعتبار کے نہین کیونکہ ظاہر روایت مین امام سے یہ منقول نہین
ہے اگر معترض کو کچھ دعوے ہو تو اسکی روایت کو بھی امام صاحب سے نقل
کرے اور پھر تعارض کو دفع کرے کیونکہ اکثر کتب مین تو انتالیس کوڑے سے
زائد تعزیر کو نہین لکھا ہے پھر یہ قتل کیسے جایز ہوا تنبیہ یہ جو امام صاحب سے
منقول ہے کہ تعزیر زائد ہے انتالیس کوڑے سے ہے یہ بھی خلاف ہے
حدیث متفق علیہ کے جو بخاری و مسلم مین مروی ہے الفاظ بخاری کے یہ ہین
باب کم التعزیر والادب حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا
اللیث قال حدثنی یزید بن ابی حبیب عن بکیر بن عبد اللہ عن
سلیمان بن یسار عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ عن ابی
بردۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یجلد فوق عشر
جلدات الا فی حد من حدود اللہ ترجمہ روایت ہے ابی بردہ
سے کہا تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے نہ مارا جاوے اوپر دس کوڑے کے
مگر حد مین حدود اللہ سے دوسرے طریق سے یون ہے (لا یجلد فوق
عشرۃ اسواط الا فی حد من حدود اللہ) یعنی نہ مارا جاوے دس
کوڑے کے اوپر مگر حد مین حدود اللہ سے یہ حدیث جملہ کتب حدیث مین موجود
ہے اسکے مخالف مین کوئی روایت ایسی قوی نہین ہے اسیواسطے امام
احمد و اسحق وغیرہ محدثین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور امام شوکانی
نے بھی نیل الاوطار مین اسی کو راجح فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسکے مخالف

کوئی روایت صحیح نہاین جنسے تعزیر کا دس سے زیادہ ہونا قول رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوا تو پھر آنتا لیس یا قتل کیسے تعزیرًا جایز ہوگا معترض سے اُمید ہے کہ جواب شافی عنایت ہو غرض کسی صورت سے قتل تعزیرًا نہاین معلوم ہوتا۔ کیونکہ دس کوڑے سے زاید تو تعزیر ہے ہی نہاین جب تعزیر کا دس کوڑے سے زاید ہونا نہ ثابت ہوا تو نخواہ نخواہ بھی کہنا پڑے گا کہ قتل کرنا ناکح محرمات کو حدًا تہا نہ تعزیرًا **قولہ** اوّلاً اس وجہ سے کہ زنا کی صرف دو حدین بالاتفاق اگر زانی محصن ہو تو اسکی حد سنگسار کرنا **اقول** زنا کی دو ہی حدین بتانا دلیل عدم تجرو کوتہ نظری معترض کی ہے امام احمد و اسحٰق و اصحاب حدیث کے نزدیک ایسے شخص کو جو محرمات ابدیہ سے نکاح کرے قتل کرنا حدًا ہے ترمذی جلد اوّل مین ہے۔ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا قَالُوْا مَنْ اَتٰى ذَاتَ مَحْرَمٍ وَهُوَ يَعْلَمُ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ وَقَالَ اَحْمَدُ مَنْ تَزَوَّجَ اُمَّهٗ قُتِلَ وَقَالَ اِسْحٰقُ مَنْ وَقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ قُتِلَ **ترجمہ** اور عمل اسپر ہے نزدیک اصحاب ہمارے کے کہا اونہون نے جو شخص آوے ذات محرم کو حالانکہ وہ جانتا ہے پس اسپر قتل ہے اور کہا احمد نے جس شخص نے نکاح کیا اپنی مان سے قتل کیا جاوے اور کہا اسحٰق نے جو واقع ہو ذات محرم پر قتل کیا جاوے انتہےٰ اور یہ بھی پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمد کے نزدیک تعزیر دس سے زاید نہاین ہے تو ناچار یہ قتل حدًا ہوگا **قولہ** ثانیًا اس وجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث مین وارد ہے سنن ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ مین مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیئے اوسکو مار ڈالو الخ **اقول** جواب اسکا موقوف ہے ایک تمہید پر وہ یہ ہے کہ حد نام ایک عقوبۃ مقدرہ کا ہے شارع کے طرف سے جیسا کہ آپنے بھی نقل کیا ہے جب شارع نے ایک جرم کے بدلے ایک عقوبت کو مقرر کیا

اور پھر اسکا خلاف شارع سے ثابت نہین ہے تو بیشک اس عقوبت کو حد کہین گے کیونکہ جو تعریف حد کی ہے وہ اسپر صادق آتی ہے جیسا کہ لوطی و ساحر و زندیق مین اور اگر شارع نے پہلے ایک عقوبت کو ایک جرم کے بدلے مقرر کیا تھا پھر اسکا خلاف بھی شارع سے ثابت ہوا یعنی پھر شارع نے اس حد پر عمل نہ کیا تو معلوم ہوگا کہ ابتدا یہ حکم تھا پھر منسوخ ہوا جیسے شرب خمر چوتھی بار مین اور جو پانچین مرتبہ چوری کرے اس مین کیونکہ ترمذی وغیرہ کتب حدیث مین یہ بھی ہے کہ چوتھی دفعہ شراب پینے سے پہلے آپ نے قتل کیا پھر نہین کیا ایسے ہی پانچوین مرتبہ چوری مین بعد اس تمہید کے اب جواب دیا جاتا ہے کہ جن جن جرائم کی نسبت آپ نے قتل کو لکھا ہے وہ سب ابتدا مین حداً تھا بعض مین تو بحال رہا جیسے ساحر و ناکح محرمات و زندیق مین اور بعض مین منسوخ ہوا جیسے چوتھی مرتبہ شراب پینے اور پانچوین مرتبہ چوری کرنے مین **قوله** اور زیادہ تفصیل اس بحث کی اَلْقَوْلُ الْجَازِمُ فِي سُقُوطِ الْحَدِّ بِنِكَاحِ الْمَحَارِمِ مین موجود ہے جسکا دل چاہے دیکھے **اقول** القول الجازم بھی کچھ کتاب ہے جس مین سوائے دو تین زٹل قافیہ کے اور کوئی بات کام کی نہین اسکا خلاف قول آپ کا بھی ہے جسکو آپنے یہان نقل کیا ہے جو اسکا جواب ہے وہی جواب القول الجازم کا سمجھین [illegible]

[illegible]

[illegible]

قال صاحب الظفر اور حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص اپنے محرم کے ساتھ نکاح کرے اسپر امام اعظم کے نزدیک اسلئے حد واجب نہین ہے کہ اُسکے نکاح مین شبہ پڑ گیا جواب اسکا دو طرح پر ہے **اول** یہ کہ ایسا نکاح ہرگز محل شبہ نہین ہے محل شبہ جب ہوتا کہ اسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے

بیٹے نکاح کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جبکہ ایک شخص نے عمداً اپنے ماں سے نکاح
کر لیا اور اس سے صحبت کرنے لگا تو پھر بھلا کس بات کا اس میں شبہ پڑا الخ **قال**
المعترض آپکا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے
اقول جواب صاحب ظفر کا نہایت قوی وعمدہ ہے مگر سمجھ کے لئے عقل درکار ہے
آپ کے امام کی تحقیق کا حال تو اظہر من الشمس ہے کچھ شبہ ہو تو منخول امام غزالی یا
رسالہ امام رازی کا مطالعہ کریں اگر یہ کتب میسر نہ ہوں تو حدیث الغاشیہ کا ہی مطالعہ
کریں **قولہ** تفصیل اسکی یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ)
یعنی دفع کرو حدود کو ساتھ شبہوں کے الخ **اقول** اگرچہ یہ حدیث کل طرق سے ضعیف
ہے مگر بعض کو بعض سے تقویت ہوتی ہے کما قال اِمَامُنَا الشَّوْکَانِیُّ فِی نَیْلِ
الْاَوْطَارِ لَفْظُهُ هٰذَا وَاِنْ کَانَ فِیْهِ الْمَقَالُ الْمَعْرُوْفُ فَقَدْ شَدَّ مِنْ عَضُدِهٖ
مَا ذَکَرْنَاهُ فَیَصْلُحُ بَعْدَ ذٰلِكَ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهٖ عَلٰی مَشْرُوْعِیَّةِ دَرْءِ الْحُدُوْدِ
بِالشُّبُهَاتِ الْمُحْتَمَلَةِ لَا مُطْلَقِ الشُّبْهَةِ اِنْتَهٰی اس حدیث کو جو معترض نے معرض استدلال
میں نقل کیا ہے اس سے کچھ کام نہیں چلتا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا
قولہ بعد تمہید اس امر کے معلوم کرنا چاہیئے کہ شبہ کی تین قسم ہیں ایک شبہ فی المحل الخ
اقول اس تقسیم پر کیا دلیل ہے کہ شبہ کی تین قسم ہیں نکاح کو شبہ قرار دینا اسکی
کیا دلیل ہے حالانکہ وہ شخص جانتا ہے کہ یہ میری ماں یا بہن ہے اور مجھ پر ہمیشہ
ہمیشہ حرام ہے کسی صورت سے حلال نہیں ہوسکتی پھر نکاح کرنا وہاں کیا فائدہ
دیگا فعل نکاح کا تو محض لغو ہوگا جیسے کوئی شخص خنزیر کو تسمیہ کہکر ذبح کرے تو
وہ ہرگز ہرگز حلال نہیں ہوگا ایسے ہی جس شخص نے اپنی ماں بہن سے نکاح کیا
کیونکہ اس میں دو صورتیں ہیں یا تو آپ اس نکاح کا اعتبار کریں گے یا اعتبار

ذکر کرینگے بصورت اوّل کے محرمات ابدیہ کا محرمات ابدیہ ہونا باقی نہ رہے گا اور
بصورت ثانیہ یہ فعل لغو ہوگا اور ناکح پر حد آوے گی جسکو شارع نے معین
کیا ہے اگر ایسے ہی اشیاء کو جس سے اشتباہ کسیصورت سے نہیں ہو سکتا
شبہ ٹھیرا کر حد ساقط کرینگے تو پھر کسی حد کا حد ود اللہ سے پتا نہیں ملیگا زاہدون
کی خوب ہی بن آئیگی اگر انصاف سے پوچھنا چاہیئے تو ناکح محرمات ابدیہ کو خوب
ہی سزا دینی چاہئے کیونکہ یہ شخص آیات قرآنیہ سے کھیل کرتا ہے کہ جس کو اللہ و
رسول نے ابدکے لئے حرام کیا ہے اِس سے نکاح کر کے صحبت کرتا ہے اسیواسطے
حضرت صلعم نے بعد گردن مارنے کے اسکے مال چھین لینے کا حکم کیا اور اسکی
سزا سخت معین فرمائی اگر یہ نکاح محل شبہ کا ہوتا تو پیغمبر ہمارا صلعم اس شخص کو کیون
قتل کرتے اور بعد قتل کرنے کے اسکا مال کیون چھینتے جب رسول اللہ صلعم نے
ناکح محرمات کی حد کو رد نہ کیا تو پھر بعد آپ کے کون دفع کر سکتا ہے اور نکاح کو
محل شبہ کا ٹھیرا سکتا ہے امام شوکانی نے سچ فرمایا ہے کہ یہ اہل رای جس کو رسول اللہ
صلعم نے حلال کیا ہے حرام کہتے ہیں اور جسکو حرام کیا ہے حلال کہتے ہیں غرض
نفس نکاح کو محل شبہ قرار دیکر حد کو ساقط کرنا محض ہنسی اور کھیل کرنا شریعت غرا
سے ہے **قولہ** پس جب اُسنے بعد نکاح کے صحبت کی تو یہ کہہ سکتے ہین کہ اسنے اپنی منکوحہ
سے صحبت کی اور منکوحہ سے صحبت حلال ہے الخ **اقول** آپ کے اس قول سے
معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کُتّے یا سور کو بسم اللہ کہکر ذبح کرے تو اوسکو بھی آپ
حلال کہین گے کیونکہ اسپر بھی یہ صادق آتا ہے کہ اس شخص نے بسم اللہ کہکر ذبح
کیا اور بسم اللہ کہنے سے جانور حلال ہو جاتا ہے ایسی سمجھ سے اللہ بچاوے
جناب من یہ فعل نکاح کا اسکا لغو ہوا منکوحہ ہرگز نہین ہوئی اور نہ کوئی یہ موقع
اشتباہ کا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حدود

کو مفع کرو اگر کوئی اوسکے دفع کا مخرج اور مدفع پاؤیںہان توکسی صورت سے مخرج
اور مدفع پایا ہے نہین جاتا جیساکہ ہنے اوپر بیان کیا **قال صاحب لطف**
دوم اپنی مان کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہ ہونے کا قائل ہونا
معاذ اللہ پیغمبر کے حق مین یہ اعتقاد کرناہے کہ اونہون نے اس مسئلہ کو نہین سمجہا
تہا اگر سمجتے توبسبب محل شبہ ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیون دیتے **قال المعترض**
یہ آپ کی نافہمی کی بات ہے پیغمبر نے یہ کب فرمایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر ہقدر کی
ہے اور اہل علم اس امر سے واقف ہین کہ بسبب شبہ کے حد ساقط ہوتی ہے نہ
تعزیر بلکہ وہ موافع شبہات مین ہے واجب ہوتی ہے **اقول** پیغمبر خدا صلعم نے
شارب خمر کے لئے کہان فرمایا ہے کہ اسکے یہ حد ہے ایسے ہی رجم جلد وغیرہ کو کہان
فرمایا ہے کہ یہ اسکی حد مقرر ہے جیسا اور حدود مین آپ کے فعل پر عمل ہے ایسے
ہی اس حد مین بھی جیسا آپکا قول حجت ہے ایسے ہی فعل بھی ہر بات کے لئے
آپ صریح قول ہے تلاش کیجئے گا تو آپ کو اور حدود کا بھی چھوڑنا پڑے گا بہلا
یہ تو فرمائے کہ پیغمبر خدا صلعم نے یہ کہان فرمایا ہے کہ یہ قتل تعزیرا ہے نہ حدا اگر
یہ قتل تعزیرا ہوتا توکبھی کبھی تو آپ کچھ اور بھی سزا ایسے شخص کو دیتے جب بھی
سزا دی اور کوئی دوسری سزا ناکح محرمات ابدیہ کو نہ دے تو معلوم ہوا کہ یہی اسکی
حد ہے اور حد کے ساقط کرنے سے تعزیر واجب ہونا اسکی کیا دلیل ہے مقتضائے
حدیث کا تو یہ ہے کہ جب حد اس شخص سے ساقط کی گئی تو پھر اوسکو بالکل بری
کیا جاوے نہ یہ کہ اسکو تعزیر کی جاوے اس قتل کو حد نہ سمجہنا تعزیر سمجہنا محض آپکی
ناسمجہی ہے آپ پھر ایسی جرٲت نہ کرین ؎

بازآتا ہی نہین وہ کجروی سے کج نہاد
بات سیدہی کا بہی اولٹا ہی وہ دیتا ہے جواب

قال صاحب الظفر غرض حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہین اور نہ
حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر ان کو قرآن اور حدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو
قرآن کی مخالف اعتقاد نہ کہتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ اور نیز قرآن کے
مخالف یہ نہ کہتے کہ بچے کو دودہ پلانے کی مدت اڑہائی برس ہے دو برس نہین
اور بعضی تین برس کے قائل نہوتے جیسا کہ پہلے گذرا اسی طرح سے اگر حدیثون کو
مانتے تو صدہا حدیثون کا انکار کبھی نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ مان کے ساتھ نکاح
کرنے والے کو قتل کردینے کی حدیث بسبب اپنے اعتقاد بد کے نہین مانتے
ہین الخ **قال المعترض** اس افترا اور طعن کا عوض تو آپ کو قیامت مین ملے گا
ہم اسیقدر پر کفایت کرتے ہین کہ حنفیہ کمال مرتبہ متبع قرآن وحدیث ہین **اقول**
واقعی بات کو افترا کہنا آپکا ہی کام ہے کیا ایمان کے مسئلے مین حنفیہ نے قرآن
کی مخالفت نہین کی یا رضاعت کے مسئلے مین نہین کی احادیث کا تو کچھ
ٹہکانا ہی نہین اگر حنفیہ متبع قرآن وحدیث ہوتے تو اہل رائے کیون کہلاتے
اور سلف کے کیون مطعون بنتے امام احمد وغیرہ محدثین نے لکہا ہے کہ اہل
رائے مخالف ہین اثر کے یہان پر امام احمد کی عبارت نقل کرنا مناسب
سمجہتا ہون اپنے رسالے مین جو خاص اونہون نے درباب عقائد کے
تصنیف کیا ہے فرماتے ہین وَاَصْحَابُ الرَّاْيِ . هُمْ مُبْتَدِعَةٌ ضُلَّالٌ
اَعْدَاءُ السُّنَّةِ وَالْاَثَرِ يُبْطِلُوْنَ الْحَدِيْثَ **ترجمہ** اور اصحاب رای
مبدعتی گمراہ ہین دشمن سنت اور حدیث کے باطل کرتے ہین حدیث کو شیخ عبدالقادر
جیلی رح نے حنفیہ کو مرجیہ لکہا ہے اور امام رازی نے فرمایا ہے اَمَّا اَصْحَابُ
الرَّاْيِ فَطَرِيْقَتُهُمْ غَيْرُ مَبْنِيَّةٍ عَلٰى قَانُوْنٍ مُسْتَقِيْمٍ ملل نحل مین بھی
حنفیہ و امام ابو حنیفہ کو اہل رائی قرار دیا ہے نووی شرح مسلم مین

سو جگہ سے کم لفظ اہل الرائی کا حق مین حنفیہ کے نہ آیا ہوگا لیکن جسکے آنکھی کی
پہوٹ گئے ہین وہ کیا کرے اوسکو تو سورج کالا ہی نظر آوے گا - غرض
سلف کا اتفاق ہے کہ اہل رائی واصحاب رائی مخالف ہین کتاب اللہ وسنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حنفیہ کو متبع قرآن وحدیث کہنا محض دہوکہا دینا ہے قولہ
ان جو لوگ زکوٰۃ تجارت واجب نہین سمجھتے اُن کی البتہ یہ صفت ہے کہ نہ
قرآن کو مانین نہ حدیث کو بلکہ اپنے رائے پر مدار ہے اقول یہ بھی قرآن
وحدیث پر بہتان صریح ہے کہین قرآن وحدیث صحیح مین یہ نہین آیا کہ مال
تجارت مین زکوٰۃ واجب ہے اگر آپ سچے ہین تو کوئی دلیل لائیے اگر کوئی
دلیل ہوتی تو میان جی صاحب ضرور تذکرۃ الراشد مین اسکو تحریر فرماتے تذکرہ
مین تو اس مسئلہ کا تذکرہ تک نہین کیا صاحب تبصرہ نے کیا آپ کو جواب دندان
شکن دیا ہے اور کس خوبی سے ثابت کر دکہلایا ہے کہ مال تجارت مین زکوٰۃ
واجب نہین ہے جس آیت کو آپ نے لکہا تہا اوسکا دس وجہ سے کیا عمدہ
جواب دیا ہے کہ آپ بہی اسکو مانگئے اور جواب سے عاجز آئیے اگر کچھ
شرم حیا ہے تو پھر اس مسئلہ کا نام نہ لیوین اگر حوصلہ ہے تو تبصرۃ النافذ کے
بحث کا جواب دیوین ان شاء اللہ اس مسئلہ کی تفصیل آگے آوے گی
فَانْتَظِرُوْا قال صاحب لنظم مسئلہ اول اور ایک مسئلہ امام اعظم کا
مخالف قرآن اور حدیث کے یہ ہے جو کہ فقہ اکبر اور شرح عقاید نسفی مین لکہا ہے
اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ وَاِیْمَانُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ
لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان اقرار ہے اور تصدیق ہے اور ایمان
اہل آسمان اور زمین کا نہین زیادہ ہوتا اور نہین کم ہوتا انتہے امام
اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ مین کلام اللہ کے صریح کئی آیتون کا بہی

ل یعنی آنکھین پہوٹ گئی ہین ۱۲

اور حدیثون کا بھی اسلئے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے چنانچہ
فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا
یعنی جب پڑھی جاتی ہین اوپر اون کے نشانیان اسکی زیادہ کرتی ہین اُن کو
ایمان الخ قال المعترض اس مقام مین صفحہ ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و
۴۸ و ۴۹ مین جو اس امر کو طول دیا ہے اور اپنے زعم مین مذہب امام کو
مخالف آیات قرآنیہ و احادیث قرار دیکر امام کو بھی مطعون کیا ہے وہ دلیل ہے اسکے عدم فہم مرام امام کا
ہے اور سوء فہم ہے اگر غور سے مذہب امام کا سمجھتے کبھی طعن کرتے الخ اقول صاحب
ظفر نے تو یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس مسئلہ مین مذہب امام کا مخالف آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ ہے
آپ سے بھی ان کا سوا اسکے تقریر بیہودہ کے کچھ جواب نہین ہو سکا اور
جو مقدمات آپنے ممہد کئے ہین اکثر صاحب ظفر کے مفید مدعا کے ہین جناب
اس مسئلہ مین تو سلف نے بھی امام صاحب کو مطعون کیا ہے اگر صاحب ظفر
نے نقل کیا تو کیا ہوا قبل رد آپ کے تقریر لاطایل کے ایک مقدمہ
لکھا جاتا ہے جس سے ہر خاص و عام پر حقیقت اس مسئلہ کی واضح ہو جاویگی
مقدمہ جاننا چاہیئے کہ ایمان کی زیادتی ثابت ہے آیات قرآنیہ و احادیث
نبویہ و اجماع صحابہ و تابعین سے نہین اختلاف کیا ہے سلف و خلف مین سے
کسی نے مگر حنفیہ نے پہلے چند آیات لکھی جاتی ہین پھر احادیث پھر وہ علما
لکھی جاوینگی جس سے معلوم ہوگا کہ صحابہ و تابعین مین اس مسئلہ مین اختلاف
نہ تھا اللہ تعالےٰ نے سورہ فتح مین فرمایا ہے (لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ)
ترجمہ تو کہ بڑھ جاوین ایمان مین ساتھ ایمان اپنے کے سورہ کہف
مین ہے (وَزِدْنَاہُمْ ھُدًی) یعنی زیادہ کی ہمنے ان کو ہدایت
یعنی ایمان ۔ سورہ مدثر مین ہے (وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا)

ترجمہ اور زیادہ ہوں وہ لوگ کہ ایمان لاتے ہیں از روئے ایمان کے سورہ مریم میں ہے (وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى) یعنی اور زیادہ کرتا ہے اللہ تعالے اُن لوگوں کو کہ ہدایت پائی ہے ہدایت سورہ توبہ میں ہے (وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ) ترجمہ اور جب اُتاری جاتی ہے کوئی سورہ پس بعضے ان میں سے وہ ہیں کہ کہتے ہیں کسکو تم میں زیادہ کیا اس سورہ نے ایمان میں پس جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں پس زیادہ کیا اون کو ایمان اور وہ خوش ہوتے ہیں سورہ آل عمران میں ہے (اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا) ترجمہ وہ لوگ کہ کہا اون لوگوں نے ہر آئینہ آدمی تحقیق جمع ہوئے واسطے تمہارے پس ڈرو تم ان سے پس زیادہ کیا ان کو ایمان ان آیات قرآنیہ سے صاف معلوم ہوا کہ ایمان مومنوں کا بڑھتا ہے اب چند احادیث لکھی جاتی ہیں بخاری شریف میں ہے باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَّفِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ یعنی باب قول میں نبی صلعم کے ہے بنایا گیا ہے اسلام پانچ چیز پر اور وہ قول اور فعل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اسی باب میں امام بخاری نے چند آیات کو ذکر کیا ہے اور بہت سی احادیث کو بخاری کے فقط ایک حدیث لکھی جاتی ہے (عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلعم قَالَ الْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَّالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ) ترجمہ روایت ہے ابوہریرہ رض سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے ایمان کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایک شاخ ایمان سے ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی مثل درخت کی ہے جیسے درخت شاخوں سے بڑھتا ہے

اور شاخین کم کرنے سے کم ہوتا ہے ایسے ہی ایمان کی بہی کچھ اوپر شاخین
ہین وہ بھی بڑہتا ہے اور کم ہوتا ہے ترمذی کی جلد ثانی مین ہے (بَابُ فِے
اِسْتِكْمَالِ الْاِيْمَانِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّے اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ
خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ) روایت ہے عائشہ رض سے کہا اُسنے فرمایا رسول اللہ
صلّے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق زیادہ کامل مومنون کا ازروے ایمان کے زیادہ
اچہا اُن کا ہے از روے خلق کے اور زیادہ مہربان ساتھ اہل اپنے کے اور مسلم
مین ہے (حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَ
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُوْنِ الرَّقِّيُّ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ
اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّے اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِے قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
مِنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِے قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
مِنْ اِيْمَانٍ) روایت ہے عبد اللہ بن مسعود سے کہا اُسنے فرمایا رسول اللہ
صلّے اللہ علیہ وسلم نے نہین داخل ہوگا جنت مین وہ شخص جو ہو دل مین
اوسکے برابر رائی کے تکبر اور نہین داخل ہوگا آگ مین وہ شخص کہ ہو دل مین
برابر رائی کے دانے کے ایمان سے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ
بعضون کا ایمان برابر رائی کے ہوگا بعضون کا اس سے زاید رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی کیفیت ایمان کی بہی فرما دی کہ اہل ایمان
کیفیت ایمان مین بہی متفاوت ہونگے اِسکے بعد کی حدیث مین ہے
ثُمَّ يَقُوْلُ اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِے قَلْبِهٖ وَزْنُ دِيْنَارٍ مِنَ الْاِيْمَانِ ثُمَّ مَنْ
كَانَ فِے قَلْبِهٖ وَزْنُ نِصْفِ دِيْنَارٍ ثُمَّ مَنْ كَانَ فِے قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ

مین خردل الخ پھر فرمایگا اللہ نکالو تم اوسکو جسکے دل مین ہو برابر ایک دینار کے (جو ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے) ایمان سے پھر اوسکو جسکے دل مین نصف دینار ہو پھر اوسکو جسکے دل مین برابر دانے رائی کے ہو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کا ایمان کم وبیش ہوتا ہے بعض کا برابر ایک دینار کے بعض کا برابر نصف دینار کے بعض کا برابر ایک رائی کے آب بعض احادیث اوربھی بحذف سند کے لکھی جاتی ہین سند ان کی ابن ماجہ مین ہے (عن جندب بن عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فتیان حزاورة فتعلمنا الایمان قبل ان نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازددنا به ایمانا) روایت ہے جندب بن عبد اللہ سے کہا تھے ہم ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اورہم جوان قوی تھے پس سیکھا ہم نے ایمان کو پہلے اس سے کہ سیکھین ہم قرآن پس زیادہ ہوئے ہم ساتھ اسکے از روے ایمان کے اس حدیث مین بھی زیادتی ایمان کی بخوبی معلوم ہوتی ہے عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفة بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان روایت ہے علی رض بیٹے ابی طالب سے کہا علی رض نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمان معرفت ہے ساتھ دل کے اور کہنا ساتھ زبان کے اور عمل کرنا ارکان سے مین کہتا ہون کہ یہہ حدیث ضعیف ہے مگر متابعات مین حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے عن مجاهد عن ابی هریرة وابن عباس قالا الایمان یزید وینقص روایت ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہین ابی ہریرہ اور ابن عباس سے فرمایا ان دونون نے ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے عن مجاهد عن ابی الدرداء قال الایمان یزداد وینقص روایت ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہین

ابو داؤد سے فرمایا انہون نے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے انتہی
یہ تینون اگرچہ بظاہر اثر ہین مگر حکماً مرفوع ہین کیونکہ اصول حدیث مین یہ بات
مقرر ہے کہ اگر صحابی ایسی چیز کو بیان کرے جس مین رائے اور عقل کو دخل
نہ ہو تو وہ حکماً مرفوع ہوگی زیادتی ایمان کی بہی اسی قبیل سے ہے کیونکہ کوئی
من عند نفسہ نہین کہہ سکتا کہ ایمان زیادہ و کم ہوتا ہے جب احادیث سے زیادہ
ہونا اور کم ہونا ایمان کا معلوم ہوا تو اب وہ عبارات لکہی جاتی ہین جس سے
یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ تابعین کا اس مسئلہ مین اختلاف نہ تہا سوا ئے حنفیون کے
اور کسی نے اس مین اختلاف نہین کیا امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے
ہین قَالَ الْاِمَامُ اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ خَلَفِ بْنِ بَطَّالٍ الْمَالِكِيُّ الْمَغْرِبِيُّ
فِيْ شَرْحِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ مَذْهَبُ جَمَاعَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ سَلَفِ الْاُ
مَّةِ وَخَلَفِهَا اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ وَالْحُجَّةُ عَلٰى
زِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ مَا اَوْرَدَهُ الْبُخَارِيُّ مِنَ الْاٰيَاتِ يَعْنِيْ قَوْلَهُ عَزَّ
وَجَلَّ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ الخ ترجمہ کہا امام ابو الحسن علی بیٹے
خلف بطال مالکی مغربی نے شرح مین صحیح بخاری کے مذہب جماعت اہل
سنت کا سلف اور خلف امت سے ہے یہ کہ ہر آئینہ ایمان قول اور عمل ہے
زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اور دلیل زیادتی اور نقصان ایمان پر وہ ہے
جس کو بخاری نے آیات سے وارد کیا ہے یعنی قول اللہ برتر کا تو کہ زیادہ ہون
اندرو ایمان کے ساتہ ایمان اپنے کے آخر تک اس سے معلوم ہوا کہ مذہب
اہل سنت کا سلف سے خلف تک یہی ہے کہ ایمان زاید بھی ہوتا ہے کم بھی۔
نیز دوسری جگہ مین ہے فَاِذَا تَقَرَّرَ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَ
اَئِمَّةِ الْخَلَفِ فَهِيَ مُتَظَاهِرَةٌ مُطَابِقَةٌ عَلٰى كَوْنِ الْاِيْمَانِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ

وَهٰذَا مَذْهَبُ السَّلَفِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ ترجمہ
پس جس وقت ثابت ہوا وہ کہ ہمنے ذکر کیا ہے مذاہب سلف سے اور اماموں
جماعت سے پس وہ سب موافق ہیں ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر اور یہی
مذہب سلف اور محدثین اور ایک جماعت متکلمین کا ہے امام سفارینی
لوامع الانوار میں فرماتے ہیں وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْاِیْمَانَ عِنْدَ السَّلَفِ
وَمَنْ وَافَقَهُمْ مِنْ اَئِمَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْعِرْفَانِ يَزِيْدُ بِالطَّاعَةِ وَ
يَنْقُصُ بِالْعِصْيَانِ یعنی حاصل یہ ہے کہ ہر ائمہ ایمان نزدیک سلف
کے اور جو انکے موافق ہے ایمہ اہل سنت اور عرفان سے زیادہ ہوتا ہے
طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے (وَقَدْ
ثَبَتَ لَفْظُ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِيْهِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُعْرَفْ فِيْهِ
مُخَالِفٌ مِنْهُمْ اِنْتَهٰى) یعنی تحقیق ثابت ہوا ہے لفظ زیادہ اور لفظ نقصان کا
اسی ایمان میں صحابہ سے اور نہیں سمجھا گیا اس میں کوئی مخالف ان میں
ابن عبد البر نے تمہید میں فرمایا ہے اَجْمَعَ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّ
الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَلَا عَمَلَ اِلَّا بِنِيَّةٍ قَالَ وَالْاِيْمَانُ عِنْدَهُمْ يَزِيْدُ
بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ وَالطَّاعَةُ عِنْدَهُمْ اِيْمَانٌ اِلَّا مَا ذُكِرَ
عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ فَاِنَّهُمْ ذَهَبُوْا اِلٰى اَنَّ الطَّاعَةَ لَا تُسَمّٰى اِيْمَانًا
ترجمہ اجماع کیا ہے اہل فقہ اور حدیث نے اس پر کہ ایمان قول اور
عمل ہے اور نہیں عمل مگر ساتھ نیت کے کہا اور ایمان نزدیک ان کے زیادہ
ہوتا ہے طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے اور طاعت کل ہے اسی طاعت
کا نام ایمان ہے نزدیک ان کے مگر جو ذکر کیا گیا ہے ابوحنیفہ اور اصحاب اسکے
سے پس ہر آئینہ وہ گئے ہیں اسطرف کہ طاعت نہیں نام کی گئی ایمان یہ تینوں

یہ مذہب جملہ محدثین اور اکثر سلف صالحین کا ہے اور بہت سے متکلمین کا اور یہی منقول ہے امام شافعی و اوزاعی و مالک سے نیز جو عبارت آپ نے اس مقدمہ مین محقق جلال الدین دوانی کی شرح عقاید عضدیہ سے نقل کی ہے اوس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سلف کا بھی ہے کہ اعمال ایمان مین داخل ہین چنانچہ عبارت محقق جلال الدین کی نقل کی جاتی ہے (وَالثَّانِیْ اَنْ تَکُوْنَ اَجْزَاءً عُرْفِیَّةً لِلْاِیْمَانِ فَلَا یَلْزَمُ مِنْ عَدَمِهَا عَدَمُهٗ کَمَا یُعَدُّ فِی الْعُرْفِ الشَّعْرُ وَالظُّفْرُ وَالْیَدُ وَالرِّجْلُ جُزْءً لِزَیْدٍ مَثَلًا وَمَعَ ذٰلِكَ لَا یُقَالُ بِانْعِدَامِ زَیْدٍ بِانْعِدَامِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ وَکَالْاَغْصَانِ وَالْاَوْرَاقِ لِلشَّجَرِ تُعَدُّ جُزْءً مِنْهَا وَلَا یُقَالُ بِانْعِدَامِهٖ بِانْعِدَامِهَا وَهٰذَا هُوَ مَذْهَبُ السَّلَفِ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ الْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَعْلَاهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ فَکَانَ لَفْظُ الْاِیْمَانِ عِنْدَهُمْ مَوْضُوْعًا لِلْقَدْرِ الْمُشْتَرَكِ بَیْنَ التَّصْدِیْقِ وَبَیْنَ الْاَعْمَالِ الخ) **ترجمہ** دوسرے یہ کہ اجزاء عرفیہ ہون ایمان کے لئے اور عدم سے انکے عدم ایمان کا لازم نہ آتا ہو جیسا کہ گنے جاتے مین عرف مین بال اور ناخون اور ہاتھ اور پاؤن جزء زید سے مثلاً باوجود اسکے نہین کہا جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا زید کا اور مثل شاخون اور پتون کے درخت کے لئے گنے جاتے ہین جزء اس درخت سے اور نہین بولا جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا درخت کا اور یہی مذہب سلف کا ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایمان کچھ اوپر ستر شاخین ہے اعلے ان کا کہنا لا اله الا الله کا ہے اور ادنا ان کا دور کرنا ایذا کی چیزون کا ہے راستہ سے پس تھا لفظ ایمان کا نزدیک انہین سلف کے موضوع واسطے قدر مشترک کے درمیان تصدیق و اعمال

عبارتین تبصرہ سے نقل کی گئی ہین اِن عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ کل اہل سنت والجماعت کا سوائے حنفیون کے اتفاق ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے ان دلائل کے مطالعہ سے کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے گا کہ ایمان کم وبیش نہین ہوتا جب اس مقدمہ سے فارغ ہوئے تو اب اقوال معترض کو رد کیا جاتا ہے قال المعترض تفصیل اسکی موقوف ہے تمہید چند مقدمات پر مقدمۂ اولیٰ اقول معنے ایمان کے لغت مین گرویدن وباور کردن یعنی کسی چیز کا حق سمجھ لینا اور اوسکو مان لینا اور یقین کر لینا ہے اور معنے شرعے مین اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ شرح مقاصد مین محقق تفتازانی لکھتے ہین الخ اقول یہ مقدمہ آپ کا آپ کے کچھ مفید نہین ہے معلوم نہین کہ آپ نے کیون مشقت اِسقدر اس مقدمہ کے لکھنے مین اُٹھائے ہے بلکہ یہ تو مفید مدعاے صاحب ظفر کو ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے وجہ مفید ہونے اس مقدمہ کے صاحب ظفر کے یہ ہے کہ آپ نے اس مقدمہ مین فقط یہ ثابت کیا ہے کہ اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ شرع مین ایمان کس کو کہتے ہین آپ نے چار مذھب اس مین نقل کئے ہین اور چوتھے مذھب مین تین شقین نکالی ہین عبارت آپ کی یہ ہے (یعنی بر تقدیر رابع ایمان عبارت ہے مجموعہ تین چیز سے دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ہاتھ وغیرہ اعضا سے نیک کام کرنا اس تقدیر پر تین مذھب ہین ایک یہ کہ جو شخص عمل نیک نہ کرے اور عمل بد مین مبتلا ہو وہ کافر ہے یہ مذھب خوارج کا ہے دوسرے یہ کہ وہ شخص نہ مومن ہے نہ کافر یہ مذھب معتزلہ کا ہے کہ درمیان ایمان وکفر کے واسطہ کے قائل ہین تیسرے یہ کہ وہ شخص اصل ایمان سے خارج نہین ہے اور نہ مستحق خلود جہنمی کا ہے بلکہ ایمان کامل سے خارج ہے اور ملقب بفاسق ہے

کے آخر تک انتہے ان ہردو عبارت سے جن کو آپ نے نقل کیا ہے معلوم ہوا کہ سلف کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اعمال کا یعنی اعمال بھی جزء ایمان ہین جب اعمال جزء ایمان ٹہیرے گو کیسی ہی جزہون تو ان کے زاید ہونے سے ایمان زاید ہوگا اور کم ہونے سے کم ہوگا یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے **فی الجملہ** یہ تعدد مذاہب کا کچھ صاحب ظفر کے مضر نہین اور نہ آپ کو نافع ہے اس مقام مین ایک بات قابل غور کے ہے وہ یہ ہے کہ یہ جو حضرت معترض نے ایمان شرعی مین چار مذہب نقل کئے ہین اہل سنت و سلف امت کے نزدیک ان چارون مین کون معتبر ہے سو مین کہتا ہون کہ اہل سنت و سلف صالحین کے نزدیک یہی مذہب یعنی اعمال و اخل ایمان مین معتبر ہے امام نووی شرح مسلم مین ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین وَالْاِيمَانُ فِي لِسَانِ الشَّرْعِ هُوَ التَّصْدِيقُ بِالْقَلْبِ وَالْعَمَلُ بِالْاَرْكَانِ وَاِذَا فُسِّرَ بِهٰذَا تَطَرَّقَ اِلَيْهِ الزِّيَادَةُ وَالنَّقْصُ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ الخ ترجمہ ایمان کلام مین شارع کے وہ تصدیق ہے دل سے اور عمل کرنا اعضا سے جب تفسیر کیا جاوے کا ساتھ اس کے عارض ہوگی طرف اسکی زیادتی اور نقصان اور وہ مذہب ہے اہل سنت کا نیز امام نووی نے امام ابو الحسن علی بن خلف بن بطال مالکی مغربی سے نقل کیا ہے وَمَذْهَبُ جَمَاعَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ سَلَفِ الْاُمَّةِ وَخَلَفِهَا اَنَّ الْاِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ الخ ترجمہ مذہب جماعت اہل سنت کا سلف امت سے اور خلف سے یہ ہے کہ ہر اینہ ایمان قول اور عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے قسطلانی شرح بخاری مین لالکائی سے نقل کرتے ہین رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰكَذَا رَوَى اللَّالَكَائِيُّ اَيْضًا بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنِ الْبُخَارِيِّ قَالَ لَقِيتُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفِ رَجُلٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ بِالْاَمْصَارِ فَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ مُخْتَلِفُ

فِي اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ ترجمہ اور روایت کیا ہے
لالکائی نے بھی ساتھ سند صحیح کے امام بخاری سے کہا ملاقات کی مین نے اکثر
ہزار آدمی علمار شہرون سے پس مین نے کسی کو ان مین سے نہین دیکھا کہ ہمین
اختلاف کیا ہو کہ ایمان قول اور عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے امام
احمد اپنے عقیدے مین فرماتے ہین هٰذِهٖ مَذَاهِبُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاَصْحَابِ
الْاَثَرِ وَاَهْلِ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِعُرْوَتِهَا الْمَعْرُوْفِيْنَ بِهَا الْمُقْتَدٰى بِهِمْ
فِيْهَا مِنْ لَدُنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا وَ
اَدْرَكْتُ مِنْ عُلَمَاءِ الْحِجَازِ وَالشَّامِ وَغَيْرِهِمَا عَلَيْهَا فَمَنْ خَالَفَ
شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ اَوْ طَعَنَ فِيْهَا اَوْ عَابَ قَائِلَهَا فَهُوَ مُخَالِفٌ
مُبْتَدِعٌ وَخَارِجٌ عَنِ الْجَمَاعَةِ زَائِلٌ عَنْ مَنْهَجِ السُّنَّةِ وَسَبِيْلِ الْحَقِّ
فَكَانَ قَوْلُهُمْ اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَنِيَّةٌ وَتَمَسُّكٌ بِالسُّنَّةِ
وَالْاِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ وَيُسْتَثْنٰى فِي الْاِيْمَانِ غَيْرَ اَنْ يَّكُوْنَ
لِلشَّكِّ اِنَّمَا هُوَ سُنَّةٌ مَاضِيَةٌ عَنِ الْعُلَمَاءِ فَاِذَا سُئِلَ الرَّجُلُ مُؤْمِنٌ
اَنْتَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَوْ مُؤْمِنٌ اَرْجُوْا وَيَقُوْلُ
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ
قَوْلٌ بِلَا عَمَلٍ فَهُوَ مُرْجِئٌ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ الْقَوْلُ وَالْاَعْمَالُ
شَرَائِعُ فَهُوَ مُرْجِئٌ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ فَقَدْ
قَالَ بِقَوْلِ الْمُرْجِئَةِ الخ حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ یہ مذاہب اہل علم
و اصحاب حدیث و اہل سنت کے جو تمسک کرنے والے ہین سنت کو اور
دین مین ان کا اقتدا کیا جاتا ہے ابتدا از زمانے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس دنتک یعنی یہ مذاہب جو اس رسالے مین نقل کئے جاتے ہین

ابتداء زمانے صحابہ سے لیکر آج تک کے لوگون کے ہین) اور پایا مین نے علماء
حجاز اور شام اور سوا ای ان دونون کے انہین پر پس جس نے خلاف کیا کسی
شئے کا ان مین یا عیب لگایا قایل اسکے کو یا طعنہ کیا اسکو پس وہ مخالف بدعتی
خارج جماعت سے ہے زایل ہونے والا راستہ سنت سے اور طریقہ حق سے
پس تہا قول ان کا یہ کہ ایمان قول اور عمل اور نیت اور تمسک کرنا
کے ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے اور استثنا کیا ماوے
ایمان مین نہ واسطے شک کے سوا اسکے نہین کہ وہ سنت پچھلی ہے علماء سے
پس جب پوچھا جاوے آدمی تو مومن ہے پس ہر آئینہ وہ کہے مین ان شاء اللہ
مومن ہون یا مین امید رکھتا ہون کہ مین مومن ہون یا کہے مین ایمان لایا ساتھ
اللہ کے اور اسکے فرشتون کے اور کتابون کے اور پیغمبرون کے اور جسنے
گمان کیا کہ ہر آئینہ ایمان قول ہے بلا عمل کے پس وہ مرجی ہے اور جسنے گمان
کہ ہر آئینہ ایمان قول اور اعمال ہے پس شرایع مین تو وہ مرجی ہے اور جسنے
کہا کہ ایمان بڑھتا گھٹتا نہین تحقیق اسنے قول فرقہ مرجیہ کا کہا آخر تک انتہی اقوال
تو اس مقدار مین اہل علم سلف کے بہت ہین کہان تک ہم نقل کرتے جاوین
اگر حضرت معترض قول محقق جلال الدین کو ہی نظر غور سے دیکھین گے تو معلوم
کر لین گے کہ سلف کا یہی مذہب تہا کہ اعمال جزء ایمان ہین اور یہی مذہب موافق
حدیث شریف کے ہے جو پہلے منقول ہوئی یعنی ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین
ہین ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو تشبیہ درخت سے دی
ہے درخت شاخون کے بڑھنے سے بڑھتا ہے اور کم ہونے سے کم ہوتا ہے
اب ہم کو حاجت زاید نقل عبارات کے نہ رہی کیونکہ مقصود ہمارا اور جو دعویٰ معترض
کی کلام سے ثابت ہوگیا جب پہلے مقدمہ کے رو سے فارغ ہوئے تو اب دوسرے

مقدمہ کا حال واضح کیا جاتا ہے **قال المعترض** مقدمہ ثانیہ جن لوگون کے
نزدیک اعمال اجزا رحقیقیہ ایمان کے ہین جیسے معتزلہ وخوارج اُن کے نزدیک
زیادتی ونقصان ایمان بزیادتی ونقصان اعمال ہوتی ہے کیونکہ نقصان
اجزا سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جزسے زیادتی مجموع بھی
بدیہی ہو اور جن کو نزدیک اجزا رعرضیہ ایمان کے ہین اُن کے نزدیک صل ایمان
کی زیادتی وکمی نہین ہے **اقول** یہ بات آپ کے محض طبع زاد ہے کوئی
دلیل اس پر نہین بلکہ آپ کا پہلا مقدمہ ہی اسکی تکذیب کرتا ہے کیونکہ پہلے مقدمہ
مین آپ نے شرح مقاصد سے ایمان شرعی کے چار معنے نقل کئے ہین چوتھا یہ کہ
یا ایمان نام ہے مجموع فعل قلبی ولسانی وافعال جوارح یعنی اعمال کا اور اسے
چوتھی معنی کے یتن شقین علامہ نے شرح مقاصد مین لکھی ہین اب ظاہر ہے کہ ایمان
شرعی کے تقدیر رابع پر تین اجزار ہوئے فعل قلبی ولسانی واعمال جوارح جب کہ
ایمان اس مجموعہ کا نام ٹہرا تو اجزار کی زاید ہونے سے مجموعہ بیشک زاید ہوگا۔
چنانچہ آپ نے بھی اسی قول مین لکھا ہے کہ زیادتی جزسے زیادتی کل بدیہی
ہے پہلے ہمنے اسکو بخوبی ثابت کردیا ہے کہ ایمان شرعی نام ہے تصدیق بالقلب
اور عمل بالارکان کا یہان زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے **قال المعترض**
مقدمہ ثالثہ زیادتی ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال نزاع اس
باب مین لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم مین
ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل اصفہانی شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین
الایمان فی اللغۃ ھو التصدیق فان عنی بہ ذلک فلا یزید ولا ینقص لان
التصدیق لیس شیئًا متجزیا حتی یتصور کمالہ مرۃ ونقصانہ
اخری والایمان فی لسان الشرع ھو التصدیق بالقلب والعمل

بِالْأَعْمَالِ كَانَ وَاقِعًا فِيمَا تَطَرَّقَ إِلَيْهِ الزِّيَادَةُ وَالنَّقْصُ وَهُوَ
مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ انتہی) حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان لغت مین عبارت
تصدیق سے ہے پس اگر یہ معنی مراد لئے جاوین تو اس مین نقصان نہین
ہوتا ہے کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہین ہے کہ کمال ونقصان
اس مین ہوئی اور عرف شرع مین ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے
پس اگر یہ تفسیر اختیار کی جاوے تو اس مین زیادتی ونقصان ہو گی الخ **اقول**
زیادتی ونقصان ایمان کو بباعث زاید وکم ہونے اعمال کے نزاع لفظی
سمجھنا آپ کی کم فہمی کی دلیل جلی ہے کیونکہ حنفیہ جو قائل ہین کہ ایمان کم وبیش
نہین ہوتا تو ایمان شرعی کے ہین نہ ایمان لغوی کے حنفیون کے نزدیک ایمان
شرعی تصدیق اور اقرار ہے اور صحابہ اور تابعین وائمہ محدثین کے نزدیک
ایمان شرعی تصدیق واقرار واعمال تین چیز کا نام ہے حنفیون کے نزدیک
ایمان شرعی بعض کے نزدیک دو جز تصدیق واقرار اور بعض کے نزدیک فقط
تصدیق اور اقرار شرط ہے جب محدثین کے نزدیک ایمان شرعی کے تین جز ہین
تو اب آپ بھی انصاف فرماوین کہ نزاع لفظی کیسی ہوئی نزاع تو عین ایمان
شرعی مین ٹہیری چنانچہ پہلے خود ہی آپ اس کو شرح مقاصد سے نقل بھی کر چکے ہین
کہ ایمان شرعی مین اختلاف ہے پھر یہان آکر اس مقدمہ مین دوسرا ڈھنگ
اختیار کیا ہے پہلے کلام سے معارض اس مقدمہ کو لکھا آپ ذرا سوچ سمجھ کر لکھا
کرین اور جو آپ نے عبارت امام نووی سے نقل کیا ہے سو وہ بالکل
آپ کے مدعا کے خلاف ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایمان لغوی و
شرعی کی تفسیر کا فرق ہے تفسیر لغوی کے اعتبار سے ایمان مین زیادتی ونقصان
نہین ہوسکتا اور تفسیر شرعی کے اعتبار سے ہوسکتا ہے ایسی ہی عبارت

شرح مقاصد وغیرہ کا یہ مطلب ہے کوئی عبارت آپ کے مدعا کے مفید نہیں ہے
ان ہر دو عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان شرعی زاید بھی ہوتا ہے
ناقص بھی ہوتا ہے وہو المطلوب اور حنفیہ سے بھی نزاع اسی ایمان شرعی
میں ہے نہ لغوی میں بہرکیف نزاع زیادتی وکمی ایمان کو لفظی کہنا سوا جہالت
کے اور کیا کہا جاوے **قال المعترض** یعنی اسی وجہ سے امام فخرالدین
رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنی زیادتی ونقصان ایمان وعدم اُن کا
فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہونا اختیار کیا جاوے تو
اس میں تفاوت نہیں اور اگر اعمال کا جز ہونا اختیار کیا جاوے تو اس میں تفاوت
ہوگا **اقول** جب ایمان شرعی نام تصدیق واقرار واعمال کا ٹھہرا تو بیشک
اس میں اعمال کے زاید وکم ہونے سے زیادتی وکمی ہوگی اور گفتگو ایمان شرعی
میں ہے نہ ایمان لغوی میں امام رازی کی عبارت سے کوئی آپکا مطلب نہیں
نکلتا امام رازی یہ تو نہیں کہتے کہ ایمان شرعی فقط تصدیق کو ہی کہتے ہیں اگر
وہ یہ ہی فرماتے تو بھی یہ انکا فرمانا کب سماعت ہوسکتا تھا کیونکہ پہلے بسط البسیط
سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ وتابعین کے نزدیک ایمان شرعی نام ہے تصدیق
واقرار واعمال کا نہ فقط تصدیق کا بہرحال امام رازی کی عبارت سے بھی
آپ کا کچھ مطلب نہ نکلا۔ **قال المعترض** متعدد رابعہ زیادتی ونقصان ایمان
دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال ونقصان الخ **قوله** اور ایمان کامل
میں ہوگی محدثین کی رائے پر کہ اعمال ان کے نزدیک اجزاء کمال ایمان میں
اقول محدثین کے نزدیک بھی نفس ایمان میں زیادتی ونقصان ہوتی ہے کیونکہ
زیادتی جز سے زیادتی کل کا ہونا ظاہر ہے ثبوت اس امر کا گذرا آپ نے بھی
اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جس میں محققین کے نزدیک اعمال کے

زاید ہونے سے کمال ایمان کا زاید ہوگا نہ نفس ایمان صریح جھلا بغیر دلیل کے
آپکی بات کب سُنی جاوےگی **قولہ** دوسری زیادت ونقصان ذاتی باین طور
کہ نفس تصدیق قلبی متفاوت ہوئی بدون اعتبار اعمال صالحہ وخبیثہ کے
اس مین خلاف واقع ہے بعضون کے نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہین
ہوتی جیساکہ عبارت نووی وشرح مقاصد سے واضح ہوچکا اور محقق یہ امر
ہے کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب لیقین کے الخ **اقول**
آپ کی اس حق گوئی سے ہم کمال خوش ہین بیشک محقق مذہب یہی ہے
کہ نفس تصدیق بھی متفاوت ہوتی ہے جیساکہ عبارت شرح عقاید نسفی سے
معلوم ہوتا ہے شرح عقاید مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۹۲ مین ہے قَالَ
بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ لَا نُسَلِّمُ اَنَّ حَقِیْقَۃَ التَّصْدِیْقِ لَا تَقْبَلُ الزِّیَادَۃَ وَ
النُّقْصَانَ بَلْ تَتَفَاوَتُ قُوَّۃً وَضُعْفًا لِلْقَطْعِ بِاَنَّ تَصْدِیْقَ اٰحَادِ الْاُمَّۃِ
لَیْسَ کَتَصْدِیْقِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلِھٰذَا قَالَ اِبْرَاھِیْمُ وَلٰکِنْ
لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ **ترجمہ** بعض محققین نے کہا ہے کہ ہم نہین تسلیم
کرتے کہ ہرآئنہ حقیقت تصدیق کی نہین قبول کرتی زیادتی اور نقصان
کو بلکہ متفاوت ہوتی ہے از روے قوت وضعف کے واسطے لیقین اس بات
کے کہ تصدیق احاد امت کی نہین ہے مثل تصدیق نبی علیہ السلام کے
اور اسی واسطے کہا ابراہیم علیہ السلام نے لیکن تو کہ اطمینان پکڑے دل
میرا- ایسا ہی علامہ نے شرح مقاصد وغیرہ کُتب مین لکھا ہے عبارتین تمام
کتب کی صاحب تبصرۃ الناقد نے نقل کی ہین من شاء فلیرجع الیہ
قال المعترض مقدمہ خامسہ زیادت ونقصان کے معنے اصل مین
بڑھنا گھٹنا ہے باعتبار چندگی اور مساحت کے الخ **اقول** اسپر کیا دلیل ہے

کہ فقط چندگی اور مساحت کے بڑہنے کو ہی بڑہنا کہتے ہین اور کسی کے بڑہنے کو بڑہنا نہین کہتے کمیت و مقیاس وغیرہ کے بڑھنے کو کیا کہین گے ذرا نحو میر وغیرہ کا ہی مطالعہ کیا ہوتا - تو بھی آپ کو معلوم ہوجاتا کہ زیادتی کئی طرح سے ہوتی ہے بحث تمیز کو دیکھئے قولہ پس ثابت کرنا زیادتی ونقصان کا تصدیق مین جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنے اصلے مشہور نہین ہے بلکہ بمعنی قوت وضعف اسی وجہ سے ابو ورد حاشیہ شرح عقاید نسفیہ مین لکہتے ہین قولہ قوۃً وضعفا ھذا مسلم لکن لاطائل تحتہ الخ اقول آپ پہلے خود اقرار کر چکے ہین کہ محقق یہ امر ہے کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب یقین کے یعنی کسی کا مرتبہ یقین کا زاید ہوتا ہے کسی کا کم اب یہان گو اسکو قوت وضعف سے تعبیر کرین مگر ہماری مدعا کے ثبوت کے واسطے اسیقدر کافی ہے باقی جو آپ نے ابو ورد سے نقل کیا ہے کہ اس سے کچھ نفع نہین مین کہتا ہون کہ یہ فقط ابو ورد کے طبع زادیات سے پہلون سے یہ منقول نہین ہے امام صاحب سے تو یہی منقول ہے کہ ایمان بڑہتا گھٹتا نہین ہے ایمان آسمان والون اور زمین والون کا برابر ہے اس عبارت امام صاحب سے کہین یہ نہین نکلتا کہ کسی طور سے ایمان بڑہتا بھی ہے یہ جو لوگون نے بعد امام صاحب کے کہا ہے کہ امام صاحب کی مراد یہ ہے کہ نفس تصدیق نہین بڑہتی محض لغو ہے کیونکہ کوئی عاقل بھی ایسی بات نہین کہہ سکتا کہ کمیت تصدیق کی کم وبیش ہوتی ہے امام شافعی واحمد وغیرہ مجتہدین ایسے پوچ بات کیون کہین گے جس نے کہا ہے کہ ایمان مین زیادتی ونقصان ہے تو کیفیات کے لحاظ سے ہے کہا ہے جیسے امام شافعی واحمد وجملہ محدثین اور جسنے کہا ہے کہ ایمان مین

زیادتی و نقصان نہیں ہو سکتی تو کیفیات کے لحاظ سے زیادتی کہاں سے بھلا جس کو شمہ عقل سے بھی ہوگا وہ کب کہے گا کہ کیت تصدیق کی کم و بیش ہوتی ہے یہ قول ابو ورد سے محض کم تدبیر و غور کی وجہ سے سرزد ہوا ہے

قال المعترض مقدمہ سادسہ امام اعظمؒ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے ایمَانُ اَھْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان آسمان اور زمین والوں کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیۃ میں فرمایا ہے اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ لِاَنَّہٗ لَا یُتَصَوَّرُ نُقْصَانُہٗ اِلَّا بِزِیَادَۃِ الْکُفْرِ وَلَا یُتَصَوَّرُ زِیَادَتُہٗ اِلَّا بِنُقْصَانِ الْکُفْرِ کَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فِیْ حَالَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُؤْمِنًا وَّکَافِرًا اِنْتَہٰی یعنی ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اس وجہ سے کہ نہیں ہو سکتا ہے نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے اور زیادتی اسکی نہیں ممکن ہے مگر ساتھ نقصان کفر کے اور ایک شخص کا ایک وقت میں موصوف بایمان و کفر ہونا نہیں صحیح ہے ان دونوں عبارتوں کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ایمان میں بسبب اعمال کے زیادت و کمی نہیں ہوتی جیسا کہ مؤلف عنایہ شرح ہدایہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی نے کتاب الوصیۃ کے شرح میں اختیار کیا ہے **اقول** امام صاحب کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اہل سما و ارض کا برابر ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زائد ہوتا ہے یہ جو دو مطلب لوگوں نے امام صاحب کی عبارت کے لکھے ہیں محض تاویل لاطائل ہے اس عبارت سے یہ مطلب نکالنے کے واسطے کوئی قرینہ صارفہ چاہیئے جو معنی حقیقی کی مراد سے مانع ہو امام اعظمؒ کی ظاہر کلام کے معنے حقیقی تو یہی ہیں کہ ایمان کسی طرح سے نہ زائد ہوتا ہے نہ کم اس کلام کی تاویل کرکے اس کلام کو حقیقت سے

پہرنے کے واسطے کوئی دلیل ضرور ہونی چاہیئے با وجود اسکے پہر بہی امام صاحب کی برارت مخالفت نصوص سے نہین ہوسکتی کیونکہ پہلی تاویل اکمل الدین کا یہ مطلب ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اعمال داخل ایمان نہین ہین چونکہ انہین اعمال کے داخل کرنے سے ایمان مین کمی بیشی پائی جاتی ہے سو امام اعظم اسکے قائل نہین ہین اسلئے انہون نے فرمایا کہ ایمان زیادہ نہین ہوتا اور نہ کم ہوتا ہے مین کہتا ہون کہ اس تاویل سے بہی امام صاحب کا ذمہ مخالفت نصوص سے بری نہین ہوتا کیونکہ احادیث صحیحہ مذکورہ بالا وعبارات سلف سے معلوم ہوا کہ اعمال داخل ایمان ہین سلف کے نزدیک ایمان شرعی نام تصدیق واقرار واعمال کا ہے امام احمد وغیرہ نے اس شخص کو جو اعمال کو داخل ایمان نہ جانے مرجی فرمایا ہے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے بہی غنیہ مین فرمایا ہے کہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ اعمال داخل ایمان نہین ہین اب اس تاویل سے بہی وہی مفاسد لوٹ آئے اور مخالفت کا اعتراض قایم رہا دوسری تاویل ملا علی قاری کی جس کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ مطلب ہے کہ نفس تصدیق مین زیادتی ونقصان نہین ہے نہ مراتب تصدیق مین بلکہ مراتب تصدیق کے کم وزیادہ ہوتے ہین الخ **مین** کہتا ہون یہ تاویل بہی ملا صاحب کی باطل ہے دو وجہ سے **اوّل** یہ کہ سلف سے یہ مضمون بالکل منقول نہین ہے اور نہ کسی کتاب حنفیہ مین اس کا پتہ ہے بلکہ صاحب مواقف وغیرہ نے تو قوت وضعف کو ہی زیادتی وکمی سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ شرح عقاید کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جو پہلے منقول ہوئی جب قوۃ وضعف پر بہی زیادتی ونقصان کا اطلاق ہوا تو پہر یہ تاویل کیسے صحیح ہوگی کیونکہ امام صاحب کو تو زیادتی وکمی ایمان سے ہی انکار ہے۔

وجہ دویم کیت تصدیق مین زیادتی ونقصان کے امام شافعی وغیرہ بہی قائل نہین مین امام شافعی تو کیا کوئی عاقل بہی ایسی بات نہین کہے گا کہ نفس تصدیق مین زیادتی کمی ہوتی ہے کیونکہ نفس تصدیق متجزی ہو ہی نہین سکتی اگر امام صاحب کی یہی مراد ہے تو امام شافعی وغیرہ محدثین سے خلاف کیون کرتے تہے صاف کہدیتے کہ نفس تصدیق نہین زیادہ ہوتی بلکہ اسکے مراتب زاید وکم ہوتے ہین جب امام صاحب سے یہ منقول نہوا توہم یقین کرتے ہین کہ مراد ان کی مطلق عدم زیادتی وکمی ہے جو شامل ہے کیفیات ایمان کو **قال المعترض** بعد سمجہنے ان مقدمات کے سمجہنا چاہیئے کہ مولف ظفر مبین نے بے سمجہے بوجہے کہدیا کہ امام صاحب نے خلاف قرآن کیا ہے **اقول** جو کچہ مولف ظفر نے کیا خوب سمجہ کر کہا آپ نے ہی نہین سمجہا اور حال مقدمات آپ کا بخوبی واضح کیا گیا اور آپ کے کل تاویلات رکیکہ کو رد کیا گیا اب کوئی بات آپ کی اس بحث مین ایسی نہین ہے کہ اسکا جواب نہوا ہو امام بخاری وشیخ عبد القادر رح نے جو مذہب حنفیہ کو رد کیا ہے اور ایمان کی زیادتی ونقصان کا ثبوت کیا ہے وہ اپنی جگہ پر بہت ٹہیک ہے ان بزرگون کا وہی مطلب ہے جو ان کے لفظون سے معلوم ہوتا ہے الحمد للہ کہ یہ بحث تمام ہوئی **قال صاحب الظفر** مسند ثبت وہشتم ماید وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ اگر کہے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا مجہ سے نہین ہے تو نہین ہے لعان یہ مذہب ہے امام اعظم اور اون کے شاگرد زفر کا سوا امام اعظم اور اون کے شاگرد زفر نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے سہل بن ساعدی سے کہ عویمر عجلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے اور حمل ہوا اوس کو تو فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر کو کہ تحقیق وحی اتاری گئی ہے بیچ قصہ تیرے کے اور عورت تیری کے پس لعان کی دونون نے یعنی بیان ہوسی نے مسجد مین **قال المعترض** سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام اعظم کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا مضمون خیال کیا بے تامل آنکھہ بند کر کے مخالفت کا حکم دیدیا ۱۸ **اقول** آپ نے یہ بیہودہ گوئی بہت اختیار کی ہے جناب من صاحب ظفر نے اس حدیث کا وہی مطلب سمجھا ہے جو امام شافعی وغیرہ محدثین نے اسکا مطلب بیان کیا نہ وہ مطلب جو آپ نے بیان کئے کہ خود آپ نے مطلب نہ ہدایہ کا سمجھا نہ قول امام اعظم کا نہ حدیث کا بغیر سمجھے حدیث کے تاویل کے درپئے ہوئے ان شاء اللہ آپ کے بے سمجھنے کا حال بخوبی واضح کیا جاتا ہے **فانتظرہ** **قولہ** لعان جب واجب ہوتا ہے کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگاوے اور کوئی گواہ اوس کے پاس نہ ہو الخ **اقول** تہمت زنا کی لگانے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے اور نفی حمل کے کرنے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے کیونکہ نفی ولد کے کرنا یہ بھی تہمت زنا کی لگانا ہے جب کسی آدمی نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے تو اس کے بھی معنے مین کہ یہ حمل حرام کا ہے تونے زنا کیا ہے یہ زیادہ ابلغ ہوا یون کہنے سے کہ تونے زنا کیا ہے باوجود اسکے حدیث مین بھی آچکا ہے کما سیاتی اور کیفیت لعان کی قرآن مجید مین موجود ہے جیسا کہ آپ نے بھی اسکو نقل کیا ہے حاجت ہمارے لکھنے کی نہین ہے **قولہ** اور جس صورت مین شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے کہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے اور یہ نہ کہے کہ تونے زنا کی یا اور کوئی لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت مین امام اعظم

کے نزدیک اسوجہ سے لعان واجب نہین کہ منشار وجوب لعان کا جیسا کہ
آیۃ قرآنیہ سے ثابت ہے گالے دینا زنا کی ہے اور اسقدر کہنے سے کہ
حمل مجھ سے نہین ہے تہمت زنا کی نہین ثابت ہوتی ہے **اقول** جب
شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے تو گالی زنا کے
اسنے دی گالی زنا کی اور کس چیز کا نام ہے اس جملہ کو تہمت زنا کے نہ
سمجھنا عجب بات ہے جب ایک شخص اپنی زوجہ کو کہہ رہا ہے کہ یہ تیرا حمل
مجھ سے نہین ہے تو ضرور اوسکا بھی مطلب ہے کہ تو نے زنا کیا ہے اور
اس جملہ کے کہنے سے لعان واجب ہوتا ہے اور آیۃ قرآنیہ سے یہ نہین
ثابت ہوتا کہ لفظ تہمت زنا کی بے صریح لگانے سے لعان واجب ہوتا ہے
بلکہ آیت قرآنیہ سے تو مطلب صاحب ظفر وغیرہ محدثین کا ثابت ہوتا ہے
اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ
شُهَدَاءُ شاہ صاحب اسکے ترجمہ مین فرماتے ہین اور جو لوگ کہ تہمت
لگاتے ہین جوروؤن اپنیون کو اور نہین ہے واسطے ان کے شاہد
تفسیر معالم مین لکھا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ يَقْذِفُوْنَ نِسَاءَهُمْ
عباسے مین ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ يَقْذِفُوْنَ الْحَرَائِرَ
الْمُسْلِمَاتِ الْعَفَائِفَ بِالْفِرْيَةِ انتھی **ترجمہ** اور عبارت تفسیر
ولفظ رمی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی جوروؤن کو تہمت لگاوین
ان پر لعان واجب ہے تہمت کا لفظ عام ہے آیا لفظ زنا سے ہو یا یون
کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے کیونکہ یہ بھی تہمت ہے آپ جو رمی کو فقط
ایک لفظ سے خاص کرتے ہین اور اوسکو حیز عموم سے نکالتے ہین
اوسکے واسطے کوئی دلیل ہونی چاہیے جس سے اطلاق آیت کو مقید

کیا جاوے آپ کی مجوزہ اسے سے تو آیت مقید نہین ہوسکتی اور آپ کے
اصُول مین تو یون لکھا ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کی تخصیص جایز نہین
جب آپ کے نزدیک خبر واحد سے تخصیص قرآن کی جایز نہین ہو تو محض
رائے سے کیونکر تخصیص آپ نے کی باوجودیکہ حدیث شریف سے بھی یہی
مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے نفی
حمل سے لعان کرایا کما سیجئے **قولہ** اس وجہ سے کہ حمل ہونا یقینی
نہین جایز ہے کہ شکم اسکا ریاح سے پھول گیا ہو پس ہر گاہ حمل کا ہونا یقینی
نہ ہوا الخ **اقول** امام شوکانی اسکے جواب مین فرماتے ہین
وَذَهَبَتِ الْهَادَوِيَّةُ أَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ إِلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ قَبْلَ الْوَضْعِ مُطْلَقًا
لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُوْنَ رِيْحًا وَرُدَّ بِأَنَّ هٰذَا الْاِحْتِمَالَ بَعِيْدٌ لِأَنَّ لِلْحَمْلِ قَرَائِنَ
قَوِيَّةً يُظَنُّ مَعَهَا وُجُوْدُهُ ظَنًّا قَوِيًّا وَذٰلِكَ كَافٍ فِي اللِّعَانِ كَمَا جَازَ
الْعَمَلُ بِهَا فِي إِثْبَاتِ عِدَّةِ الْحَامِلِ وَتَرْكِ قِسْمَةِ الْمِيْرَاثِ وَلَا
يُدْفَعُ الْأَمْرُ الْمَظْنُوْنُ بِالْاِحْتِمَالِ الْبَعِيْدِ وَذَهَبَ أَبُوْحَنِيْفَةَ وَالْمُزَنِيُّ
وَأَبُوْطَالِبٍ إِلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ اللِّعَانُ وَالنَّفْيُ قَبْلَ الْوَضْعِ إِلَّا مَعَ
الشَّرْطِ لِعَدَمِ الْيَقِيْنِ وَرُدَّ بِأَنَّهُ مَشْرُوْطٌ إِنْ لَمْ يَلْفِظْ بِهِ
حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ گئے ہین ہادویہ اور ابو یوسف اور محمد اسکی طرف
کہ تحقیق لعان نہین صحیح ہے قبل وضع حمل کے واسطے احتمال
اسکے کہ پیٹ اسکا ریح (یعنی ہوا) سے پھولا ہو اور رد کیا گیا ہے یہ خیال
اسطرح سے کہ یہ احتمال بعید ہے کیونکہ حمل کے لئے قرائن قویہ ہوا کرتے
ہین جس کے ساتھ حمل کے ہونے کا گمان قوی ہوتا ہے اور گمان قوی
لعان مین کافی ہے جیسا کہ جایز ہے عمل ساتھ انہین قرائن کے ثابت کرنیمین

عدت حاملہ کے اور چھوڑنا تقسیم میراث کا نہین وضع کیا جاتا ہے امر ظنی احتمال بعید سے اور ابوحنیفہ اور مزنی اور ابوطالب اسطرف گئے ہین کہ نہ لعان صحیح ہے نفی پہلے وضع حمل کے مگر ساتھ شرط کے واسطے نہ ہونے لقین کے اور رد کیا گیا ہے کہ وہ لعان مشروط ہے اگرچہ ظاہر لفظون سے نہ کہا گیا ہو انتہے جناب من اس تاویل کو تو محدثین نے بخوبی رد کر دیا ہے آپ کو کتب متداولہ ہین کی نہ نصیب ہون تو مسک الختام کا ہی مطالعہ فرماوین **قولہ** پس معلوم ہوا کہ مذہب امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن وحدیث کے آخر تک **اقول** بالکل غلط ہے مذہب امام کا اس مسئلہ مین مخالف ہے قرآن حدیث کے جیسا کہ واضح ہوا **قولہ** اور حدیث عویمر کی جو آپ نے نقل کی اور اوسکو مخالف امام سمجھ کر جبرات اعتراض کی کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری ومسلم کا دیکھنا آپ کو نصیب نہین ہوا الخ **اقول** جناب من صحیحین کا مطالعہ صاحب ظفر نے خوب کیا ہے مگر آپ کہئے کہ آپ کو اب تک صحیح بخاری کا بھی مطالعہ نصیب نہین ہوا کیونکہ صحیح بخاری کی روایت مین صریح ہے کہ اسنے حمل کا انکار کیا تھا الفاظ بخاری کے یہ ہین وَكَانَتْ حَامِلًا فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا **ترجمہ** اور تھی وہ عورت حاملہ پس انکار کیا عویمر نے حمل اوسکے کا اور تھا بیٹا اوسکا پکارا جاتا طرف اوس عورت کی اس روایت کو ملاحظہ کرکے اپنے کم نظرے کا تو اقرار کرین **قولہ** ہان اگر کوئی حدیث ایسی نکالو کہ اوس سے حکم لعان کا صرف اسیقدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا درست ہوگا الخ **اقول** اگرچہ اعتراض مخالفت کے لئے وہی حدیث مذکورہ بالا کافی ہے مگر آپ کی خاطر سے ایسی حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جس سے اسیقدر

کہنے سے حکم لعان کا ثابت ہوتا ہے منتقی الاخبار مین ہے عن ابن عباس رضی
ان رسول اللہ صلعم لاعن علی الحمل رواہ احمد ترجمہ روایت
ہے ابن عباس سے کہ تحقیق نبی صلعم نے لعان کرایا حمل پر یعنی حمل کے نفی
کر دینے سے انتہی اس کتاب مین اثر حضرت عمر کا بہی اس بارے مین
نقل کیا ہے امام شوکانی نے اسکی شرح مین اس مسئلہ کو بخوبی ثابت کر دیا ہے
اور مذہب مخالفین کو رد جسکو شوق ہو اسکی طرف رجوع کرے اگر وہ نصیب
نہ ہو تو مسک الختام کا ہی مطالعہ کرے انتہے۔ قال صاحب الظفر
بست و نہم علینی شرح ہدایہ مین اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ مین لکہا ہے
کہ پگڑی پر مسح کرنا درست نہین اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور امام شافعی اور
امام مالک کا سو امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ مین خلاف
کیا ہے ان دو حدیثون کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہے مغیرہ بن
شعبہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ تحقیق نبی صلعم نے وضو کیا پہر مسح کیا
اپنی پیشانی کے بالون پر اور پگڑی پر اور موزون پر دوسری حدیث احمد
اور ابو داؤد مین روایت ہے ثوبان سے کہ کہا بہیجا رسول خدا صلعم
نے چہوٹا لشکر پہر حکم کیا ان کو یہ کہ مسح کرین دستار سر پر یعنی پگڑیون پر
اور تساخین پر یعنی موزون پر اور صحیح کہا اس حدیث کو حاکم نے قال المعترض
امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک پر کیا انحصار ہے اس امر کا تو قائل
ایک جم غفیر والا تبار ہے کہ مسح صرف عمامہ پر درست نہین ہے اقول
جب رسول اللہ صلعم سے کسی مسئلہ مین حدیث صحیح ثابت ہو تو پہر اس کا
کچہ خوف نہین کہ مخالف اسکے اکثر ہین یا جمہور یہ بات حضے مین مقلدین
کے ہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین اذا ثبتت السنۃ

لَا يُحْتَرَكُ لِتَرْكِ بَعْضِ النَّاسِ اَوْ اَكْثَرِهِمْ اَوْ كُلِّهِمْ **ترجمہ**
جب ثابت ہو سنت نہ ترک کی جاوے گی بباعث ترک کرنے بعض لوگوں کے
یا اکثر ان کے یا کل ان کے کے انتہٰی حالانکہ اس مسئلہ پر اکابر صحابہ و محققین
محدثین کا عمل ہے امام ترمذی اپنے جامع میں فرماتے ہیں قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى
حَدِيْثُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ
وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ
وَعُمَرُ وَاَنَسٌ وَبِهِ يَقُوْلُ الْاَوْزَاعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ قَالُوْا
يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ قَالَ وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ
وَكِيْعَ بْنَ الْجَرَّاحِ يَقُوْلُ اِنْ مَسَحَ عَلَى الْعِمَامَةِ يُجْزِئُهُ لِلْاَثَرِ
ترجمہ کہا ابو عیسیٰ نے حدیث مغیرہ بیٹے شعبہ کی حدیث حسن صحیح ہے
اور وہ قول بہت سے لوگوں کا ہے اہل علم اصحاب نبی صلعم سے ان میں سے
ابوبکر صدیق رضؓ اور عمرؓ اور انسؓ ہیں ساتھ اسی کے کہتے ہیں اوزاعی اور
احمد اور اسحٰق کہا انہوں نے مسح کرے عمامہ پر کہا اور سنا میں نے جارود
بیٹے معاذ سے کہتے تھے سنا میں نے وکیع بیٹے جراح سے فرماتے تھے اگر مسح
کیا عمامہ پر کافی ہوگا بباعث وارد ہونے حدیث کے امام شوکانی نیل الاوطار
میں فرماتے ہیں وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَذَهَبَ اِلَى الْجَوَازِ
الْاَوْزَاعِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاِسْحَاقُ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَدَاوُدُ بْنُ عَلِيٍّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنْ
صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم فَبِهٖ اَقُوْلُ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ
مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ **ترجمہ** تحقیق اختلاف کیا ہے لوگوں نے مسح میں عمامہ پر پس
گئے ہیں طرف جواز اسکے کی اوزاعی اور احمد بن حنبل اور اسحاق اور ابو ثور داود
بیٹے علی کے اور کہا شافعی نے اگر صحیح ہو خبر رسول اللہ صلعم سے اس میں کہوں گا

مین کہا ترمذی نے اور وہی قول ہے بہت سے لوگون کا اہل علم سے آخر
قول ترمذی تک ایسا ہی جناب افضل المحققین نواب سید محمد صدیق حسنخان
صاحب بہادر نے مسک الختام وشرح دررہیہ مین فرمایا ہے آن اقول سے
معلوم ہوا کہ مسح عمامہ پر کرنے کی طرف بہت سے علماء محدثین مجتہدین گئے ہین
معترض کا قول کہ بہت سے لوگ اسطرف گئے ہین محض دہوکہا وہی ہے **قولہ**
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے یعنی اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر پر
بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہوگا یہ نزدیک ہمارے یعنی شافعیہ کے اور یہی مذہب
ہے مالک اور ابو حنیفہ اور اکثر علماء امت محمدیہ کا **اقول** حضرت معترض کی
چالاکی کو معلوم کرنا چاہیئے کہ امام نووی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق
نقل کردیا اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسح عمامہ کے جواز کے طرف امام
احمد وغیرہ گئے ہین اسکو ترک کیا مین پوری عبارت امام نووی کی نقل
کرتا ہون جس سے چالاکی معترض کا حال معلوم ہوگا نووی شرح مسلم کی جلد
اول کے صفحہ ۱۳۴ مین ہے وَلَوِ اقْتَصَرَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَلَمْ يَمْسَحْ شَيْئًا مِنَ الرَّأْسِ
لَمْ يُجْزِهِ ذَلِكَ عِنْدَنَا بِلَا خِلَافٍ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ
رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى وَذَهَبَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى جَوَازِ الِاقْتِصَارِ
وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ السَّلَفِ وَاللهُ أَعْلَمُ **ترجمہ** اگر اقتصار کیا صرف
عمامہ پر اور نہ مسح کیا کچھ سر پر نہین جایز ہوگا نزدیک ہمارے بلا خلاف اور یہی مذہب
امام مالک اور ابی حنیفہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ کا ہے اور گئے ہین امام احمد بن حنبل
رحمۃ اللہ علیہ طرف جواز اقتصار کی اور موافق ہوئی ہے اسکو اسپر ایک جماعت
سلف سے اللہ زیادہ جانتا ہے حضرت معترض نے (وہ مذہب احمد بن حنبل ہے)
آخر کی عبارت کو نہ لکھا کہ جس سے عوام نہ جان لین کہ اس طرف بھی کوئی گیا ہے

قولہ اور مذہب موافق ہے قرآن کے الخ **اقول** اگر یہ مذہب موافق
قرآن کے ہے تو مسح عمامہ پر کرنے کا بھی موافق قرآن کے ہے **قولہ** مسح عمامہ
کا کہین قرآن مین نشان نہین ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہین ہے
پس صرف عمامہ پر مسح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے **اقول** اس اعتراض
کو امام شوکانی نے احسن وجہ سے رد کر دیا ہے اس مقام پر مناسب ہے کہ امام
شوکانی کے عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا جاوے نیل الاوطار مین فرماتے ہین حجت
پکڑی ہے حنفیہ وغیرہ نے کہ تحقیق اللہ تعالے نے فرض کیا ہے مسح سر کا۔ اور
حدیث عمامہ پر مسح کرنے کی تاویل کو ... پس نہین ترک کی جاویگی یقینی
بات شک سے اور مسح عمامہ پر نہین کہلاتا ہے مسح سر کا یہ اعتراض یون دفعہ
کیا گیا ہے کہ حنفیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ فقط بالون کے مسح سے سر کا مسح ہو جاتا ہے
حالانکہ بالون کو سر نہین کہتے تو یہ بھی مخالف قرآن کے ہوا پس اگر کوئی کہے کہ
بالون کو سر بطور مجاز کے کہتے ہین علاقہ مجاورت سے تو کہا جاویگا کہ عمامہ بھی ایسا
ہی ہے اسی علاقہ سے پس تحقیق کہا جاتا ہے بوسہ دیا مین نے سر اسکے کو حالانکہ
بوسہ فقط عمامہ کو دیا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ تحقیق ثابت ہوا ہے فقط مسح سر پر
اور فقط عمامہ پر اور عمامہ اور سر دونون پر اور سب صحیح ثابت ہے آن حضرت
صلعم سے پس اقتصار کرنا بعض احکام شرع پر بغیر کسی موجب کے شان منصفین
سے بعید ہے ختم ہوا ترجمہ نیل الاوطار کا خلاصہ جواب امام شوکانی کا یہ ہے کہ
حنفیہ وغیرہ کے نزدیک فقط بالون پر مسح کرنے سے مسح سر کا ہو جاتا ہے حالانکہ
بالون کو سر نہین کہتے اب اسکو بھی مخالف قرآن کے کہو جو جواب اس اعتراض
کا ہوگا وہی جواب عمامہ پر مسح کرنے کا تصور کرین ایک جواب یہ عاجز اس
اعتراض کا دیتا ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ امسحوا برؤسکم یعنی مسح کرو

سر دن اپنے کا اسد تعالے لانے کل سر کے مسح کو فرمایا ہے نہ بعض کو حالانکہ حنفیہ
کے نزدیک مسح فرض فقط ربع راس کا ہے نہ کل کا تو یہ مذہب حنفیہ کا مخالف
قرآن کے ہوا اگر یہ جواب دیوین کہ حدیث مغیرہ سے ہمنے ربع راس کی فرضیت
نکالی ہے تو ہم بہی کہین گے کہ ہمنے بھی جواز مسح عمامہ کو حدیث عمرو بن امیہ
ضمری و مغیرہ بن شعبہ و بلال کی حدیث سے نکالا ہے اگر بعض سر کا مسح موافق
قرآن ہے تو یہ بہی موافق قرآن ہے فقط **قولہ** اور احادیث مین بہی کوئی
حدیث ایسی نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے الخ

اقول - مصرع

آنکھین اگر بند ہی ہین تو پھر دن بہی رات ہے

جناب من تقلید کی پٹی کو آنکھون سے دور کیجیے اور احادیث مسح عمامہ کا ملاحظہ
کیجیے صاحب ظفر نے تو حدیث ابوداؤد کی نقل کر دی تہی کیا وہ نظر عالی سے
نہین گذری - خیر اب ہمسے سنیئے منتقی مین ہے عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ
قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ **ترجمہ** روایت ہے عمرو بن امیہ ضمری سے کہا دیکھا مین نے
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مسح کرتے تہے عمامہ پر اور دونون موزون پر
روایت کیا اس کو احمد اور بخاری اور ابن ماجہ نے وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ مَسَحَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ وَاَبُوْدَاوٗدَ
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ امْسَحُوْا عَلَى
الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ **ترجمہ** روایت ہے بلال سے کہا مسح کیا رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وسلّم نے موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا اسکو ایک جماعت
نے مگر بخاری نے اور ابوداؤد نے اور احمد کی روایت مین ہے کہ تحقیق نبی

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسح کرو تم اوپر موزون کے اور عمامہ کے وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صلعم وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعِمَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ترجمہ روایت ہے مغیرہ بیٹے شعبہ سے کہا وضو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسح کیا موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا اسکو ترمذی نے اور صحیح کہا اسکو وَعَنْ سَلْمَانَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا قَدْ أَحْدَثَ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَخْلَعَ خُفَّيْهِ فَأَمَرَهُ سَلْمَانُ أَنْ يَمْسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلعم يَمْسَحُ عَلَى خُفَّيْهِ وَعَلَى خِمَارِهِ ترجمہ روایت ہے سلمان رض سے ہر آئنہ اونھون نے دیکھا ایک آدمی کو کہ تحقیق بے وضو ہوا اور وہ ارادہ کرتا تہا نکالنے موزون کا پس حکم کیا اُسکو سلمان رض نے مسح کرنے کا موزون پر اور عمامہ پر اور کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے موزون اور عمامہ پر مسح کرتے تھے وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلعم تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ رَوَاهُمَا أَحْمَدُ ترجمہ روایت ہے ثوبان سے کہا دیکھا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کیا اور مسح کیا دونون موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا ان دونون حدیثون کو احمد نے وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صلعم سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صلعم شَكَوْا إِلَيْهِ مَا أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَرْدِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالْعَصَائِبُ الْعَمَائِمُ وَالتَّسَاخِينُ الْخِفَافُ روایت ہے ثوبان سے کہا بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا لشکر پس پہونچی اون کو سردی پس جبکہ آئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کیا اونھون نے آپ سے جو اُنکو جاڑا سے پہونچا تہا پس آپ نے اون کو حکم کرنے کا عمامون اور موزون پر

کیا۔ راوی نے کہا عصائب سے مراد عمامے ہین اور تساخین سے مراد موزے
فقط اب مین احادیث کہان تک لکھون ان احادیث کو دیکھکر شرمائیے اور
بیہودہ خیالات سے باز آئیے **قولہ** اور حدیث ابو داؤد کا بھی یہی مطلب
سلف سے ماثور ہے **اقول** یہ محض آپ کا سلف پر بہتان ہے ایسے
محققین محدثین نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے جیسا کہ گذرا عوذ سمجھے اور بے
سمجھے بوجھے اعتراض کرے اسکے دماغ مین فتور ہے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ
نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ **قال**
صاحب لطف ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ امام اگر نماز مین
قرآن دیکھکر پڑہے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو
امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری مین ہے کہ
امامت کرواتا تہا حضرت عائشہ رض کو ذکوان غلام ان کا قرآن سے یعنے نماز
مین قرآن دیکھکر پڑہتا تہا **قال المعترض** یہ تو فرمائیے بخاری مین یہ کہان
ہے کہ ذکوان نماز مین قرآن دیکھکر پڑہتے تھے یہ آپ کا افترا ہے فرمائیے تو
اس افترا کی کیا سزا ہے لئے **اقول** اس کو افترا سمجہنا آپ ہی کا کام ہے
اگر ذکوان قرآن دیکھکر نہین پڑہتے تھے تو من المصحف کی قید کا کیا فائدہ ہے
فقط اسیقدر کافی تہا۔ وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا۔ اور یہ جو عینی سے آپنے
اسکا مطلب لکہا ہے کہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تھے اور
اس سے یاد کرلیتے تھے جواب اسکا دو وجہ سے ہے **اوّل** یہ کہ یہ مطلب
خلاف ظاہر کے ہے **وجہ دوم** یہ کہ خود آپ کا کلام ہی اس مطلب کے
تغلیط کرتا ہے کیونکہ حضرت عمر رض سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ قرآن سے امامت
کو منع کرتے تہے اگر عینی کا مطلب ٹہیک ہے تو پھر حضرت عمر رض کے منع کرنے کی

کیا وجہ ہے شاید عینی کے نزدیک قرآن دیکھکر یاد کرنا بھی منع ہوگا اب آپ
ہی انصاف کرین کہ صاحب ظفر نے جو مطلب اثر ذکوان سے سمجھا ہے وہی
درست ہے یا یہ افترا ہے کیا کہا جاوے انصاف سے تو آپ منزلون دور
ہین اس لئے خود آپ کی کلام مین ہی تعارض واقعہ ہوتا ہے برلئے خدا
جو لکھا کرین سمجھ بوجھ کر لکھا کرین **قولہ** ہمنے مانا کہ اس اثر کا وہی مطلب ہے
جو آپ سمجھتے ہین مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہین ہین پہر کیون اثر
ذکوان و عائشہ سے امام پر اعتراض ہورہا ہے الخ **اقول** گو ظاہر مین
یہ آثار ہین مگر حکما مرفوع معلوم ہوتے ہین نیز حنفیہ کے نزدیک تو آثار صحابہ
حجت ہین مگر اسلئے صاحب ظفر نے ان کو ذکر کیا کہ تمہارے نزدیک آثار صحابہ
حجت ہین پہر تم کیون اُن کے مخالف عمل کرتے ہو باقی رہا قول ابن عباس
کا جو آپ نے نقل کیا ہے اس کی سند بیان کرین بعد اسکے جواب ہم سے
سُنین فقط **قال صاحب الظفر** فتاوی عالمگیری وغیرہ مین لکہا
ہے کہ امام کے پیچھے صف مین اگر جگہ موجود ہے تو نماز اکیلے کی مکروہ ہے اور
اگر جگہ نہین ہے تو نہین ہے مکروہ اور یہہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم
نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابو داؤد اور ترمذی
مین روایت ہے وابصہ بن معبد رض سے کہ تحقیق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے دیکھا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تہا پیچھے صف کے اکیلا پس حکم کیا اوسکو
کہ پہر پڑھے نماز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان
نے اور اسکی حدیث مین طلق سے نماز نہین ہوتی اکیلے کی پیچھے صف کے
اور زیادہ کیا طبرانی نے وابصہ کی حدیث مین کہ کیون نہ داخل ہوا تو ساتھ
ان کے صف مین یا کھینچ لیتا تو کسی مرد کو **قال المعترض** ہمنے آپ کو متیا

نہین کہ اسحدیث مین اور مذہب امام مین کیا مخالفت ہے **قول** ذرا ہوش
کیجئے یہ کیا زبان سے نکال رہے ہین صاحب ظفر نے تو خوب امتیاز سے ہے
لکھا ہے یہ کہیئے کہ آپ کو ہی امتیاز نہین اردو کی عبارت ہی کوئی مشکل بات
نہین اس ہین مخالفت کا ہونا تو صاف ظاہر ہے کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ جو شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑہے اسکی نماز نہین ہوتی اور امام کے
نزدیک نماز ہوجاتی ہے ایک صورت مین باکراہیت دوسری مین بلاکراہیت
سچ کہیئے یہ امام کا قول مخالف حدیث کے ہے یا موافق **قولہ** اس حدیث
مین کہان ہے کہ جو شخص اکیلا کھڑا ہوا تہا اور اوسکو آپ نے اعادہ کا حکم
فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تہا کہ صف مین جگہ باقی نہین تہی یا بلاضرورت
کھڑا ہوگیا تہا **قول** اس سے صاحب ظفر کو کیا غرض حدیث مین تو مطلق
ہے کہ جو شخص اکیلا صف کے پیچھے کہڑا ہوا اسکی نماز نہین ہوتی خواہ بلاضرورت
ہو یا باضرورت مع ذلک حدیث مین صاف تصریح موجود ہے کہ دونون صورتون
سے نماز نہین ہوتی طبرانی کی روایت مین صاف ہے کہ (کیون نہ داخل ہوا
تو ساتھ اون کے صف مین یا کھینچ لیتا تو کسی مرد کو) اس کو غور سے ملاحظہ
فرمائیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف تصریح دونون صورتون
کی فرمادی ہے یعنی اگر جگہ تہی تو کیون نہ تو داخل ہوگیا اگر نہ تہی تو کسی دوسرے
کو کیون نہ کھینچ لیا دو ہی احتمال تنہا کہڑے ہونے مین تہے دونونکو آپنے
بیان فرمادیا کہ تیری نماز انہین باعث سے نہ ہوئی فقط **قولہ** پہر آپ کے
حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ اکیلے نماز ہوتی ہی نہین الخ
قول مطلق کی روایت سے جس کو صاحب ظفر نے نقل کیا ہے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اکیلا صف کے پیچھے کہڑا ہوا اسکی نماز ہوتی ہی نہین

افسوس ہے کہ آپ احادیث کو بھی نظر نہین کرتے بلا سوچے سمجھے جو چاہتے ہین لکھدیتے ہین جو قول آپ کا ہوتا ہے چشم بد دور سُننے والا بہت تعجب کرتا ہے یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ کراہیت تنزیہیہ مین بھی اعادہ نماز کا اولیٰ ہے جناب من یہان اولے اور خلاف اولے مین گفتگو نہین ہے گفتگو تو یہان اس امر مین ہے کہ نماز ہی سرے سے ہوتی ہے یا نہین حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرے سے نماز ہی نہین ہوتی نہ یہ کہ مکروہ ہوتی ہے ۔ فقط

قال صاحب الظفر اور ایک مسئلہ امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ مین اور علامہ محمد نے زرقانی شرح موطا امام مالک مین لکہا ہے کہ اعتکاف مین بیٹھنے والا داخل ہو بیچ جگہ اعتکاف کے پہلے غروب ہونے کے آفتاب سے سو امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صلعم اِذَا اَرَادَ اَنْ یَعْتَکِفَ صَلَّی الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَکَفَہٗ یعنی کہا تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ ارادہ کرتے اعتکاف کرنے کا نماز پڑھتے فجر کی پھر داخل ہوتے بیچ جگہہ اعتکاف اپنے کے **فائدہ** یہ حدیث صاف دلیل ہے اس پر کہ ابتداء اعتکاف کے بعد نماز فجر کی ہے اور یہی مذھب ہے اوزاعی اور ثوری اور لیث کا بیچ ایک قول کے اور ائمہ اربعہ جو قائل اسکے نہین ہین سو انکے نزدیک تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت ساتھ نیت اعتکاف کے پہلے غروب ہونے آفتاب کے مسجد مین آتے تھے اور شب کو وہان رہتے تھے جب نماز صبح کی پڑھتے تو اس حجرہ مین کہ اعتکاف کے لئے بوریئے کا بنایا جاتا تہا داخل

ہوتے تا الگ رہین لوگون سے پس ابتداے اعتکاف کا مغرب کے وقت سے
تہا اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ مین صُبح کو اسی طرح لکہا ہے شیخ عبد الحق نے
ترجمہ مشکوۃ مین سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے
ظاہر حدیث کے اور سُنت مقدم ہے احتمال عقلی پر اسی طرح لکہا ہے مسک الختام
شرح بلوغ المرام مین **قال المعترض** ہم آپ سے بقسم پوچھتے ہین کہ اسکے
باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر ہے لفظ معتکف سے یہی ہے جو ائمہ اربعہ
سمجھے ہین **اقول** ہم آپ سے بقسم پوچھتے ہین کہ کیا آپ کو باطل ہونا
اس احتمال کا معلوم نہین اگر نہین معلوم ہے تو خیر ہم بتاے دیتے ہین
سُنئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صُبح کی نماز
پڑھکر معتکف مین تشریف لاتے تہے اعتکاف کے لئے اور آئمہ اربعہ کے
نزدیک یہ ہے کہ قبل غروب کے اعتکاف کرتے تہے ظاہر ہے کہ قبل
غروب کا اس حدیث سے کہین اثر نہین معلوم ہوتا لہذا اسکے باطل
ہونے مین کیا شبہ ہے **قولہ** اور مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب
اسکے کہ مصنف اسکا غیر معتبرین سے ہے اوسکے حکم کا کیا اعتبار ہے ۔
اقول مسک الختام تو عمدہ کتاب ہے کہ قبل اذین ایسی شرح بلوغ المرام
کے تصنیف سے نہین ہوئی ہر ہر مسئلہ کو مؤلف نے کمال عرق ریزی سے بقاعدہ
محدثین کے لکہا ہے اور تاویل اور تحریف جاہلین کو باطل کیا ہے اللہ تعالے
اسکے مؤلف کو جزاے خیر عنایت کرے آپ جیسے خفاش نظرون کو یہ آفتاب
تحقیق کا نہ نظر آوے تو اپنے بصارت کا علاج کیجئے اور آپ کے مصداق
حال یہ کیا ہی شعر شاعر کا ہے ۔ **شعر**

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مسک الختام تو وہ کتاب ہے کہ جس کو علماء حرمین شریفین و علماء حجاز و مصر و شام و یمن نے پسند کیا ہے ایک آپ اور ایک آپ کے وکیل کے کہدینے سے کیا کوئی کتاب معتبر غیر معتبر ہوجاوے گی آپ کے بہائیون نے تو جمیع حدیث کے کتابون کو غیر معتبر کہدیا ہے دیکہئے قاری عبدالرحمن پانی پتی لکہتے ہین کہ ان حدیث کی کتابون کا کیا اعتبار رہا ہان آپ کی کتب جو جامع رطب و یابس و مذہب بین بین کی ہین وہ البتہ بیشک غیر معتبر ہین اسی واسطے کوئی اون کو پوچہتا نہین بخلاف کتب مولف مسک الختام کے کہ ایک عالم اون کا حوا ہان ہین اور یہ جو دلیل آپ نے اس کتاب کے غیر معتبر ہونے کے لکہی ہے نہایت ہی واہیات ہے مولف مسک الختام کا تو وہ محقق مفسر محدث ہے کہ قرون سابقین مین بہی اسکا نظیر نہین نظر آتا آپ ہی بتا دیوین کہ پہلے اس کثرت سے کس نے تصانیف کی ہین اور ایسی تصانیف کس مولف کی مشہور ہوئی ہین یہی وجہ ہے کہ علماء حجاز و یمن و مصر آپ کے نام سے گردن پست کر لیتے ہین اور آپ کے تحقیق سے انحراف نہین کرتے آپ کو مجدد اس صدی کا خیال کرتے ہین جو جو آپ کے اوصاف حمیدہ و افعال پسندیدہ ہین مجہ کو کیا طاقت ہے کہ مین لکہون مصنفین تفسیر فتح البیان و عون الباری شرح صحیح بخاری و ابجد العلوم و دلیل الطالب وغیرہا کتب مؤلفہ مولف مسک الختام و ام مجدہٗ کو دیکہکر آپ کی قدر و منزلت معلوم کر سکتے ہین **قولہ** بعدہٗ امور مسک الختام مین خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہین **اقول** بندے خدا کچہہ تو ہوش اور افترا پر کیون کمر باندہ کر طیار ہوتے ہوئے ہو کبہی تو سچ بہی بولا کرو مسک الختام مین تو کوئی امر بہی خلاف سلف صالحین کے نہین ہے آپکو قسم ہے کہ آپ دس پانچ امر ہی خلاف سلف صالح کے اس مین سے نکالدین

صدمہ تو ایک طرف آپ تو کیا اگر آپ کے سب انصار بھی جمع ہو کر نکالین تو بھی نہ نکل سکے ہان یہ کہئے تو بجا ہے کہ مسک الختام مین صدمہ را امور خلاف تحقیق و مخالف اہل را سے کہے ہین مگر اسپر بھی آپ کو ایک اور قباحت واقع ہوگی کہ بخاری ومسلم بلکہ قرآن شریف مین بھی بہت سی امور خلاف اہل رائے کے ہین آپ سے مجھ کو کچھ تعجب بھی نہین کہ قرآن وحدیث کو بھی بے اعتبار ٹھیرا دیوین آپ کے بھائی تو ٹھیرا ہی چکے ہین یہ بھی ایک قیامت کی علامت ہے قیامت بہت قریب ہے دیکھئے آپ لوگ آگے چلکر اور کیا کرتے ہین اللہ آپ کو ہدایت کرے **قولہ** اور موافق مذہب آیمہ اربعہ کے یہ حدیث ہے جس کو دارقطنی اور بیہقی نے شعب الایمان مین عائشہ سے روایت کیا اَنَّ النَّبِیَّ صلعم کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللہُ الخ **اقول** اس حدیث سے اور جو احادیث آپ نے نقل کی ہین کوئی مطلب آپ کا نہین نکلتا کیونکہ ان احادیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشرہ اخیرہ مین اعتکاف کرتے تھے اس سے یہ نہین نکلتا کہ ابتداء اعتکاف کے قبل غروب آفتاب کے تھی ہان اگر کوئی ایسی حدیث نقل کرین جس سے صریح یہ معلوم ہو کہ ابتداء اعتکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی تو البتہ آپ کے مدعا کی تائید ہو سکتی ہے بدون اس کے شرط التقا دہے **قولہ** اور بڑ ظاہر ہے کہ عشرہ اخیرہ رمضان مین اکیسوین شب داخل ہے کیونکہ شرعا رات گذشتہ آیندہ دن کے تابع ہوتی ہے الی قولہ پس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جب صحیح ہوگا کہ معتکف مسجد مین قبل غروب آفتاب بیسوین تاریخ کی جاوے تو شب اکیسوین کہ عشرہ اخیرہ مین داخل ہے داخل اعتکاف ہو جاوے **اقول** صاحب ظفر اسکا کب انکار کرتا ہے کہ حجت آپ کی اس پر تمام ہو ہان اگر صاحب ظفر یہ

کہتا ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اکیسوین کو معتکف مین داخل ہوتے
تہے تو البتہ یہ کلام آپ کا صحیح ہو سکتا تہا بلکہ محدثین اور صاحب ظفر کا تو یہ قول
ہے کہ صبح بیسوین کو معتکف مین داخل ہو تو کہ دونون حدیثون پر عمل صحیح ہو
یجمع بین الآثار و تتبعہ میرا اور میرے بہت بہائیون کا اس پر عمل ہے کہ صبح کو بیسوین
کے معتکف مین داخل ہوئے ہین تو کہ اس حدیث مذکورہ پر بہی عمل ہو اور عشرہ
اخیرہ کا بہی اعتکاف صحیح ہو الحمد للہ کہ سب قول آپ کے لغو ہوئے اور مولف
فتح المبین نے بہی یہی ثابت کیا ہے کہ عشرہ اخیرہ مین شب اکیسوین بہی داخل
ہے اسکا بہی جواب وہی ہے جو اوپر گزرا **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ جنازے کی نماز مین پانچ تکبیرین کہنی جایز نہین اگر
امام پانچ تکبیرین کہے تو مقتدی متابعت اوسکی نکرنے اور یہ مذہب امام اعظم
کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ مسلم مین
روایت ہے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے کہا تہے زید بن ارقم تکبیرین کہتے ہمارے
جنازون پر چار اور تحقیق اونہون نے تکبیرین کہین ایک جنازے پر پانچ پس
پوچہا مین نے ان سے کہ ہمیشہ چار تکبیرین کہتے تہے آج پانچ کیون کہین۔
پس کہا اونہون نے کہ تھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیرین کہتے

فائدہ

بلوغ المرام مین ہے کہ حضرت علی رضی نے سہل بن حنیف کے جنازے پر چہہ
تکبیرین کہین اور زرقانی شرح موطا امام مالک مین ہے کہ ابن مسعود نے جنازے
کی نماز مین پانچ تکبیرین کہین اور حضرت علی نے اہل بدر پر چہہ تکبیرین
کہا کرتے تہے **قال المعترض** آپ نے حدیث صحیح مسلم کو کسی طرح تسلیم ہے

پڑھلے اور عبارت نووی کی جو اسکی شرح مین لکھی ہے نہ پڑھی تا حقیقت منکشف ہو جاتی دیوانگی طبع مبارک سے بھی جاتی رہی نووی کی عبارت یہ ہے قالے **قوله** یہ حدیث منسوخ ہے و دلالت کیا ہے اجماع علماء اُمّت محمدیہ نے اسکے منسوخ ہونے پر اِنتہٰے **اقول** معترض صاحب کو اپنے اصُول کی بھی خبر نہین ہے کہ اجماع بھی ناسخ سُنّت کے ہو سکتا ہے یا نہین اور نہین تو نور الانوار کا ہی مطالعہ کر لیا ہوتا کیا امام نووی کے کسی حدیث کو منسوخ لکھدینے سے وہ حدیث منسوخ ہو جاویگی امام نووی کون کہ احادیث کو منسوخ ٹھیراوین اگر امام نووی کے کہنے پر حدیث کی منسوخیت کا دار مدار ہے تو بہت سا مذہب حنفی آپ کو منسوخ کہنا پڑیگا کیونکہ اکثر احادیث کو جن سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے امام نووی نے ضعیف اور منسوخ کہا ہے اذ لیسؔ فلیسؔ اب ہم اس آپ کے کلام پر مفصّل کلام کرتے ہین دو وجہ سے ۔

وجہ اوّل

یہ ہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ اجماع چار تکبیرون پر ہوا ہے جو شخص مدعی اجماع کا ہو وہ سند اجماع کی بیان کرے اور داعی اجماع کا بیان کرے کیونکہ بغیر دونون امرون کے اجماع کا انعقاد نہین ہو سکتا مُسلّم الثبوت مین ہے لا اجماع الّا عن مستند یعنی نہین اجماع مگر سند سے نور الانوار مین ہے لانّه لابدّ من داعٍ علے ما قال المثبتة یعنی ضرور ہے اجماع کے لئے داعی سے جیسا کہ مصنف نے کہا ہے ان دونون عبارتون سے معلوم ہوا کہ اجماع کے لئے ان دو چیزون کا ہونا ضرور ہے اب جو مدعی اجماع کا ہو وہ ان دونون کو بیان کرے پہلے تو ہمنے بطور منع کے یہ کلام کیا تھا اب اس سے ترقی کرکے

دعوی کرتے ہین کہ اجماع نہین ہوا کیونکہ دو حال سے خالی نہین اجماع
سے مراد اصحابہ کا اجماع ہے یا غیر کا اجماع صحابہ کا تو ظاہر ہے کہ نہین ہوا کیونکہ
اگر صحابہ کا اجماع ہوتا تو حضرت علی و زید بن ارقم وغیرہ اسکے کیون خلاف
کرتے روایت حضرت علی رضہ و زید بن ارقم و عبد اللہ بن مسعود کے کلام صاحب طبع
مین گذری اور اگر صحابہ کے غیر کا اجماع مراد ہے تو اوس کو بیان کرین کہ کس
زمانہ مین اجماع ہوا تو کہ اس پر کلام کیا جاوے مگر عبارت ترمذی کا ملاحظہ
کر لیوین کیونکہ ترمذی نے اپنے جامع مین نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ اور سوا
اون کے اور بہی پانچ تکبیرون کیطرف گئے ہین اب آپ خیال کرین کہ غیر تم
اور کون مراد ہین اور امام احمد اور اسحق نے بہی فرمایا ہے کہ اگر امام پانچ تکبیرین
کہے تو مقتدی اوس کی تابعداری کرے اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ امام احمد
و اسحق تک تو اجماع نہین ہوا اور معلوم نہین یہ اجماع کہان سے آگیا امام احمد نے
سچ فرمایا ہے کہ جو دعوے اجماع کا کرے وہ جہوٹھا ہے -

تمام ہوئی وجہ اول

وجہ دوم

اگر ہم مان بھی لیوین کہ اجماع چار تکبیرون پر ہوگیا ہے کہ چار تکبیر سے زاید نہ
کہی جاوین اس پر بہی ہم کہتے ہین کہ جس کو ادنی المام علم اصول سے ہے
وہ بخوبی جانتا ہے کہ اجماع ناسخ سنت اور کتاب کے نہین ہوتا نور الانوار مین
ہے والقیاس لا یصلح ناسخا ای لکل من الکتاب والسنۃ والاجماع الی آخر
قال وکذا الاجماع عند الجمہور لا یصلح ناسخا لشئ من الادلۃ لانہ
عن اجتماع الآراء یعنی قیاس نہین صلاحیت رکہتا ہے نسخ کو بعض

ہر ایک کو کتاب و سنت و اجماع سے منسوخ کرنے کی صلاحیت نہین رکہتا یہان تک فرمایا کہ ایسا ہی اجماع نزدیک جمہور کے نہین صلاحیت رکہتا ہے نسخ کے واسطے کسی شئے کی اور اسی کیونکہ وہ عبارت ہے مجتمع ہونے راؤن سے انتہے اس سے معلوم ہوا کہ اجماع سے سنت منسوخ نہین ہو سکتی اس تحقیق سے لغو ہوتے کل قول معترض کے آخر قول تک اور یہی جواب ہے قول نووی وحازمی کا اور مؤلف فتح المبین نے بہی اس مین کوئی نئی بات سوا اس کے نہین لکہی ان کا بہی جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ صاحب ظفر نے فقط کلام جواز زاید تکبیرات پر کیا ہے کہ چار سے زایدہ بہی جانیہ مین یا نہین ہاتے رہا راجح کیا ہے راجح چار ہی ہین کما قال الشوکانی فی نیل الاوطار امام صاحب کے نزدیک چار سے زاید جایز ہی نہین ہین اس پر صاحب ظفر کا اعتراض ہے **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت مین بعد دونون سجدون کے جلسہ استراحت کا کرنا یعنی بیٹہکر اٹہنا درست نہین اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سوا امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے۔ ان چار حدیثون کا پہلی حدیث بخاری اور ترمذی اور نسائی مین روایت ہے مالک بن حویرث رض سے کہ تحقیق دیکہا انہون نے دیکہا ہے صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑہتے ہیں پس جس وقت ہوتے بیچ طاق رکعت کے نماز اپنی سے نہ کہڑے ہوتے یہان تک کہ سیدہے بیٹہتے۔ الخ **قال المعترض** آپ کو یہ بہی معلوم ہی نہین کہ اس امر کے صرف امام اعظم نہین قائل ہین بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی مشرب ہے اور بعد زمانہ صحابہ کے ایک طائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے الخ

اقول ان نکمی باتون سے کیا حاصل صاحب ظفر کے نزدیک تو اقوال و افعال صحابہ کے مطلق حجت ہے نہین چہ جائیکہ حدیث مرفوع کے مقابل مین اگر عدم جلسہ استراحت کے بارے مین کوئی حدیث صحیح آپ کے پاس ہے تو لائیے ورنہ فقط دو چار آثار سے کام نہین چلتا حالانکہ خود آپ امام الکلام مین فرما چکے ہین کہ قول صحابی کا وقت مرفوع حدیث کے حجت نہین ہے عبارت آپ کی یہ ہے اَلسَّادِسُ اَنَّهُ صَرَّحَ ابْنُ الْهُمَامِ وَغَيْرُهُ اَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ مَالَمْ تَنْفِيهِ شَيْئٌ مِنَ السُّنَّةِ الخ یعنی چھٹا یہ ہے کہ تصریح کی ہے ابن الہمام وغیرہ نے کہ قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ نفی کرے اسکو کوئی شئے سنت سے پس اب جو آثار آپ نے نقل کیے ہین مقابل مین احادیث مرفوعہ کے سب آپ کے ہی کلام سے لغو ہین **قولہ** اور نووی نے لکہا ہے الخ **اقول** جناب من اگر آپ پوری عبارت امام نووی کی نقل کر دیتے تو کیا خوب ہوتا انصاف کیجئے کہ امام نووی نے کسکو ترجیح دی ہے امام نووی نے تو جلسہ استراحت کو ہی ثابت کیا ہے جیساکہ نہین پوشیدہ ہے جسنے مطالعہ نووی کا کیا ہے **قولہ** اور قاسم بن قطلوبغا کے رسالے اَلْاُسُوْسُ فِيْ كَيْفِيَّةِ الْجُلُوْسِ مین ہے الخ **اقول** قاسم بن قطلوبغا کا یہ قول محض بے اصل ہے کوئی اس پر دلیل نہین ہے اگر اس قول کی کوئی سند ہو تو لائیے بہلا اگر صحابہ کا اجماع عدم جلسہ استراحت پر ہوتا تو امام شافعی وغیرہ مجتہدین کیون اس کے قائل ہوتے اور امام احمد اسکی طرف کیون رجوع کرتے امام شوکانی نیل الاوطار مین فرماتے ہین جلد ثانی مین ہے: وَقَدْ ذَهَبَ اِلٰى ذٰلِكَ الشَّافِعِيُّ فِي الْمَشْهُوْرِ عَنْهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَايَتَانِ وَذَكَرَ الْخَلَّالُ اَنَّ اَحْمَدَ رَجَعَ اِلَى الْقَوْلِ بِهَا **ترجمہ** اور تحقیق گئے ہین طرف اسکی امام شافعی مشہور قول مین اور ایک طائفہ اہل حدیث کا

اور امام احمد سے دو روایتین ہین اور خلال نے امام احمد سے ذکر کیا ہے کہ ہر آئینہ اونہون نے اسکی طرف یعنی جلسہ استراحت کے قول کیطرف رجوع کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب آنکھ بند کر کے بکتے چلے جاتے ہین اپنے اصول فروع کا بہی ملاحظہ نہین فرماتے کیا مجتہد ہونے کے واسطے اصول فقہ مین یہ شرط نہین لکہی ہے کہ اس کو اجماع سابق کی خبر ہو بہلا امام شافعی و احمد کیسے مجتہد تہے کہ اون کو اس اجماع کی خبر نہ ہوئی **قوله** اور کرنا اس کا حنفیہ کے نزدیک بالکلیہ منع نہین ہے یا اینہمہ امام ابو حنیفہ پر اس مسئلہ مین اعتراض کرنا خالی سفاہت سے نہین **اقول** اکثر متون فقہ مین لکہا ہے کہ جلسہ استراحت جایز نہین ہے اور یہی ظاہر روایت ہے شذوذ کا کیا اعتبار یون تو فقہ ایک ایسی معجون مرکب ہے کہ اس مین ہر قسم کی روایتین موجود ہین مگر محققین کے نزدیک اعتبار ظاہر روایت کا ہے صاحب ظفر نے اعتراض بنا بر ظاہر روایت کے کیا ہے ظاہر روایت کا نہ خیال کرنا یہ محض آپ کی سفاہت اور وہ تو کہا وہی ہے معترض کا عجیب حال ہے کہ کہین ظاہر روایت و متون معتبرہ کا اعتبار کرتے ہین کبہی روایات شاذہ کیطرف دوڑتے ہین یہ سب خرابی تقلید کی وجہ سے ہے حضرت معترض تقلید کا پردہ اٹہا کر انصاف سے دیکہا کرین فقط **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ نہ مارے حد مولے غلام اپنے کو مگر ساتہ اذن امام کے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان تین حدیثون کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہا سنا مین نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے جب زنا کرے لونڈی کسی کی تم مین سے پہر ظاہر ہو زنا اوس کا تو چاہیئے کہ مارے اوس کو حد اور نہ ملامت کرے اوس کو پہر اگر تیسری بار زنا کرے تو بیچڈالے

اوس کو اگرچہ بالون کی رسی پرسے کوئی لیوے دوسری حدیث ابو داؤد مین روایت ہے حضرت علی رضہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قایم کرو حد اپنی لونڈی غلامون پر الخ **قال المعترض** یہ جو حدیثین آپنے صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد سے بیان کین ان مین تیسری حدیث تو مرفوع نہین صرف حضرت علے رضہ کا قول ہے۔ الخ **اقول** تیسری حدیث کو مرفوع نہ جاننا اسپر دال ہے کہ معترض کو کوچۂ اصول سے گذر نہین کیونکہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ زیادتی ثقہ کی معتبر ہے یہ حدیث حضرت علے رضہ کے بعض طرق سے مرفوع آتی ہے جیسا کہ روایت ابو داؤد سے معلوم ہوتا ہے اور بعض طرق سے موقوف تو اب بموجب قاعدہ اصول کے یہ حدیث مرفوع شمار کی جاوے گی مع ذلک حجت کے لئے تو ایک حدیث ہی کافی ہے چہ جائیکہ آپ دو حدیثون کے مرفوع ہونے کا اقرار کرتے ہین **قولہ** ان سب سے یہ کہان نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے حد مارے تا مخالف لازم آوے **اقول** جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

وجہ اوّل

یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ سید کو اپنے غلام پر حد قایم کرنے کے لئے اذن کی کچھ حاجت نہین ہے اور یہی مطلب ان احادیث سے صحابہ و تابعین و علماء مجتہدین نے سمجھا ہے امام ترمذی اپنے جامع مین تحت حدیث ابی ہریرہ رضہ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَلْیَجْلِدْھَا کے فرماتے ہین وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلعم وَغَیْرِھِمْ رَاَوْا اَنْ یُقِیْمَ الرَّجُلُ الْحَدَّ عَلٰی مَمْلُوْکِہٖ دُوْنَ السُّلْطَانِ وَھُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ یُدْفَعُ اِلَی السُّلْطَانِ وَلَا یُقِیْمُ الْحَدَّ ھُوَ بِنَفْسِہٖ وَالْقَوْلُ

الا قولا شیخ **ترجمہ** اور عمل اسپر نزدیک بعض اہل علم کے ہے اصحاب نبی صلعم
اور سوا ان کے سے جایز رکہتے ہین اس کو کہ قایم کرے آدمی حد کو اپنے غلام پر
ماسوا سلطان کے اور یہی قول احمدؒ اور اسحقؒ کا ہے اور کہا بعض ان کے نے
رفع کرے طرف سلطان کے اور نہ قایم کرے وہ حد کو خود اور قول پہلا زیادہ
صحیح ہے امام نووی شرح مسلم مین فرماتے ہین وَفِيهِ اَنَّ السَّيِّدَ يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى
عَبْدِهِ وَاَمَتِهِ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ رح وَاَحْمَدَ رح وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ
الصَّحَابَةِ رض وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ اَبُوحَنِيفَةَ رح فِي طَائِفَةٍ لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ
وَهٰذَا الْحَدِيثُ صَرِيحٌ فِي الدَّلَالَةِ لِلْجُمْهُورِ **ترجمہ** اور اس مین یہ ہے کہ ہر ایک
سید قایم کرے حد کو اپنے غلام اور باندی پر اور یہ مذہب ہمارا ہے اور مذہب
مالک رح اور احمدؒ اور جمہور علماء کا صحابہ رض اور تابعین سے اور ان لوگون سے جو بعد
ان کے ہین کہا ابوحنیفہ رح نے بیچ ایک جماعت کے کہ نہین ہے واسطے اوسکے
یہ اور یہ حدیث صریح ہے دلالت کرنے مین تایید مذہب کے جمہور کے لئے اور
اَفْضَلُ الْمُحَقِّقِينَ جناب نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر
مسک الختام شرح بلوغ المرام مین فرماتے ہین صفحہ ۱۸ ۳ جلد ثانی مین ہے حدیث
دال ست بر اقامت حد بر ممالیک وعام ست در ذکور و اناث و مطلق ست در
محصن و غیر محصن و بر آنکہ وجوب اقامت بر مالک ست و در مزوجہ اختلاف
کردہ اند جمہور گویند حد باختیار سید ست و نزد مالک باختیار امام مگر آنکہ زوج
او عبد سید باشد کہ درین حال اختیارش بسید بخواہد بود و ظاہر حدیث عدم اشتراط
صلاحیت سید ست ابن حزم گفتہ سید اقامت کند مگر آنکہ کافر باشد زیرا کہ تقریر
کفار بر صغار ست و در اقامت وے حد را منافات ست و نیز ظاہرش در
اختیار حد سرقہ و شرب خمر ست برائے سید و جماعتے دران خلاف کردہ

جاولیل ناشش عبدالرزاق از ابن عمر آورده که وے دست غلام خود برید در سرقہ وجلد کرد در زنا بدون رفع بسوے حاکم ومالک در موطا آورده که غلامے از بنتِ عبداللہ بن بکر دزدی کرده بود وبدان اعتراف نموده بحکم عائشہ رضہ دست او بریده شد وشافعی وعبدالرزاق از حسین بن محمد بن علی رضہ روایت کرده اند که فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حد زده خود را که زنا کرده بود وابن وہب از عمرو بن دینار اخراج کرده که فاطمہ بنجاه تازیانہ میزد ولیده خود را وقتیکہ زنا کرد الخ ان عبارات منقولات سے معلوم ہوا کہ مذہب جمہور علمار کا یہی ہے کہ مولے اپنے غلام کو حد مارے بغیر اذن سلطان کے صحابہ کرام و تابعین عظام وجمہور علمار محدثین ومجتہدین نے ان احادیث سے یہی مطلب سمجھا ہے حالانکہ وہ لوگ اہل لسان تھے ان احادیث کا دوسرا مطلب بتانا طعن کرنا ہے صحابہ وتابعین وعلمار مجتہدین پر دیکھئے ابن عمر و کیسے متبع سنت تھے اونہوں نے بھی یہی مطلب سمجھا حضرت عائشہ وفاطمہ رضہ نے بھی یہی مطلب سمجھا آپکے سمجھ ہی نرالی ہے ایسی سمجھ کا کیا علاج -

وجہ دوم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلق أَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فرمانا صاف دلالت کرتا ہے کہ اذن کی قید اس میں نہیں ہے کیونکہ اب اس کو اذن سے مقید کرنا تقیید مطلق کی بغیر کسی دلیل شرعی کے ہے اور یہ درست نہیں كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى مَاہِرِ الْاُصُوْلِ -

وجہ سوم

اذن کی قید بڑہانے میں ایک یہ خرابی ہے کہ اس میں تاخیر البیان عن الحاجۃ لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے قید اذن کی بھی درست

نہین ہے۔

وجہ چہارم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطاب سیدون کو کر کے فرمایا ہے کہ تم حدود کو اپنے غلامون پر قائم کرو جب ہم نے یہ کہا کہ سید کو اختیار ہے حد قائم کرنے کا نہین ہے جب تک حاکم نہ حکم کرے تو گویا اس خطاب کو ہمنے لغو ٹھیرایا پھر سیدونکے طرف خطاب کا کیا فایدہ ہوا۔

وجہ پنجم

جب ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سب حاکمون کے سردار ہین اذن دیدیا کہ تم اپنے غلامون پہ حدود قائم کرلیا کرو تو پھر اب بار بار چھوٹے حاکمون سے اذن لینے کی کیا ضرورت ہے۔

وجہ ششم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اذن کو کافی نہ سمجھنا اس مین حقارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی ہے اور افضیلت دوسرون کی اور مسلمان کی شان سے یہ بہت بعید ہے فقط ان وجوہ مذکورہ بالاسے معلوم ہوا کہ مطلب احادیث کا وہی ہے جس کو صاحب ظفر نے سمجھا ہے باقی رہا قول حسن وعطا کا جس کو آپ نے نقل کیا ہے اول تو کچھ صاحب ظفر کے منافی نہین ہے مع ذلک یہ قول قابل حجت کے نہین ہے۔

قولہ اور غایۃ البیان مین ہے الخ **اقول** غایۃ البیان کوئی حدیث کی کتاب نہین ہے یہ قول بلا سند کے مقبول نہین اگر سند ہو تو لائیے تو کہ پھر اسپر کلام کیا جاوے۔ آپ کی کتب مین جو تین صحابہ عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس و ابن زبیر

سے روایت کیا ہے اوسکی سند کتب حدیث مین نہین پائی جاتی بلکہ عبد اللہ بن
مسعود سے خلاف اسکا منقول ہے مسک الختام مین ہے شافعی گفتہ و کان ابن
مسعود یا مربہ و اگر بزدہ تمحمید کرلینداتہ **قولہ** اور منشا اسکا یہ ہے کہ حد حق پروردگار
عالم ہے پس اسکے اقامت کا مستحق نہوگا مگر وہ شخص کہ جس کو ولایت شرعیہ
اور نیابت الہیہ حاصل ہے یعنی پادشاہ یا قاضی یا جس کو وہ اجازت دے
اقول آپ کے کلام سے ہی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ شارع نے سید و نکو
غلامون پر حد قائم کرنے کے لئے اپنا نایب بنایا اور اون کو اجازت دی تو
اب اون کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے غلامون پر حدود قائم کرین **قولہ**
اور جن احادیث مین موالے کو حکم اقامت حدود کا کیا گیا اس سے غرض یہ ہے کہ
موالے مراد اوسکا حاکم کی طرف کرے اور اس سے اذن لے کر حد قائم کرے الخ
اقول جواب اسکا بسط بسیط سے گذرا کہ اب اذن لینا محض لغو اور خلاف
احادیث کے ہے **فتذکر** فقط **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکہا ہے کہ محرم نہ پہنے کورتہ اور نہ پاجامہ اور نہ عمامہ

فائدہ

ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکہا ہے کہ جس محرم کے پاس تہبند
نہو پاجامہ ہی ہو تو وہ پاجامہ کو توڑ کر اسکا تہبند بنالیوے اور اگر پاجامہ ہی پہنیگا
تو اسپر دم آویگا یعنی جانور ذبح کرے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام
اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین
روایت ہے ابن عباس رضی سے کہ کہا سنا مین نے رسول خدا صلعم کو خطبہ
فرماتے اور وہ فرماتے تہے کہ جس وقت نہ پاوے محرم پاپوشین تو پہنے موزے
اور جس وقت کہ نہ پاوے تہبند پہنے پاجامہ **قال المعترض** آپ نے قسم کہائی

ہے کہ اگر امام کا مذہب مخالف حدیث نہ بھی ہو مگر آپ اس کو ضرور مخالف حدیث
بتا دینگے **اقول** آپ نے بھی قسم کہائی ہے کہ گو مذہب امام کا مخالف حدیث کے
ہو مگر آپ خواہ مخواہ یہی کہین گے کہ موافق حدیث کے ہے **قولہ** اس حدیث
مین کہا ہے کہ دم نہ لازم آویگا الخ **اقول** اس حدیث مین یہ کہان ہے کہ دم
لازم آوے گا جو آپ اسکا جواب دینگے وہی صاحب ظفر کا تصور فرماوین
یہ تو جواب الزامی ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے مطلق پاںجامہ اور موزے پہننے کو فرمایا کہین دم کا آپ نے ذکر نہین کیا
اب جو شخص اس مطلق کو مقید کرے اور ایک زیادتی دم کے ثابت کرے
اسکے ذمہ لانا دلیل کا ہے نیز وجوب دم مین ایک یہ خرابی ہے کہ تَاخِیرُ الْبَیَانِ
عَنْ وَقْتِ الْحَاجَۃِ لازم آتی ہے اور یہ باتفاق درست نہین ہے ذرا اپنے
اصول کا ملاحظہ کرین دیکھیے امام نووی نے شرح مسلم مین اسی واسطے یہہ
لکہا ہے کہ اگر دم کا آنا لازم ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان کر دیتے
عبارت امام نووی کی یہ ہے فَقَالَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ وَمَنْ وَافَقَھُمَا لَا شَیْئَ
عَلَیْہِ لِاَنَّہٗ لَوْ وَجَبَتْ فِدْیَۃٌ لَبَیَّنَھَا صلعم یعنی کہا مالک اور شافعی اور اسنے
جو موافق ان کے ہے کہ کچھ شے اسپر نہین ہے اس واسطے کہ اگر دم واجب
ہوتا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ضرور بیان فرما دیتے مترجم کہتا ہے کہ
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دم کے وجوب کو نہ بیان کرنا صاف دلیل ہے
کہ دم واجب نہین ہے **قولہ** دیکھیے محرم کو بوقت ضرورت سر منڈانا درست
ہے مگر اسپر کفارہ لازم ہے **اقول** یہ قیاس آپ کا محض غلط ہے کیونکہ یہین
تو صاف نص ہے کہ جو سر منڈا دے اسپر کفارہ ہے بخلاف پاںجامہ پہننے کے
کہ اس مین شارع نے کچھ بیان نہین فرمایا اور نہ صحابہ نے دم دیا اب دم کا

وجوب نکاح کا النخ ہی تحریر ہے **قال صاحب انتظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکھا ہے کہ نکاح کرنا حرہ بالغہ کا بدون اجازت ولی کے بہی جایز ہے اور یہ
مذہب الامام اعظم کا ہے سوامام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ہے ان تین
حدیثون کا پہلی حدیث مسند امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
دارمی مین روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کہ نکاح کرے بنا بے اذن ولی اپنے کے پس نکاح
اسکا باطل ہے پس نکاح اسکا باطل ہے پس نکاح اسکا باطل ہے اور کہا ترمذی نے
یہ حدیث حسن ہے اور صحیح کہا اسکو ابو عوانہ اور ابن حبان اور حاکم نے - الخ
قال المعترض مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے بجا
قرآن پاک مین نسبت نکاح کر لینے کے عورتون کیطرف کی گئی ہے اور کہین قید
اجازت ولی کی نہین لائی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ الخ **اقول** حضرت معترض کا
عجب حال ہے کبہی تو قرآن کے طرف دوڑتے ہین اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو کہ مبینہ ومفسرہ اسکے ہین ہاتھ سے چھوڑتے ہین جیسا کہ اس مسئلہ مین
اور کبہی قرآن کو بالائے طاق رہنے دیتے ہین احادیث آثار تو ایک طرف
علماء علم کلام کے مقلد بنتے ہین جیسا کہ مسئلہ ایمان مین معترض سے سرزد ہوا
ہے کبہی احادیث کو ترک کر کے محض رای کی طرف چلتے ہین جیسا کہ مسئلہ سابقہ
مین اور کبہی آثار کیطرف توجہ کرتے ہین اور احادیث کی مخالفت سے نہین
ڈرتے جیسا مسئلہ اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ مین کہا ہے
غرضکہ معترض اور جمیع اون کے بہائی مقلدین کسی قانون کے پابند
نہین ہین قول امام کے بنانے کے فکر مین ہین یہان سے صادق آتا ہے

قول امام رازی کا کہ یہ لوگ کسی طریق مستقیم کے پابند نہیں ہیں آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ مذہب امام کا موافق قرآن کے ہے اور اسپر دلیل نسبت نکاح کرلینے کی طرف عورتوں کے کو ٹھیرایا ہے اس میں ہم کو چند وجہ سے کلام ہے۔

وجہ اوّل

ہم نہیں تسلیم کرتے کہ نسبت نکاح کرلینے کی طرف عورتوں کے قرآن میں ہی جس آیت سے آپ نے استدلال کیا ہے یعنی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ سے یہ استدلال آپ کا ٹھیک نہیں کیونکہ اس آیت میں دو احتمال ہیں اوّل یہ کہ معنی نکاح کے وطی کے ہوں موافق مذہب جمہور کے یا معنے عقد کے ہوں جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے بیضاوی اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں حَتّٰى يَحْتَمِلَ اَنْ يُّفَسَّرَ النِّكَاحُ بِالْاِصَابَةِ وَيَكُوْنُ الْعَقْدُ مُسْتَفَادًا مِّنْ لَفْظِ الزَّوْجِ یعنی احتمال ہے اسکا کہ تفسیر کیا جاوے نکاح ساتھ وطی کے اور ہو عقد مستفاد لفظ زوج سے بغوی معالم میں فرماتے ہیں وَالنِّكَاحُ يَتَنَاوَلُ الْوَطْيَ وَالْعَقْدَ جَمِيْعًا ترجمہ اور لفظ نکاح کا شامل ہے وطی اور عقد کو افضل المحققین جناب نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر تفسیر فتح البیان میں فرماتے ہیں وَالنِّكَاحُ يَتَنَاوَلُ الْعَقْدَ وَالْوَطْيَ وَالْمُرَادُ هٰهُنَا الْوَطْيُ یعنی لفظ نکاح کا شامل ہے عقد اور وطی کو اور مراد اس جگہ وطی ہے فقط کلام محققین و مفسرین سے معلوم ہوا کہ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ میں دونوں احتمال ہیں کہ معنی لفظ نکاح کے عقد کے ہوں یا وطی کے اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ یہ کلام تو بطور منع کے تھا اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ مراد اس سے معنے وطی کے ہیں جیسا کہ جناب نواب صاحب بہادر نے فتح البیان میں لکھا ہے کیونکہ جب لفظ نکاح دونوں معنوں کا محتمل ہے تو اب کوئی قرینہ ایسا چاہیئے کہ جو ان دونوں

معنون مین سے ایک کو متعین کرے قرائن موادا معنے وطی کے موجود ہین اول تو لفظ زوجکا کیونکہ جب لفظ زوج سے معنے عقد کے مستفاد ہوئے تو اب لفظ نکاح سے بھی وہی معنی لینا تحصیل حاصل کی ہے دوم یہ کہ اسکا شان نزول بھی اسی کا مؤید ہے جیسا کہ معالم وغیرہ مین ہے نیز قاعدہ اصول بھی اسی کے مؤید ہے وہ یہ ہے کہ لفظ نکح کا مطلق محتمل عقد اور وطی کو ہے تقیید اسکی حدیث عبد الرحمن بن زبیر سے کی گئی بیضاوی مین ہے فالآية مطلقة قيدتها السنة یعنی آیت مطلق ہے مقید کیا ہے اسکو سنت نے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ معترض کو کتب تفاسیر پر بالکل نظر نہین ہے کیونکہ اگر حضرت معترض کتب تفاسیر کا ملاحظہ کرتے تو اس آیت سے استدلال ہرگز نہ کرتے باقی رہا استدلال دوسری آیت سے یعنے فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن سے نہایت ہی ضعیف ہے بلکہ معترض کے حماقت کی دلیل ہے یہ تو عین دلیل خصم معترض کی ہے اس آیت سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اختیار نکاح کا ولیون کو ہے کیونکہ اگر اختیار نکاح کا عورتون کے ذمہ ہوتا تو منع کرنے اور روکنے کے کیا معنے ہون گے بیضاوی اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن الخطاب للاولياء لما روي انها نزلت في معقل بن يسار حين عضل اخته جملاء ان ترجع الى زوجها الاول بالاستيناف فيكون دليلا على ان المرأة لا تزوج نفسها اذ لو تمكنت منه لم يكن لعضل الولي معنے ترجمہ مخاطب ساتھ اس آیت کے اولیاء ہین اس واسطے کہ روایت کی گئی کہ تحقیق یہ آیت نازل ہوئی ہے بارے مین معقل بن یسار کے جبکہ بہن اپنی جمل کو منع کیا کہ اپنے پہلے خاوند کے طرف لوٹ جاوے ساتھ نکاح کے پس ہوگی دلیل اس پر کہ عورت نہ نکاح کرے اپنے نفس کا اس واسطے

له ترجمہ [illegible] کرنا مراد ہی [illegible] جیسا کہ مولف نے بیضاوی [illegible] جمیل [illegible] معقل کی بہن کا نام [illegible]

کہ اگر عورت نکاح پر قادر ہوتی تو روکنے ولی کے کیا معنے ہوتے معالم میں ہے
فی الآیۃ دلیل علی ان المرأۃ لا تلی عقد النکاح اذ لو کانت تملک ذلک لم
یکن ہناک عضل ولا لنہی الولی عن العضل معنیٰ یعنے آیت مین دلیل ہے
اسپر کہ تحقیق عورت نہین مالک ہوتی ہے عقد نکاح کی اس واسطے کہ اگر مالک
ہو عورت اوسکو نہ ہون گے اسجگہ روکنے کے اور نہ واسطے منع کرنے ولے
کے روکنے سے کچھ معنے فقط اس تقریر مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت
معترض صاحب کا آیات کو لانا بالکل بیکار ہے۔

وجہ ثانی

اگر تسلیم ہی کرین کہ نسبت نکاح کے عورتون کی طرف بھی کی گئی ہے مگر اس سے
یہ کب لازم آتا ہے کہ عورتون کو اذن ولی سے لینا کچھ ضرور نہین۔

وجہ ثالث

جیسا انعقاد نکاح کے لئے اذن ولی کا ضرور ہے ایسے ہی رضامندی عورتون
کی بھی ضرور ہے بموجب احادیث صحیحہ کے تو اب جیسے نسبت نکاح کی ولی
کی طرف صحیح ہے ایسے ہی عورتون کیطرف بھی صحیح ہے بیضاوی مین ہے
ولا یعارض باسناد النکاح الیہن لانہ بسبب توقفہ علی اذنہن یعنی
نہ معارضہ کیا جاوے ساتھ اسناد نکاح کے طرف انکی کیونکہ یہہ اسناد بباعث
موقوف ہونے نکاح کے انکے اذن پر کی گئی ہے فقط فی الجملہ اسناد ان کی
طرف بوجہ موقوف ہونے نکاح کے انکی اذن پر ہے نہ یہ بات کہ اس سے اذن ولی جاتا رہا

وجہ چہارم

نسبت کے لئے تو ادنے سے نسبت بہی کافی ہے جیسا کہ ماہر علوم پر پوشیدہ

ہنین ہے یہان تو گویا ایک بڑی وجہ نسبت کرنے کی موجود ہے اب فقط نسبت
سے اذن کے منافی سمجھنا سخت جہالت ہے الحمد للہ کہ ان وجوہ بالا سے معترض
کا استدلال باطل ہوا +

قولہ اور موطا وغیرہ مین موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تھا
اور بھائی اون کے سفر مین تھے حال آنکہ وہ بھی ان احادیث کے راویون
مین ہین ۱ **اقول** اول معترض کو چاہیئے کہ اوسکی سند بیان کرے تو کہ اس مین
نظر کی جاوے خیر ہٹیے مانا کہ اثر حضرت عائشہ رض کا صحیح ہے مگر اس سے صاحب ظفر
پر کب حجت ہو سکتی ہے صاحب ظفر کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت ہی نہین ہین
اور یہ اثر تو بموجب قاعدے حنفیہ کے بھی حجت نہین کیونکہ مخالف ہے احادیث
صحیحہ صریحہ کے معترض ابن الہمام سے نقل کر چکے ہین کہ ہمارے نزدیک قول
صحابی کا حجت ہے جب تک اس کو کوئی شے سنت سے نفی کرے بیان
نفی کرنے والی سنت موجود ہے باوجود اسکے استدلال کرنا جائے تعجب ہے
باقی رہا حضرت عائشہ رض کا خلاف عمل اپنے روایت کے اس سے کچھ اصل
روایت مین قدح نہین ہو سکتی اگر ایسا ہی ہے تو حنفیہ کو لازم ہے کہ سفر مین
قصر ہی نہ کیا کرین کیونکہ روایت قصر کی حضرت عائشہ رض سے بخاری مطبوعہ مطبع
احمدی کے صفحہ ۱۴۹ مین موجود ہے اور اسی صفحہ مین یہ بھی ہے کہ خود حضرت
عائشہ سفر مین قصر نہین کرتی تہین اب جو معترض اس کا جواب دیوین گے
وہی صاحب ظفر کا تصور فرماوین فقط **قال صاحب لطف** ایک
مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقود اور فسوخ
مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ مین امام اعظم کے نزدیک نافذ ہے
ظاہراً و باطناً چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق اور فتاوی عالمگیری

اور در المختار اور فتاوی قاضیخان وغیرہ مین لکہا ہے وَكُلُّ شَيْءٍ قَضٰى بِهِ القَاضِيْ فِي الظَّاهِرِ بِتَحْرِيْمِهٖ فَهُوَ فِي الْبَاطِنِ كَذَالِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَكَذَا اِذَا قَضٰى بِاِحْلَالٍ یعنی اور جو چیز کہ حکم کرے ساتھ اسکے قاضی ظاہر مین ساتھ حرام کرنے اوسکے کے پس وہ (حکم) باطن مین ہے اسی طرح ہے نزدیک ابی حنیفہ کے اور اسی طرح ہے جبکہ حکم کرے قاضی ساتھ حلال کرنے کے مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جہوٹے گواہ پیش کرکے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اوسکو ملجاوے تو وہ عورت بحسب ظاہر ہی اوسکی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بہی اس شخص کو حلال ہے یعنی خدا اسکے نزدیک بہی اسی طرح ہو گیا اور مرد کو اوس عورت کے لے لینے سے خدا اسکے نزدیک کچہ مواخذہ نہ رہا اور یہ ہی حکم ہے عورت کے لئے بہی قال المعترض یہ امر کہ مرد کو اس عورت کے لینے کا کچہ مواخذہ نہ رہا متضمن افترا ہے ایسی صورت مین اس شخص کے گنہگار ہونے مین بسبب جہوٹہہ دعوے کرنے کے اور جہوٹے گواہ پیش کرنے کے اور بسبب قاضی سے فریب دینے کے امام کے نزدیک بہی کچہ شبہ نہین ہے بحر الرائق مین ہے الخ اقول مراد کلام صاحب ظفر (کہ مرد کو اس عورت کے لینے کا کچھ مواخذہ نہ رہا) یہ ہے کہ بعد حکم کر دینے قاضی کے مرد کو اس عورت کا لے لینا درست ہے اور وہ عورت اب اسی کی ہے ظاہراً و باطناً وطی نا اوس کو حلال ہے کیونکہ اگر اوسکو کچھ مواخذہ بعد حکم قاضی کے باقی رہتا تو وطی ہی کیون حلال ہوتی باقی رہا یہ امر کہ اس شخص کو باعث دعوے جہوٹہا کرنے اور گواہ جہوٹے پیش کرنے کے کچہ مواخذہ ہوگا یا نہوگا اسکا صاحب ظفر نے انکار نہین کیا اور نہ اوسکی کلام سے یہ نکلتا ہے کیونکہ صاحب ظفر کا یہ

کہا ہے (کہ اس عورت کے لینے کا) نہ یہ کہ اس عورت کے دعوے کرنے کا اور جھوٹے گواہ قایم کرنے کا کچھ مواخذہ نہیں رہا بحرالرایق کی عبارت جو آپنے نقل کی ہے اسکا بھی یہی حاصل ہے کہ وہ شخص بباعث دعوے باطل کے گنہگار رہیگا آپ صاحب ظفر کے کلام کو تو غور نہیں کرتے سابق لاحق کی عبارت کو دیکھتے نہیں اعتراض او رافترا بندی پر تیار ہو جاتے ہیں قال صاحب الظفر امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے میں اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ یعنی سوا اسکے نہیں کہ مین آدمی ہون اور تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میری اور شاید کہ بعض تمہارا ہووے خوب تقریر کرنے والا ساتھ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرتا ہون مین واسطے اسکے اوپر مانند اس چیز کے کہ سنتا ہون مین اس سے پس وہ شخص کہ حکم کردون مین واسطے اوسکے ساتھ کسی چیز کے حق بھائی اسکے سے پس نہ لیوے اوسکو مین سوا اسکے نہیں کہ حکم کرتا ہون مین واسطے اسکے ایک ٹکڑے کا آگ سے انتہی قال المعترض آپکی عجب عادت ہے کہ جس چیز کو چاہا موافق اپنی سمجھ کے مخالف مذہب امام کہہ دیا الخ **اقول** آپ کی عجب عادت ہے کہ جس حدیث کو چاہتے ہین اپنے امام کے مذہب کیموافق بنا دیتے ہین گو وہ نفس الامر مین امام کے مخالف ہو اور مذہب امام سے کچھ مناسبت رکھتی ہو جیسا کہ حدیث مذکور **قولہ** امام کا مذہب یہ ہے الخ **اقول** ہان جناب امام کا مذہب معلوم ہے اسپر کوئی دلیل بتایئے **قولہ** اور یہ حدیث جو آپ نے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ فیصلہ قاضی کا صرف باعتبار ظاہر کے ہے وہ محمول ہے اوپر دعاوی اموال وغیرہ کے جیسا کہ طحاوی نے لکہا ہے الخ **اقول** یہ حمل طحاوی کا بلا دلیل ہے اور خلاف ہے ظاہر کے حدیث کا لفظ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِشَیْءٍ کا ہے اور لفظ شے کا عام ہو شامل ہے اموال اور غیر اموال کو اب جو شخص اسکو اموال کے لئے خاص کرے اسکے ذمہ دلیل ہے **قولہ** علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالہ اَلْقَوْلُ الْقَائِمُ فِیْ تَاثِیْرِ حُکْمِ الْحَاکِمِ مین لکہتے ہین وَاسْتَدَلَّ الطَّحَاوِیُّ بِمَا رَوَاہُ عَنْ یُوْنُسَ نَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَّقَ النَّبِیُّ صلعم بَیْنَ اَخَوِیْ بَنِیْ عَجْلَانَ وَقَالَ لَھُمَا حِسَابُکُمَا عَلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَکُمَا کَاذِبٌ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْھَا انتھی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے شرح معانی الآثار مین امام کے مذہب کی دلیل مین روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح مین بطرق متعددہ مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنے بیبی کو متہم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نہ تہا پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرمادی اور شوہر سے کہا کہ اب تجھہ کو اس عورت سے کچھہ واسطہ نہین اِس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسخ مین نافذ ہے ظاہراً و باطناً کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان دونون مین ایک ضرور جہوٹہا تہا الخ **اقول** بحول اللہ و توفیقہ استدلال پکڑنا قصہ عویمر عجلانی سے جو درباب لعان کے ہے طحاوی کا اور اوسکے مقلد شیخ قاسم کا باطل ہے چند وجہ سے ۔

وجہ اوّل

ہم نہین تسلیم کرتے کہ یہ فرقت جو درمیان عویمر اور اوسکی زوجہ کے ہوئی وہ حکم کے حکم سے تہی ہو سکتا ہے کہ وہ فرقت حاصل ہو طلاق سے جسکو عویمر نے بعد لعان کے دیا تہا صحیح مسلم جلد اول کے صفحہ ۴۸۹ مین ہے ۔ فَقَالَ

رسول اللہ صلعم قد نزل فیک وفی صاحبتک فاذھب فأت بھا قال سہل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول اللہ صلعم فلما فرغا قال عویمر کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ قال ابن شہاب فکانت سنۃ المتلاعنین ترجمہ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک نازل ہوا ہے قرآن تجھ مین اور تیری بیوی مین پس تو جا اسکو لے آ سہل نے کہا پس دونون نے لعان کیا اور مین لوگون کے ساتھ نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تہا پس جبکہ دونون لعان سے فارغ ہوئے عویمر نے کہا مینے اسپر اے رسول اللہ کے جہوٹھ بولا اگر مینے اوسکو اپنے یہان روکا پس اوس کو تین طلاق دی پہلے امر کرنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابن شہاب نے کہا پس یہی طریقہ متلاعنین کا رہا فقط اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جدائی بعد طلاق کے حاصل ہوئی اور ظاہر قول ابن شہاب کا کہ طریقہ متلاعنین کا رہا اسی کے موید ہے جب تک معترض اس احتمال کو نہ اوٹھالیوین دلیل پکڑنا اس قصہ سے ٹہیک نہین ہے۔

وجہ دوم

اگر ہان بہی لیوین کہ یہ تفریق طلاق سے نہین ہوئی تو بہر بہی اس امر کو ہم نہین تسلیم کرتے کہ تفریق حکم حاکم سے ہوئی بلکہ ہم کہتے ہین کہ یہ تفریق نفس لعان سے ہوئی جیسا کہ مذہب امام شافعی و مالک و جمہور محدثین وفقہا کا ہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین واختلف العلماء فی الفرقۃ باللعان فقال مالک والشافعی والجمہور تقع الفرقۃ بین الزوجین بنفس التلاعن ویحرم علیہ نکاحھا علی التابید بھذہ الاحادیث ترجمہ علماء نے لعان سے تفریق ہونے مین اختلاف کیا ہے امام مالک اور شافعی وجمہور نے کہا ہے

کہ فرقت درمیان میاں بیوی کے نفس لعان سے واقع ہوجاتی ہے اور اسپر وہ ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے ان احادیث سو فقط یہ تقریر تو بطور منع کے تھی اب ہم
بطور دعوے کے کہتے ہیں کہ یہی مذہب موافق ہے احادیث کے اور یہی حق ہے صحیح
مسلم وغیرہ میں ہے لا سبیل لک علیہا دوسری روایت میں ہے ذاکم التفریق بین کل
متلاعنین یعنے اب بعد لعان کے تجھکو اسپر کچھ اختیار نہیں ہے اور یہی لعان
تفریق کرنیوالا ہے درمیان متلاعنین کے امام نووی اسکی شرح میں فرماتے ہیں لا
سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا اَیْ لَا مِلْکَ لَکَ عَلَیْهَا فَلَا یَقَعُ طَلَاقُکَ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ
الْفُرْقَةَ تَحْصُلُ بِنَفْسِ اللِّعَانِ یعنی نہیں مالک ہو واسطے تیرے یعنی نہیں ملک ہے
واسطے تیرے اسپر پس نہیں واقع ہوگی طلاق تیری یہ دلیل ہے اسپر کہ تحقیق فرقت
حاصل ہوتی ہے نفس لعان سے اور (ذاکم التفریق) کی شرح میں فرماتے ہیں اَمَّا
قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاکُمُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مُتَلَاعِنَیْنِ فَمَعْنَاهُ عِنْدَ
مَالِکٍ وَالشَّافِعِیِّ وَالْجُمْهُوْرِ بَیَانُ اَنَّ الْفُرْقَةَ تَحْصُلُ بِنَفْسِ اللِّعَانِ بَیْنَ کُلِّ
مُتَلَاعِنَیْنِ یعنے قول صلی اللہ علیہ وسلم کا (ذَاکُمُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مُتَلَاعِنَیْنِ)
معنی اسکے نزدیک مالک اور شافعی اور جمہور کے یہ ہیں کہ تحقیق فرقت حاصل ہوتی ہے
ساتھ نفس لعان کے درمیان ہر دو لعان کرنیوالوں کے امام الائمہ امام شوکانی
نیل الاوطار میں فرماتے ہیں وَاحْتَجُّوْا بِمَا وَقَعَ مِنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ
رِوَایَةٍ بِلَفْظِ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا وَتُعُقِّبَ بِاَنَّ الَّذِیْ وَقَعَ جَوَابٌ لِسُؤَالِ
الرَّجُلِ عَنْ مَالِهِ الَّذِیْ اَخَذَتْهُ مِنْهُ وَاُجِیْبَ بِاَنَّ الْعِبْرَةَ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ وَهُوَ
نَکِرَةٌ فِیْ سِیَاقِ النَّفْیِ فَیَشْتَمِلُ الْمَالَ وَالْبَدَنَ وَیَقْتَضِیْ نَفْیَ تَسَلُّطِهِ عَلَیْهَا بِوَجْهٍ
مِّنَ الْوُجُوْهِ وَوَقَعَ فِیْ حَدِیْثٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَضٰی اَنْ لَیْسَ عَلَیْهِ
قُوْتٌ وَلَا سُکْنٰی مِنْ اَجْلِ اَنَّهُمَا یَفْتَرِقَانِ بِغَیْرِ طَلَاقٍ وَلَا مُتَوَفّٰی عَنْهَا

وَهُنَّ كَمَا هُوَ فِي أَنَّ الْفُرْقَةَ وَقَعَتْ بَيْنَهُمَا بِنَفْسِ اللِّعَانِ ترجمہ اور حجت
بڑی ہے ساتھ اُس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مین وقوع
ہوا ہے ساتھ لفظ (لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا) کے اور تعقب کیا گیا ہے اس طرح
کہ یہ جو واقع ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب مین سوال آدمی کے مال
اپنے سے تھا کہ اس عورت نے اُس سے لیا تھا اور جواب دیا گیا ہے اس تعقب
کا اس طرح سے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص موارد کا حالانکہ لفظ سبیل کا نکرہ
ہے واقع ہوا ہے سیاق نفی مین پس شامل ہوگا مال اور بدن کو اور تقاضا کرتا ہے
نفی تسلط مرد کو عورت سے جس طرح سے وہ تسلط ہو اور حدیث ابی داؤد مین یون ابن
عباس سے واقع ہوا ہے کہ حکم کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین ہے
خرچ کا دینا اور نہ ٹھکانا کیونکہ وہ دونون جدا ہوئے مین بغیر طلاق اور نہ متوفی عنہا
کے یہ حدیث اسمین ظاہر ہے کہ یہ فرقت نفس لعان سے واقع ہوئی تھی نہ حکم
حاکم سے فقط حافظ ابن قیم نے زاد المعاد مین اس مسئلہ کو خوب بسط سے لکھا ہے
اور اسکو اچھی طرح سے ثابت کر دکھلایا ہے کہ فرقت نفس لعان سے ہوجاتی ہے نہ حکم حاکم سے
اگر خوف تطویل کا نہ ہوتا تو انکی کل عبارتون کو نقل کرتا من شاء فليرجع اليه جب فرقت
نفس لعان سے حاصل ہوئی نہ حکم حاکم سے تو استدلال اس قصے کے ساتھ حکم حاکم پر
محض لغو ہوا۔

وجہ سوم

قاضی شوکانی نیل الاوطار مین اور جناب نواب صاحب بہادر مسک الختام مین اس
قصہ کے جواب مین یون فرمایا ہے عبارت مسک الختام کی چونکہ فارسی کے ہے
اس لیے اسکی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے صفحہ ۳۰۳ جلد ثانی مین ہے و دیگران
باآن رفتہ کہ اگر حکم در مال ست و امر در باطن خلاف ظاہر باشد موجب حل آن برآ

محکوم نیست و اگر در نکاح یا طلاق ست نافذ ست ظاهرا و باطنا و حدیث را حمل بر
مال کرده اند و بر اسے ما علماء احتجاج بقصه متلاعنین کرده و گفته که آنحضرت تفریق
کرد میان متلاعنین با احتمال صدق رجل در رمی و ازینجا گرفته می شود که در هر قضا
که تملیک مال نیست آن قضا بر ظاهر ست اگرچه باطن بر خلاف وی بود و حکم حاکم در ان انشا
تحلیل و تحریم میکند بخلاف اموال و این را تعقب کرده اند بآنکه فرقت در لعان بطریق
عقوبت واقع میشود زیرا که کاذب بودن یکے ازان هر دو معلوم ست و این خود احیانا
برابر ست بران قیاس نتوان کرد الخ حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ فرقت بطریق عقوبت کے
واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ تو ضرور ہی معلوم ہے کہ ان دونون مین سے ایک کاذب ہی
اس لیے آپ نے ایسی سزا مقرر فرمائی کہ جو دنیا چاہتا ہے اُسکو شامل ہو جاوے

وجہ چہارم

حدیث مین یہ ہے فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً
مِنَ النَّارِ یعنے پس جسکو حکم کردون مین حق بھائی اسکے سے کسی شے کا پس سوا اس کے
نہین کہ دیتا ہون مین واسطے اُسکے ایک ٹکڑا آگ سے اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
یہان دو ایسے شخصون کا ہونا ضرور ہے کہ ایک کی ملک سے شے نکلکر دوسرے کے قبضہ مین
چلے جاوے اور ڈگری فیصلہ کی ایک کے حق مین ہو اس جگہ یعنے قصہ متلاعنین مین تو
اسکو کچھ علاقہ بھی نہین کیونکہ اول تو یہان ایسے دو شخص نہین ہوتے کہ ایک کی شے دوسرے
کو دلائی جاوے اور نہ اسمین یہ ہے کہ ڈگری فیصلہ کے ایک کے حق مین ہو بلکہ یہان تو ڈگری
فیصلہ کی دونون کے حق مین ہوتی ہے کیونکہ تفریق یہ ایسی شے ہے کہ دونون کو مساوی حصہ
مین آتی ہے نہ اوس مین کوئی شے زوجہ کی زوج کے قبضہ مین گئے اور نہ اسکا عکس ہوا
اب اس قصہ سے دلیل پکڑنا محض بے تکی ہانکنا ہے ان وجوہ بالا سے معلوم ہوا کہ طحاوی و
قاسم بن قطلوبغا نے جو اس قصہ سے استدلال کیا ہے تو نہایت ہی ضعیف بلکہ باطل

ہے اب معترض کے کل ذول جو اس حدیث پر انہون نے متفرع کیے تھے باطل ہو گئے
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا أَلْهَمَنِيْ هٰذَا التَّحْقِيْقَ الْأَنِيْقَ الَّذِيْ لَعَلَّكَ لَا تَجِدُهُ فِي الدَّفَاتِرِ
الَّتِيْ صُنِّفَتْ قَبْلِيْ فَاحْفَظْهُ فَإِنَّهُ يَنْفَعُكَ فقط **قولہ** اور یہی شرح معانی الآثار میں
ہے وَحَكَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْمُتَبَايِعَيْنِ إِذَا اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ فَإِنَّهُمَا
يَتَحَالَفَانِ وَيَتَرَادَّانِ فَتَعُوْدُ الْجَارِيَةُ لِلْبَائِعِ وَيَحِلُّ لَهُ فَرْجُهَا وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُشْتَرِيْ
حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے
اور بعد اسکے دونون مین مقدار قیمت مین تنازع پڑے مثلاً بائع کہے کہ مین نے دو سو روپیہ
کے عوض مین فروخت کیا اور کسی کے پاس گواہ نہون اور وہ شئی فروخت شدہ موجود ہو
ہلاک نہوئی ہو ایسی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحالف و تراد الی
قولہ اور مشتری کو حرام ہوگی **اقول** اس مین کلام ہے تین وجہ سے وجہ اول یہ کہ اس حدیث
کی صحت مین محدثین کو کلام ہے امام شوکانی نیل الاوطار مین فرماتے ہین قَالَ ابْنُ عَبْدِ
الْبَرِّ إِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُنْقَطِعٌ إِلَّا أَنَّهُ مَشْهُوْرُ الْأَصْلِ عِنْدَ جَمَاعَةٍ تَلَقَّوْهُ بِالْقَبُوْلِ
وَبَنَوْا عَلَيْهِ كَثِيْرًا مِنْ فُرُوْعِهِ وَأَعَلَّهُ ابْنُ حَزْمٍ بِالْاِنْقِطَاعِ وَتَابَعَهُ عَبْدُ الْحَقِّ وَ
أَعَلَّهُ هُوَ وَابْنُ الْقَطَّانِ بِالْجَهَالَةِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبِيْهِ وَجَدِّهِ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ
هٰذَا الْحَدِيْثُ قَدِ اصْطَلَحَ الْفُقَهَاءُ عَلٰى قَبُوْلِهِ وَذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ لَهُ أَصْلًا وَ
إِنْ كَانَ فِيْ إِسْنَادِهِ مَقَالٌ **ترجمہ** ابن عبد البر نے فرمایا یہ حدیث منقطع ہے مگر یہ کہ وہ
مشہور الاصل ہے نزدیک ایک جماعت کے کہ لیے ہین اسکو قبول سے اور بنا کیا ہے اسپر
انہون بہت سی فروع کو اور معلول کہا اسکو ابن حزم نے ساتھ انقطاع کے اور تابع ہوئے
اسکے عبد الحق اور معلول کہا اسکو ابن قطان نے ساتھ جہالت کے عبد الرحمن اور اسکے باپ
اور دادا مین خطابی نے کہا کہ یہ حدیث اسکی قبول پر فقہا نے موافقت کی ہے اور یہ
دال کہ اسکے لیے کوئی اصل ہے اگرچہ اسکی سند مین کلام ہے زیلعی نصب الرایہ مین بعد

ذکر اس حدیث کے فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ وَفِيْهِ الْاِنْقِطَاعُ بَيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الْاَشْعَثِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ مَعَ الْاِنْقِطَاعِ فَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قَيْسٍ مَجْهُوْلُ الْحَالِ وَكَذٰلِكَ اَبُوْهُ قَيْسٌ وَّكَذٰلِكَ جَدُّهٗ لَا يُعْرَفُ کہا ابن القطان نے اور اس میں انقطاع ہے درمیان محمد بن اشعث اور ابن مسعود کے اور باوجود انقطاع کے پس عبد الرحمن بن قیس مجہول الحال ہے ایسا ہی باپ اسکا قیس اور ایسا ہی دادا اسکا مجہول نیز امام زیلعی منذری سے نقل کرتے ہیں قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كُلُّهَا لَا تَثْبُتُ فقط منذری نے اپنی مختصر میں فرمایا کہ تحقیق یہ حدیث بہت سے طرق سے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے کل ان کے نہیں ثابت ہیں اور ابن الجوزی سے نقل کرتے ہیں قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ اَحَادِيْثُ هٰذَا الْبَابِ فِيْهَا مَقَالٌ فَاِنَّهَا مَرَاسِيْلُ وَضِعَافٌ اَبُوْ عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ وَلَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَالْقَاسِمُ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّلَا عَوْنٌ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَدْ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّبِاَسَانِيْدَ ضَعِيْفَةٍ فِيْهَا ابْنُ عَيَّاشٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَابْنُ الْمَرْزُبَانِ وَكُلُّهُمْ ضِعَافٌ انتہی ترجمہ ابن جوزی نے تحقیق میں فرمایا کہ حدیثیں اس باب کی انمیں کلام ہے پس تحقیق وہ مراسیل و ضعاف ہیں ابو عبیدہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا عبد الرحمن و قاسم نے بھی ابن مسعود سے نہیں سنا اور نہ عون بن عبد اللہ نے اور تحقیق اسکو دارقطنی نے الفاظ مختلفہ اور اسانید ضعیفہ سے روایت کیا ہے کہ ان میں ابن عیاش اور محمد بن ابی لیلی اور حسن بن عمارہ و ابن المرزبان ہیں اور کل ان کے ضعیف ہیں فقط کلام امام شوکانی و زیلعی سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے قابل حجت کے نہیں اب آپ ہی فرمائیے کہ جب یہ حدیث ضعیف ٹھہری تو اس سے کیسے استدلال کیا جاوے اور احتجاج بدرجہ اولی ہے احتجاج تک تو اس حدیث سے ہو ہی نہیں سکتا چہ جائیکہ معارضہ حدیث صحیحین کا معارضہ کے لیے مساوات ضرور

ہے جیسا کہ ماہر علم معقول و منقول پر پوشیدہ نہیں اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ذکر کرنا اس حدیث کا معرض استدلال مین محض دہوکہا دہی معترض کے ہے۔

وجہ دوم

اگر ہم اس حدیث کی صحت کو بہی تسلیم کر لیوین توبہی کہتے ہین کہ اس حدیث مین اور حدیث سابق یعنے (إنما أنا بشر) مین کچہہ بہی منافات نہین حدیث سابق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کے لیے کسی حق کا اگر حکم کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ نہ لیوے اسجگہ تین اشیا ہین ایک مقضی علیہ دوسرے مقضی لہ تیسرے وہ شی جسکا حکم کیا گیا یہ تیسری شے مقضی علیہ کے قبضہ سے نکلکر مقضی لہ کے قبضہ مین بغیر ادا کیے کسی شے کے چلی جاوے حدیث اختلاف متبایعین مین یہ بات نہین ہے اسمین تو بایع کی اصل چیز پھر اسی کے پاس لوٹ آئی مشتری کو کسی چیز کا جبر ہوا نہ بائع کو نقصان اسکی مثال ایسے ہوگی جیسے اگر مبیع مین کوئی عیب نکل آتا مشتری بایع کو باعث اس عیب کے واپس کر دیتا اختلاف ثمن مین ہونا یہی ایک قسم کا نقصان و عیب ہے اب دونون حدیثون کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا تعارض اٹھہ گیا معترض کی غلط فہمی حدیث کی ظاہر ہو گئی وللہ الحمد۔

وجہ سوم

حدیث اختلاف متبایعین سے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر بائع نے زیادتی ثمن مین دہوکہا دیا ہے جاریہ کو اس دہوکہے سے واپس لیا ہے تو اب جاریہ کا لینا عند اللہ بہی اسکو حلال ہوا اور دوسرے اس ہوکہا بازی کا مواخذہ اٹھہ گیا بار ثبوت اسکا ذمہ معترض ان وجوہ ثلاثہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ استدلال اس حدیث سے بمقابلہ حدیث إنما أنا بشر وإنكم تختصمون إلي الخ کے خالی سفاہت سے نہین محض دہوکہا دہی ہے

قولہ پس اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ قاضی کا ایسے امور مین کہ جنکی انشا و احداث کی ولایت شرعًا اسکو حاصل ہے ظاہرًا و باطنًا نافذ ہے۔ **اقول** کوئی بات بہی آپکی معلوم نہوئی ہان

آپکی نادانی و کم فہمی مطالب حدیث کے معلوم ہوگئی بے سوچے بوجھے طحاوی کی تقلید سے حدیث
لعان و اختلاف متبایعین کو لے آئے یہ نہ سمجھا کہ اُنکو معارضہ حدیث صحیحین سے کیا علاقہ
حدیث صحیحین اُنکی تقریر سے عام رہے نہ جیسا کہ معترض نے دعوی کیا انتہے قال صاحب
الظفر خلاف کیا ہے امام اعظم رح کا امام ابو یوسف اور امام محمد نے اور کہا موافق شافعی
کے چنانچہ معدن شرح کنز الدقائق اور مستخلص مین لکھا ہے وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ
مُحَمَّدٌ وَّالشَّافِعِيُّ لَا يَنْفُذُ بَاطِنًا یعنے اور کہا ابو یوسف اور محمد اور شافعی نے کہ نہین
جاری ہوتی قضا باطن مین الخ قال المعترض ایک جماعت فقہا حنفیہ نے تصریح کی کہ
فتوی قول صاحبین پر ہے الی قولہ ضعیف ہے اقول اس سے صاحب ظفر کو کیا کام
فتوی خواہ قول صاحبین پر ہو یا قول امام پر غرض صاحب ظفر کی تو اس سے فقط اسی
قدر ہے کہ امام کے اس قول کو اُن کے شاگردون نے بھی نہین مانا جب باعث مخالف ہونے
اس قول امام کے حدیث کو شاگردون نے بھی رد کر دیا تو بھلا اور کو اس قول پر عمل کرنا
کب درست ہے فقط قولہ یا ابن ہے امام کا قول ایسا نہین کہ اب ایسا شخص اسپر
کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالفت قرآن و حدیث کا دے سکے اقول امام کا قول
جب مخالف قرآن یا احادیث کی ٹھہرا تو پھر کیون ہم نہین کہ سکتے کہ یہ قول امام کا مخالف
قرآن کے ہے یا حدیث کے ہمارے یا صاحب ظفر پر کیا انحصار ہے جس شخص کو علم قول
امام و حدیث خیر الانام کا ہوگا وہ بیشک یہ کہدیگا کہ یہ قول امام کا مخالف حدیث خیر الانام
ہے اُنکو خواہ بھلا معلوم ہو یا بُرا یہ بات پہلی سے چلی آتی ہے کوئی نئی نہین ہے —
ثبوت اسکا شروع بحث نامین مین گذر انشد کر قال حسبنا الظفر اور دلیل امام اعظم کی حنفیہ
یہ حدیث پیش کرتے مین کہ جسکو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط مین کہ پہونچا ہمکو حضرت علی رضی سے
کہ ایک شخص نے اُنکے پاس گواہ قائم کر دیئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت
علی رضی نے حکم دیدیا عورت کو کہ جا وہی مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہین

نکاح کیا ہے مجہسے اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا تو آپ نکاح توڑ ہوا دیجیے فرمایا حضرت علیؓ نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کی نکاح کردیا تیرا دونون شاہدون نے سو جواب اسکا تین طرح پر ہے **قال المعترض** یہ تینون طرح کے جواب خلاف صواب ہین ایک بہی اسمین سے قابل اعتبار نہین الخ **اقول** یہ تینون جواب باصواب ہین آپنے جو انکو خلاف بوجہ کم فہمی کے انپر کیے ہین انکے بطلان کو ملاحظہ فرمائیے اور پہر ایسی بیہودہ اعتراضات سے باز آئیے **قال صاحب الظفر** اول یہ کہ یہ حدیث بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جسکے مبدء سند مین سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف و مردود شمار کی جاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر مین لکہا ہے ثُمَّ السَّقْطُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ لِسَقْطٍ اَوْ طَعْنٍ فَالسَّقْطُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ مُّبَادِی السَّنَدِ مِنْ مُّصَنِّفٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِہٖ بَعْدَ التَّابِعِیِّ اَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ یعنے پہر مردود یا یہہ کہ ہو واسطے گرنے اسناد کے یا طعن راوی کے سو گرنا اسناد کا یہ ہے کہ ہو ابتدا سند سے مصنف سے یا آخر کی سند بعد تابعی کے یا سوا اسکے پس اول معلق ہے الخ **قال المعترض** جس حدیث کے مبدء سند مین سقوط ہو اسکو کس نے مطلقاً ضعیف لکہا ہے اور کس کتاب مین اسکو مطلقاً ساقط عن الاعتبار کہا ہے **اقول** حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ مین ابن صلاح نے مقدمہ مین سخاوی وغیرہ نے شروح الفیہ مین معلق کو ضعیف لکہا ہے اور مقدمہ فتح الباری و شرح نخبہ و مقدمہ ابن صلاح مین اسکو ساقط عن الاعتبار کہا ہے عبارت حافظ ابن حجر کی شرح نخبہ سے صاحب ظفر نے نقل کر دی ہے اور ایسی ہی عبارت منہج الوصول کی بہی صاحب ظفر نے جو حدیث معلق کو ضعیف کہا ہے اس سے مراد انکی یہ ہے کہ حدیث معلق باعتبار من حیث ہو بغیر اعتبار خارجی کے محدثین کے نزدیک ضعیف گنی جاتی ہے نہ یہ کہ ہر معلق ضعیف ہے گو اسکی خارج مین دوسری سند بہی پائی جاوے آپ نے صاحب ظفر کے قول کو سمجہا نہین بغیر سوچے سمجہے لکہدیا کہ صاحب ظفر کے نزدیک ہر معلق ضعیف ہے **قوله**